

پند

و پادشاهی

محمد جواد مغنیه

پہلے وہ پاپر تے

ناشر

دارالوحدت پوسٹ بیگ ۷۷ نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۱

جملہ حقوق محفوظ

- کتاب کا فارسی نام ————— بین است و باہریت ۔
مصنف ————— علامہ محمد جواد مغنیہ ۔
اردو نام ————— یہ ہے و باہریت ۔
مترجم ————— مولانا روشن علی ۔
سنہ اشاعت ————— ۱۹۹۱ء
تعداد اشاعت ————— ۲۰ ہزار
قیمت ————— ۱۸ روپیہ
ناشر ————— دارالوحدت ۱۰ نئی دہلی

طابع الایڈیٹنر پراٹیزو 2241 دریا گنج نئی دہلی ۔

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار
۳۷	طریقہ حل کیا ہے؟	۱۶	۵	۱ پیش لفظ مترجم
۴۰	وہابی علماء کے ساتھ	۱۷	۷	۲ مقدمہ ناشر کا ترجمہ
۴۰	شرعی محکمے	۱۸	۱۸	۳ مقدمہ مولف
۴۵	کلیتہ الشرقیہ	۱۹	۲۲	۴ اشارہ
۴۷	دینی حالات	۲۰	۲۶	۵ حج کے اسرار
۵۰	امام الجمعۃ والجماعت	۲۱	۲۷	۶ بیت عتیق
۵۲	مدینہ منورہ	۲۲	۲۸	۷ مکہ کی گھاٹیاں
۵۵	حرم رسولؐ	۲۳	۲۹	۸ عبادت کے معنی
۵۷	چیف جسٹس	۲۴		۹ طواف کرنے والوں اور عبادت
۵۹	مقبرے	۲۵	۳۰	کرنے والوں کے ساتھ۔
۶۱	مسلمان کافر	۲۶	۳۱	۱۰ حجاج و شور و غل
۶۶	ابن تیمیہ کے اقوال	۲۷	۳۲	۱۱ حج کے مناظر
۷۱	مسلمان اور اسلامی حکومت	۲۸	۳۳	۱۲ حج کی تھکاوٹیں
۷۳	وہابی و خوارج	۲۹	۳۴	۱۳ جھگڑوں کا فیصلہ
۷۶	وہابیت و حثوتیت	۳۰	۳۴	۱۴ مذاہب و ادیان
۷۷	وہابیوں کا عقیدہ	۳۱		۱۵ ہر جھگڑے کو خدا و رسول کی طرف
۷۷	شُرک و توحید	۳۲	۳۶	پلٹاؤ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۱۴	وحدانیت و عبادت	۵۳	۸۱	۳۳ واپسیت یا ملوار
۱۱۷	عمومی رسالت	۵۴	۸۵	۳۴ آزادی عقیدہ
۱۱۹	معرفت کے طریقے	۵۵	۸۶	۳۵ شرک
۱۲۰	توحید	۵۶	۹۰	۳۶ قبور ائمہ کے پاس شیعوں کی مناہات
۱۲۱	عبادت	۵۷	۹۴	۳۷ شبہ کی بنا پر حد روک دی جاتی ہے
۱۲۵	پیش کش	۵۸	۹۶	۳۸ صفات خدا
۱۲۶	محمد بن عبدالوہاب	۵۹	۹۸	۳۹ قابل توجہ امور
۱۳۹	آل سعود	۶۰	۱۰۰	۴۰ ایمان بالقدر
۱۴۰	محمد بن سعود	۶۱	۱۰۲	۴۱ اسباب و سبب
۱۴۱	عبدالعزیز بن محمد	۶۲	۱۰۳	۴۲ گنہگار
۱۴۲	سعود بن عبدالعزیز	۶۳	۱۰۳	۴۳ اصحاب رسول
۱۴۶	عبداللہ ابن سعود	۶۴	۱۰۴	۴۴ خلفائے راشدین
۱۴۶	ترکی بن عبداللہ	۶۵	۱۰۶	۴۵ احادیث
۱۴۸	فیصل بن ترکی	۶۶	۱۰۶	۴۶ جاہل معذور نہیں ہے
۱۵۰	عبداللہ بن فیصل	۶۷	۱۰۷	۴۷ اجتہاد و تقلید
۱۵۱	عبدالرحمن بن فیصل	۶۸	۱۰۹	۴۸ اولیاء کے کرامات
۱۵۲	شاہ عبدالعزیز	۶۹	۱۱۰	۴۹ جادو
۱۵۷	اس فصل کے مدارک	۷۰	۱۱۲	۵۰ امر بمعروف
۱۵۷	انہما حقیقت نہ معذرت	۷۱	۱۱۲	۵۱ ظالم حاکم
۱۶۱	رسالہ ہابیتہ فی نظر علماء المسلمین	۷۲	۱۱۴	۵۲ گناہ کرنے والے

پیش لفظ مترجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء محمد وعلی آلہ
المعصومین واللعن الدائم علی اعدائهم اجمعین

اما بعد۔ علامہ محمد جواد مغنیہ کی کتاب کا ترجمہ ”یہ ہے وہا بیت“ آپ کے ہاتھوں
میں ہے وہا بیوں کا پورا کچا چٹھا اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جو لوگ غلط فہمی میں ہوں؛
میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

ویسے تو اس کتاب کے آخر میں اس رسالہ کا ترجمہ بھی شامل ہے جس میں ان تمام
کتابوں کی فہرست درج ہے جو وہا بیت کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ اگرچہ اس کے بعد جو
کتابیں رد وہا بیت میں لکھی گئی ہیں ان کی فہرست اس میں شامل نہیں ہے۔

وقت کی تنگی اور اپنی تہی دامنہ کے باوجود اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر کسی نہ کسی طرح مایہ تکمیل کو پہنچایا۔

علماء اسلام سے میری اتنی گزارش ضرور ہے کہ عربی فارسی میں اس موضوع پر جتنی بھی

کتابیں لکھی گئی ہیں ان کو وقتاً فوقتاً اردو میں ترجمہ کرا کے مسلمانوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اس سے ایک تو اردو زبان کی خدمت ہوگی جو ہندستان میں دم توڑ رہی ہے۔ دوسرے عام مسلمانوں کی وہابیت کے بارے میں غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اس کے چہرے پر جو اسلام کی نقاب پڑی ہوئی ہے اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ضرورت تو اس بات کی بھی ہے کہ اس موضوع پر لکھی گئی اہم کتابوں کا ترجمہ ہندی میں بھی کرایا جائے تاکہ نوجوان نسل بھی ان حقائق کو سمجھ لے۔

علامہ محمد جواد مغنیہ کے بارے میں کچھ کہنا سوج کو چراغ دکھانا ہے۔ مرحوم کو خدا کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اپنی پوری زندگی ترویج مذہب میں صرف کردی اور اتمول کتابیں تصنیف فرمائیں۔ خود مرحوم کی کتابوں کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کے لئے ایک ادارہ کی ضرورت ہے کاش کوئی خدا کا بندہ اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

والسلام
روشن علی
حوزه علمیہ قم (ایران)

مقدمہ ناشر (ترجمہ)

منحوس دکنینی سعودی آستینوں سے امریکہ کے استکباری ہاتھ آگے بڑھے اور انھوں نے امت اسلامیہ کے خلاف اپنے چھپے ہوئے کینہ کا اظہار کر دیا۔ خلیج فارس میں اس کی دھتکارمی ہوئی فوجوں کو جس شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور محاذ جنگ پر عراقی ایجنٹ کی ہمنوائی سے اس کو جو پے در پے شرمندگی ایران کے ہاتھوں اٹھانی پڑی تھی ان چیزوں نے اس کو امت مسلمہ سے انتقام لینے پر ابھارا۔

اور اس سال ۱۹۸۰ء تو اس نے بوجھلا کر حرم امن الہی اور سرزمین حرم پر، شہر حرام میں بدترین مخلوق، زبردست منافق، دشمنان اسلام کا سب سے زیادہ آلہ کار بننے والے (سعودیوں) کے ذریعہ ان ایرانی حاجیوں پر، جو خدا کے ہمان تھے، حملہ کر دیا۔ حالانکہ ایرانی حاجیوں کی صرف اتنی سی غلطی تھی کہ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کی آواز کو قبول کیا تھا اور ان کی دعوت پر لبیک کہی تھی۔ وہ لوگ بہت دور سے شعار الہی کا اعلان کرنے اور الہی دعوت کی دعوت تعظیم کے لئے اور براوت عن المشرکین کا نعرہ بلند کرنے کے لئے آئے تھے۔ بس اتنی سی غلطی پر امریکی کینہ سعودی ایجنٹوں کے ذریعہ اس طرح ظاہر ہوا کہ ایرانیوں کے ایمان بھرے سینوں کو بندوق کی گولیوں سے بھر دیا گیا اور ان کے پاک و پاکیزہ گلوں کو کاٹ ڈالا گیا۔

اور جس وقت سے امریکی جھنڈا — رمزا شیطان — نذر آتش کیا گیا۔ اسی وقت سے شکر آل سعود — عالمی استکبار کے تاریخی ایجنٹوں — نے بڑی بے رحمی اور بغیر خوفِ خدا بڑی بیدردی سے ضیوفِ رحمان کے جسموں کو جلانا شروع کر دیا۔

پہلوی بادشاہ کے لشکروں نے ۱۵ شہر لور کو تہران کی سڑکوں پر جو جمعہ سیاہ منظر پیش کیا تھا اور بربریت کا جو ننگا ناپاچ ناپاچا تھا، امریکی ایجنٹ شاہ ہند کے ذریعہ مقدس سرزمین پر سچے حاجیوں اور ندائے ابراہیمؑ پر لبیک کہنے والے حاجیوں پر پھر وہی جمعہ سیاہ دہرایا گیا۔

مجھے اب تک بعض مسلمانوں کے خوابِ غفلت میں پڑے رہنے پر اور بادشاہوں کے ان زر خرید و اعظین پر تعجب ہے جو ان مجرموں، حرمِ الہی پر حکومت کرنے والوں اور اپنے احکام کو اس جگہ پر نافذ کرنے والوں کے بارے میں حُسنِ ظن رکھتے ہیں، جہاں نہ خدا کے علاوہ کسی کی حکومت و سلطنت ہے نہ قدرت و طاقت ہے۔

یہی نہیں بلکہ کسی مسلمان کو وہاں تنہا ادارہ کرنے کا اختیار نہیں ہے چہ جائیکہ ان کمینوں کو جو استعمار کے ایجنٹ ہیں اور جنکو بوڑھے انگریزی استکبار نے اسی وقت سے ڈھالا ہے جس وقت سے محمد ابن عبدالوہاب کے ذہن و دماغ پر قبضہ کیا ہے۔ یہ محمد بن عبدالوہاب وہ ہے جس نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے اور جس نے تمام زندہ اسلامی تاریخی یادگاروں کے نام نشان کو مٹا دیا ہے اور ایک من مانی فرقہ کا بانی ہے جو فرقہ ایجنٹ ہے اور جو وہی کام کرنے والا ہے جو بہائیتوں اور قادیانیوں نے کیا ہے۔ یعنی مسلمانوں میں افتراق ڈالنا عالمی استکبار کے لئے راہ ہموار کرنا۔ تاکہ وہ لوگ امتِ مسلمہ کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ ان کے نفع بخش مقامات پر قبضہ کر لیں اور اس سلسلہ کو بڑے وسیع پیمانہ پر شروع کیا گیا۔ اس کا تھوڑا سا عکس آپ کو اسی کتاب میں ملے گا جس کو علامہ شیخ محمد جواد مغنیہ نے تالیف فرمایا ہے۔

علامہ محمد جواد مغنیہ اتنے بڑے مشہور عالم دین ہیں کہ ان کے تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ موصوف نے اس کتاب کے اندر وہابیوں کو ننگا کر دیا ہے۔

جب استعمار نے اپنا راستہ صاف کر لیا تو اس صہیونی خاندان کی حکومت کے لئے کام کرنا شروع کر دیا جو پوری تاریخ میں ایجنٹی کے لئے مشہور تھا۔ چنانچہ استعمار نے اس صہیونی فیملی کے لئے فضا ہموار کی تاکہ اس خاندان کا رئیس جو کویت میں ملک بدری کی زندگی بسر کر رہا تھا اس کو واپس لا کر تخت نشیں کیا جائے۔ اور اس کام کے لئے رفتہ رفتہ فضا سازگار کر لی اور کینز پرور انگریزی جنرل کو اس کے ساتھ لگا دیا اور اس نے پروگرام کے مطابق اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنا اسلامی نام عبداللہ فیلیبی رکھا۔ تاکہ وہ سعودی خاندان کو ارض مقدس پر تسلط کرنے کے لئے اپنا رول ادا کرے۔

بہر حال حسب پروگرام سعودی خاندان کے بزرگ نے بیت الحرام میں داخل ہو کر وہیں عبداللہ فیلیبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ مسلمان غفلت کی نیند سوتے رہے اور انگریز اپنے پروگرام میں لگے رہے اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کی طرف دعوت دینے والوں میں سرفہرست سعودی خاندان کا نام آگیا۔ حالانکہ اس خاندان کی ساری دعوتیں شیطانی ہیں۔ ان کا زبانی نعرہ تو لا الہ الا اللہ ہے لیکن ان کا اصلی مقصد استکبارِ جہانی کے تمام پروگراموں کو نافذ کرنا ہے اور اس علاقہ میں انگریزوں کے مفاد کی حفاظت کرنا ہے۔ اس طرح عالم اسلام سے انتقام لینے کی سب سے بڑی سازش کامیاب ہو گئی۔

اور اب اسلام، انتشار و افتراق پیدا کرنے والے وہابیوں کے افکار میں محصور ہو کر رہ گیا ہے۔ اور سعودی خاندان کی حکومت کی وجہ سے اسلامی نظام سعودی نظام میں منحصر سمجھا جانے لگا ہے۔ اور دین کو سیاست سے الگ رکھنے والا انگریزوں کا نظریہ کامیاب ہو گیا ہے۔ اس سعودی نظام نے حج کی روحانیت ختم کر دی جو مسلمانوں کا سب سے بڑا روحانی اجتماع تھا۔ اور حج کو ایک ایسا منحصر سا شعار بنا دیا ہے جس میں نہ روح ہے نہ اثر۔ اب عالم یہ ہے کہ امت اسلامیہ پر حج اپنا کوئی اثر چھوڑے بغیر سال بہ سال گزرتا رہتا ہے۔ حج تو ہر سال ہوتا ہے لیکن امت مسلمہ کی پستی بلندی سے نہیں بدلتی۔ عالمی کفر امت اسلامیہ کو تتر بتر کرنے

میں کامیاب ہوتا جا رہا ہے۔ اب رہی سعودی دولت تو وہ ادھر ادھر خرچ ہو رہی ہے۔ کبھی تو اس کا مصرف یہ ہوتا ہے کہ پسماندہ نظام کے میدان ارتباط میں علماء کو اکٹھا کیا جا رہا ہے اور کبھی مفکرین اور آزادی پسندوں کی آوازوں کو خاموش کرنے کے لئے صرف کیا جاتا ہے۔ اور کبھی ان اسلامی تحریکوں کا گلا گھونٹنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ ہم اسلامی نظام حکومت چاہتے ہیں اور آخر میں سعودی دولت کا مصرف صرف یہ رہ گیا کہ ایران کے اسلامی مبارک انقلاب نے جو عظیم نور الہی دنیا میں پھیلا دیا ہے اس کو کسی نہ کسی طرح بجھایا جائے۔ اور پاک و پاکیزہ اسلامی خون کہیں جو انوں کی رگوں میں اور مفکرین و مخلصین کی رگوں میں نہ دوڑنے لگے۔ اس کے لئے بے پناہ دولت خرچ کی جا رہی ہے اسی طرح اس دولت کا ایک مصرف یہ بھی ہے کہ تمام مسلمان خواب غفلت میں پڑے رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بیدار ہو جائیں اور ایجنٹوں کے تاج و تخت کو اپنے پیروں سے روند ڈالیں اور استکبار کی کہانی اختتام کو پہنچ جائے۔ اور عالمی استکبار کا سارا پروگرام ختم ہو جائے۔

ہمارے لئے سب سے بڑا فتنہ یہ اور صرف یہ ہے کہ اس مجرم جماعت کے ایجنٹ دین کا لبادہ اوڑھے ہیں، حمایت حرمین شریفین کا دعویٰ کرتے ہیں، لا الہ الا اللہ کا جھنڈا بلند کرتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ کے نام پر اموال پانی کی طرح بہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر منافقانہ اقدامات کرتے رہتے ہیں۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اہل بصیرت اہل دین و مخلص حضرات ان باتوں سے دھوکہ نہیں کھائیں گے۔ کیونکہ نفاق کی ساری علامتیں واضح ہیں یہ تو صرف عوام کا لانعام کو دھوکہ دیا جا رہا ہے اور اگر میرا خیال صحیح نہیں ہے تو درج ذیل باتوں کی آپ کیا تاویل و تفسیر کریں گے؟

۱۔ تاریخی سیاہ کارنامے، ایجنٹوں کے شرمناک واقعات؛

۲۔ اسلام اس کے عقائد اس کے شعار کو بدنام بنانا؛

۳۔ استعماری پروگراموں کی تکمیل کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا؛

من حیث ہو میں وہابیوں کی مخالفت کریں اور جہاں پر ضرورت ہو صرف وہاں پر تاویل کے قائل ہوں تو ہمارا اور وہابیوں کا مکمل اتفاق اس نزاع کے بارے میں سکوت اور اعراض کی صورت میں ہو سکتا ہے جو نزاع اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان صفات باری کے سلسلہ میں قائم ہے کہ آیا یہ ہیں صفات ذاتِ حقِ حق سے جدا یا عین ذات۔ کیونکہ درحقیقت اس نزاع کی بازگشت ذات باری جل و علا کی طرف ہے۔ اور یہ موضوع واقعی کانٹوں بھر ہے انبیاء و مرسلین اس سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ حضرت علیؑ کا فرمان ہے: ذاتِ خدا میں غور و فکر نہ کرو مخلوق الہی کے بارے میں غور و فکر کیا کرو۔ میں نے اتنی بات ضرور کہہ دی لیکن میں جانتا ہوں کہ وہابی حضرات اور ان کے متبعین اشاعرہ ہی کی طرح صفات خدا کو زائد برذات مانتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں انھوں نے خاموشی اختیار کر کے اچھا اقدام کیا ہے۔

ایمان بالقدر

اس کا مطلب ہے کہ خیر و شر خدا کی طرف سے ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ وہابی حضرات اس کو اصل الاصول مانتے ہیں وہابیوں کے یہاں اصول چھ ہیں ۱۔ لا الہ الا اللہ کا قائل ہونا ۲۔ محمد رسول اللہ کی شہادت ۳۔ نماز قائم کرنا۔ ۴۔ زکوٰۃ دینا ۵۔ استطیع کا حج کرنا ۶۔ خیر و شر کا خدا کی طرف سے ہونا۔ اس بنا پر انسانی زندگی مجبوری کی زندگی ہے۔

ابن تیمیہ الرسائل التسع کے رسالہ عقیدہ واسطیہ کے ص ۱۴۴ پر فرماتے ہیں: در حقیقت بندے فاعل ہیں اور خدا ان کے افعال کا خالق ہے۔۔۔ اور بندوں کو اپنے اعمال پر قدرت حاصل ہے ارادہ بندوں کا ہوتا ہے اور خدا نے بندوں کو ان کی قدرت کو اور ان کے ارادے کو پیدا کیا ہے اس کے باوجود ان کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور

معصیت سے روکا ہے۔

میں نے بہت کوشش کی کہ ابن تیمیہ کے کلام کو سمجھ سکوں اور مضمیمہ کر سکوں لیکن اس میں تناقص کی وجہ سے نہ تو میں سمجھ سکا اور نہ ہی مضمیمہ کر سکا۔ کیونکہ ابن تیمیہ کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ خدا بندوں کے افعال کا خالق ہے اور خالق بھی نہیں ہے اور انسان اپنے افعال کا موجد بھی ہے اور موجد بھی نہیں ہے۔ الٰہیہ کہ یہ کہا جائے۔ خدا اور بندے دونوں خلق و ایجاد میں شریک ہیں لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ جب دو شریک ہیں سے ایک قوی ہو تو ضعیف پر عقاب کرنا قبیح ہے۔

ویسے یہ مسئلہ جو متقدمین و متاخرین میں آماجگاہ فکر و نظر رہا ہے اس میں صحیح قول وہی ہے جو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: نہ جبر (کلی) ہے نہ تفویض (کلی) بلکہ حقیقت ان دونوں کے درمیان ہے! اس جملہ کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ پروردگار عالم نے بندوں کو خیر و شر (دونوں) پر قادر بنایا ہے پھر حکم دیا ہے کہ خیر کرو اور شر سے بچو۔ اب اگر بندہ فعل خیر کو اختیار کرتا ہے اور اسکو شر پر مقدم کرتا ہے تو اس فعل کی نسبت خدا کی طرف دی جاسکتی ہے کیونکہ خدا اس فعل پر راضی ہے اور اسی فعل کی نسبت بندہ کی طرف بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ اس نے اس کو کیا ہے اور شر پر مقدم کیا ہے۔ اور معصیت پر قدرت ہونے کے باوجود اسکو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اگر بندہ فعل شر کو اختیار کرتا ہے اور اس کو خیر پر مقدم کرتا ہے تو اس فعل کی نسبت خدا کی طرف نہیں دی جاسکتی کیونکہ خدا نے اس سے منع کیا تھا اور وہ اس کے کرنے پر کسی طرح بھی راضی نہیں ہے۔ ہاں اس فعل کی نسبت صرف بندہ کی طرف دی جاسکتی ہے کیونکہ اس نے خیر پر قادر ہونے کے باوجود خیر کو ترک کیا اور شر کے ترک پر قادر ہونے کے باوجود اس کو بجالایا۔ لہذا فعل خیر خدا اور بندہ دونوں کی طرف سے ہے اور دونوں کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ لیکن شر صرف بندہ ہی کا فعل ہے اور صرف اسی کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔

یہ کہنا: (اگر خدا بندہ سے شر نہیں چاہتا تو اس کو شر پر قادر ہی کیوں بنایا) اس لئے غلط ہے کہ اگر خدا بندہ کو صرف خیر پر قادر بناتا تو جبر لازم آتا اور فعل خیر بندہ کے لئے ایسا ہی ہوتا جیسے کسی درخت کا پھل۔ لیکن خدا اپنے بندوں سے اپنی اطاعت اختیاری طور سے کرانا چاہتا ہے۔ اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کرنا چاہتا۔

میں ایک مثال دے کر بات کو اور واضح کر دوں: ایک باپ نے اپنے بیٹے کو ایک روپیہ دیا اور پھر اس کو حکم دیا کہ اس سے کتاب خرید لینا اور دیکھو اس کی شراب نہ پینا۔ چنانچہ بیٹے نے باپ کا حکم ماننے ہوئے کتاب خرید لی تو اب اس کتاب کے خریدنے کی نسبت باپ کی طرف بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ اسی نے بیٹے کو روپیہ دے کر کتاب خریدنے کی طاقت عطا کی اور اس پر راضی بھی رہا اور اس کی نسبت بیٹے کی طرف بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ اس نے شراب پینے پر قدرت کے باوجود شراب نہیں پی اور کتاب نہ خریدنے پر قدرت کے باوجود کتاب خرید لی۔ لیکن شراب پینے کی نسبت صرف بیٹے ہی کی طرف دی جاسکتی ہے کیونکہ مشرب و خمر کے ترک کر دینے کی قدرت کے باوجود اس نے شراب پی اور باپ کی بھی نافرمانی کی۔ کیونکہ باپ نے جو کہا تھا وہ نہیں کیا اور جس سے روکا تھا اس کو کیا۔ لیکن اس کی نسبت باپ کی طرف نہیں دی جاسکتی کیونکہ باپ کسی صورت سے اس پر راضی نہیں تھا۔ اور یہی رائے علمائے امامیہ کی ہے جن کو ابن تیمیہ اور ان کے پیرو مشرک کہتے ہیں اور شیعوں کا خون، مال، اولاد سب کو مباح سمجھتے ہیں۔

اسباب و مسببات

اشاعرہ کہتے ہیں اس کائنات کے اندر فطری اسباب نہیں ہیں بلکہ تمام مسببات

ڈائریکٹ خدا کی طرف مستند ہوتے ہیں۔ کھاتے وقت شکم سیری کو دوا پینے پر شفا کو پانی پینے پر پیاس کے ختم ہونے کو خدا خلق کرتا ہے۔ معتزلہ اور امامیہ کہتے ہیں، کائنات کے اندر فطری اسباب موجود ہیں مسببات کا استناد براہ راست انہیں اسباب کی طرف ہوتا ہے اور یہ فطری اسباب بالواسطہ خدا کی طرف منتہی ہوتے ہیں کیونکہ وہی مسبب الاسباب ہے۔

ابن تیمیہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اشاعرہ کے موافق ہیں کیونکہ انھوں نے کتاب نقص المنطق کے ص ۲۶ پر لکھا ہے: خدا کے کچھ طائفہ بادل و بارش پر موکل ہیں اور کچھ علم و ہدایت پر موکل ہیں۔ یہ طائفہ دلوں کو رزق و طاقت دیتے ہیں اور وہ جسم کو رزق و طاقت پہنچاتے ہیں۔

لیکن ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن القیم اس مسئلہ میں معتزلہ و امامیہ کے ساتھ ہیں کیونکہ صاحب فتح المجید نے ص ۶۹ پر ابن القیم کا یہ قول نقل کیا ہے: حقیقت توحید اس وقت تک نامکمل ہے جب تک یہ نہ مان لیا جائے کہ شرعاً فطری اسباب ہی اپنے مسببات کے مقتضی ہوا کرتے ہیں۔ اس نقل سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہابی لوگ اس سلسلہ میں ابن القیم ہی کے ساتھ ہیں۔

✓ گنہگار

وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ موحدین میں سے اگر کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے تو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا (فتح المجید ص ۴۷۹) اور یہی حق بھی ہے۔

✓ اصحاب رسول

وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ اصحاب رسول میں سے کچھ لوگ جو موحد تھے، رسول خدا

کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے، حضور کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، زکوٰۃ دیتے تھے حج کرتے تھے اور اسلام سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ (رسالہ کشف الشہات ص ۱۲۰ الرسائل العلمیۃ المتح مطبوعہ ۱۹۵۷)

خلفائے راشدین

وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ سلف صالحین کے صفوۃ خلفائے اربعہ تھے اور خلافت کی ترتیب کے اعتبار سے سب کو فضیلت حاصل تھی۔ اس عقیدہ کی بنا پر یزید بن معاویہ کو عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ماننا واجب ہے کیونکہ یزید، عمر بن عبدالعزیز سے بہت سابق ہے۔ حالانکہ بادشاہ عبدالعزیز نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کی اقتدا کرتا ہوں یہ نہیں کہا کہ میں یزید کی پیروی کرتا ہوں کیونکہ وہ پہلے تھا۔ (عید الاضحیٰ ۱۳۶۵ھ کے موقع پر کی گئی تقریر)

سب سے پہلے تعجب تو اس پر ہوتا ہے کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کے ایسے فضائل مناقب بیان کرتے ہیں جو کسی بھی صحابی کے لئے نہیں روایت کرتے، حد یہ ہے کہ خلیفہ اول کے لئے بھی ایسے فضائل نہیں ذکر کرتے لیکن اس کے بعد بھی افضلیت کا دار و مدار ترتیب خلافت پر رکھتے ہیں کہ جو پہلا خلیفہ ہے وہی سب سے بہتر ہے۔

محمد ابن عبدالوہاب کی کتاب التوحید ہے جو انجیل الوہابیرہ ہے۔ اس میں موصوف نے خلفاء یا اصحاب میں سے کسی کی فضیلت میں ایک منقبت بھی نہیں لکھی سوائے فتح خیبر والی حدیث کے جس میں رسولؐ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا تھا: کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ خدا اس کے دونوں ہاتھوں پر فتح دے گا۔ لوگوں نے ساری رات بیداری دے چینی میں

گزارہی کہ دیکھیں کل علم کس کو ملتا ہے؟ صبح کو سب رسولؐ اسلام کے پاس پہنچے اور سب کو یہی امید تھی کہ علم اس کو ملے گا۔ لیکن رسولؐ نے اصحاب کو دیکھتے ہی پوچھا علیؑ کہاں ہیں؟ سب کے سب اس امید میں آئے تھے کہ دیکھیں کس کو علم ملتا ہے اس میں حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ بھی تھے صرف علیؑ نہیں تھے۔ لیکن پیغمبرؐ نے کسی کی طرف توجہ نہیں دی صرف علیؑ کو پوچھا حالانکہ جب فضیلت کی ترتیب خلافت کی ترتیب پر ہے تو سب سے پہلے ابو بکر کے بارے میں سوال کرنا چاہیے تھا۔ اگر وہ نہ ہوتے تو عمر کو پوچھتے وہ بھی نہ ہوتے تو عثمان کو پوچھتے۔ جب وہ بھی نہ ہوتے تب علیؑ کا نمبر آتا کیونکہ وہ چوتھے خلیفہ تھے۔ لیکن رسولؐ نے پہلا سوال علیؑ کے لئے کیا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ پھر علیؑ کے آنے پر کہا اے علیؑ قلعہ کو فتح کرو اور دشمن کو دفع کرو۔ یہ نہیں فرمایا۔ اے ابو بکر یا ابو بکر کہاں ہیں؟ لیکن اس کے باوجود علیؑ سے ابو بکر اس لئے افضل ہیں کہ ابو بکر پہلے خلیفہ ہیں اور علیؑ چوتھے۔

اس منطق کا نتیجہ یہ ہے کہ دیگر انبیاء افضل ہوں اور ہمارے نبیؐ سب سے کم فضیلت والے ہوں کیونکہ یہ سب کے آخر میں ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور سب کے سردار ہیں تو پھر حضرت علیؑ کو بھی سارے خلفاء سے افضل اور سب کا سردار ماننا چاہیے۔

محمد ابن عبدالوہاب کے پوتے سے منقول ہے یہ اپنے جد کے کلام کی شرح فتح المجید کے ص ۹۰ پر کرتے ہوئے ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں: حدیث لا عظیمین الراۃ للحج اس بات کی دلیل ہے کہ علیؑ کے ظاہری و باطنی ایمان کی گواہی خود رسولؐ خدا دے رہے ہیں اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ علیؑ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتے ہیں۔ اور مومنین پر واجب ہے کہ ان سے موالات برتیں۔

اسی طرح ابن تیمیہ نے عقیدہ واسطیہ (میں جو الرسائل الشح میں موجود ہے) کے ص ۱۳

پر فرماتے ہیں: ہم اہلبیت رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اور اہل بیت کے بارے میں رسولؐ خدا کی وصیت کو محفوظ رکھتے ہیں جو آپ نے غدیر خم کے موقع پر فرمایا تھا: مسلمانو! میں تمکو اپنے اہلبیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں اور اپنے اپنے چچا عباس سے جب انھوں نے رسولؐ سے شکایت کی کہ بعض اہل قریش مجھ پر ظلم کرتے ہیں“ فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم لوگوں کو میری قرابت کی وجہ سے اور خدا کی خاطر دوست نہ رکھیں۔ نیز یہ بھی فرمایا: خدا نے پوری دنیا میں نبی اسمعیل کو منتخب کیا اور بنی اسمعیل میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھ کو۔

جب خدا نے اپنے نبی کو بنی ہاشم سے منتخب کیا جو صفوة الصفوة ہیں تو ان کا خلیفہ بھی اہلبیت ہی میں سے ہونا چاہیے کیونکہ یہ بھی صفوة الصفوة ہیں۔ علم و دین کی منطلق تو یہی ہے مگر جو لوگ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہوں ان سے ایسی توقع فضول ہے۔

✓ احادیث

وہابی حضرات کا عقیدہ ہے کہ رسولؐ خدا سے مروی بہت سی حدیثیں جعلی دین گھڑت ہیں۔ یہ عقیدہ صحیح ہے شک سے بالا ہے۔

جاہل معذور نہیں ہے

اگر مسلمان کلمہ توحید کو ایمان کی حالت میں جاری کرے اور حرمت کی جہالت کی بنا پر قبروں کی زیارت کرے تو مشرک ہو جاتا ہے اور یہ جہالت قابل عفو نہیں ہے (تطہیر الاعتقاد

ص ۳۵ اور الرسائل العلمیۃ التسع ص ۷۹) صاحب فتح المجید ص ۴۰۶ پر فرماتے ہیں: اس بدعت کا سبب ان کی جہالت ہے اور نا سمجھی ہے۔ یعنی جو شخص لاعلمی کی صورت میں بھی مخالفت کر ڈالے وہ بدعتی ہے چاہے وہ جاہل قاصر ہو جاہل مقصر نہ ہو۔

اجتہاد و تقلید

وہابی حضرات کہتے ہیں اگر نص موجود ہو تو نہ چاروں مذہب کے اماموں میں سے کسی ایک کی اور نہ ان کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز ہے۔ البتہ اگر نص موجود نہ ہو تو چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید جائز ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ خود چاروں امام تقلید جائز نہیں سمجھتے تھے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی، ابن حنبل یہ لوگ شریعت کے بہت سے احکام سے جاہل تھے اس لئے ان کی تقلید جائز نہیں ہے چنانچہ "فتح المجید کے ص ۳۸۸ پر یہ عبارت درج ہے کہ اگر سنت واضح موجود ہو تو ان ائمہ نے اپنی تقلید سے مانعت کی ہے کیونکہ یہ خود جانتے تھے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں جس کو یہ لوگ نہیں جانتے مگر دوسرے جانتے ہیں اور اس قسم کی چیزیں بہت ہیں۔ انتہی۔

یہی وجہ ہے کہ اگر نص موجود ہے تو وہابی لوگ نہ ابن حنبل کی تقلید کرتے ہیں اور نہ کسی اور کی البتہ اگر نص موجود نہیں ہے تو ابن حنبل کی تقلید کرتے ہیں یعنی ان لوگوں کے نزدیک ابن حنبل کے قول کی ذاتی طور پر اہمیت ہے اور ابن حنبل کے قول ان لوگوں کے نزدیک ایک قاعدہ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جب ان کو کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں ملتی تو یہ اس قاعدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ابن حنبل کے قول کی حیثیت وہابیوں کے یہاں ایسی ہے جیسے اہلسنت کے یہاں قیاس اور شیعوں کے یہاں عقل کی حیثیت ہے۔ پس یہ لوگ ایک ہی وقت میں مجتہد بھی ہیں اور مقلد بھی۔ نص سے حکم حاصل کرنے میں اور حدیث کو قوی اور ضعیف بنانے میں یہ لوگ مجتہد ہیں لیکن اگر نص نہ ہو تو ابن حنبل کے مقلد ہیں ۲۵۵

مکہ مکرمہ میں سعودی شاہ عبدالعزیز نے ایک تقریر کی تھی اس میں یہ کہا تھا: ہمارا مذہب یہ ہے کہ جہاں دلیل موجود ہوتی ہے ہم دلیل کی اتباع کرتے ہیں لیکن جہاں پر دلیل نہ ہو بلکہ صرف اجتہاد کی گنجائش ہو تو وہاں پر ہم ابن حنبل کے اجتہاد کو مانتے ہیں۔

ان باتوں سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص نص سے استخراج حکم نہیں کر سکتا جب تک وہ رتبہ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو، اور رتبہ اجتہاد کو ہی پہنچ سکتا ہے جس میں بھرپور صلاحیت ہو مثلاً حقیقی و مجازی معنی میں مفہوم و منطق میں، مجمل و مبین میں، ناسخ و منسوخ میں، عام و خاص میں، مطلق و مقید میں، خبر صحیح و خبر ضعیف میں، خبر معارض و غیر معارض میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، دو متعارض حدیثوں میں اخبار عاجبہ کے مطابق عمل کر سکتا ہو، اجماع اور اختلاف کے مقامات کو جانتا ہو۔ جب یہ ساری باتیں کسی میں موجود ہوں گی تو وہ مجتہد ہو سکتا ہے اور نص سے حکم کا استخراج کر سکتا ہے اور پھر اس کے اوپر اپنے فہم و اجتہاد کے مطابق عمل کرنا واجب ہوگا۔ چاہے وہ اجتہاد واقع و نفس الامر میں صحیح ہو یا غلط! لیکن اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا اسی وقت جائز ہوگا جب تک اس کو اپنی غلطی کا علم نہ ہو جائے۔ نیز اس میں یہ بھی صلاحیت ہو کہ اگر نص موجود نہیں ہے تو اس اصل عمومی سے جس کے اعتبار و حجیت پر نص قطعی یا عقل فطری دلالت کر رہی ہو اس سے استخراج حکم کرنے کی استعداد و صلاحیت رکھتا ہو اور جو شخص اجتہاد نہ کر سکتا ہو یا عدم نص کی صورت میں اصل عمومی سے استنباط حکم نہ کر سکتا ہو وہ نص کو سمجھنے سے اور نص سے استنباط حکم کرنے سے بدرجہ اولیٰ عاجز ہوگا۔

مختصر یہ کہ یہ شخص یا مجتہد ہوگا یا غیر مجتہد اگر مجتہد جامع شرائط ہے تو اس پر مطلقاً تقلید حرام ہے نص موجود ہو یا نہ موجود ہو کیونکہ جو شخص حق کو دلیل سے سمجھ لیگا اس میں وہ کسی کی تقلید نہیں کر سکتا بلکہ اس اعتبار سے وہ احمد بن حنبل، مالک، شافعی اور ابو حنیفہ کی طرح ہوگا اور اگر اس کے اندر شرائط اجتہاد نہیں پائے جلتے تو اس پر تقلید واجب

ہے جیسا کہ قرآن نے کہا ہے ” فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون “
 پس اس سے ثابت ہوا کہ وہابیوں کا یہ کہنا کہ اگر نص موجود ہو تو اجتہاد واجب ہے
 اور نص موجود نہ ہو تو اجتہاد حرام ہے یہ تخصیص بلا تخصیص ہے اور بلا وجہ مطلق کو مقید بنانا ہے بلکہ
 یہ تقسیم تقسیم الشیء الی نفسہ والی غیرہ ہے۔

اولیاء کے کرامات

وہابی حضرات اولیاء کے کرامات کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خداوند عالم ان کے
 ہاتھوں پر خارق عادت چیزیں جاری کرتا ہے مختلف علوم میں اور مکاشفات میں اور قدرت
 و تاثیر کے اقسام ان کے ہاتھوں سے سرزد ہوتے ہیں لہ (الرسائل العلمیۃ النسخ ص ۱۴۹)
 اس کا مطلب یہ ہوا کہ مومن صالح دعا کے ذریعہ غیب جان سکتا ہے، مشرق میں رہتے
 ہوئے مغرب والوں کو دیکھ سکتا ہے، مغرب میں رہتے ہوئے مشرق والوں کی آواز سن سکتا
 ہے، پانی پر زمین کی طرح چل سکتا ہے، کوٹے کی طرح ہوا میں اڑ سکتا ہے بلکہ وہ سمندروں
 اور ہنروں کو خشک کر سکتا ہے، زمین کو طوفان میں غرق کر سکتا ہے یہ سارے کام دعا سے
 اور محض ایک کلمہ یا چند کلمے کے زبان پر جاری کرنے سے کر سکتا ہے۔ کسی علم اور آلات
 کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس قول کی صحت یا بطلان کے بارے میں بحث نہ کروں گا۔
 میں تو وہابیوں سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں انھیں کے عقائد کی

لہ: کتاب الرسائل العلمیۃ النسخ ص ۱۴۹ میں ان لوگوں کی طرف کرامات اولیاء پر ایمان لانے کی نسبت دی
 گئی ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس کی نشاندہی مجھے وہابی علماء نے مکہ مکرمہ کے زمان قیام میں کی تھی اور
 اگر یہ کتاب ان کے صحیح مصادر میں سے نہ ہوتی تو یہ لوگ اس کو چھاپ کر مفت تقسیم نہ کرتے البتہ
 صاحب فتح القدر کی عبارت سے نفی کرامات کا اشعار ہوتا ہے۔

۴۔ رجعت پسند اقدامات کے لئے اتنی خطیر رقموں کا صرف کرنا ہے!

۵۔ پیٹرول کی بے پناہ آمدنی کو پیٹرول کی قیمت کم کر کے استعماری کمپنیوں اور مغرب کے

اقتصادی اداروں کی جیبوں کو بھرنا ہے!

۶۔ غیر محدود ریالوں سے مجرم سعودی نظام کا اور مجرم بعثی عراقی نظام کی اس لئے مدد کرنا

تاکہ وہ اسلامی انقلاب کے خلاف اپنے مجرمانہ و دشمنانہ اقدامات کو جاری رکھے۔ اس مجرم صدام نے کروڑوں مسلمانوں کو در بدر کر دیا۔ لاکھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، دسیوں شہروں کو برباد کر

دیا، ان اربوں ریالوں کو جن سے اس امت مسلمہ کی اصلاح ہو سکتی تھی فقر و فاقہ دور ہو سکتا تھا۔

ان کو جنگ میں صرف کر دینا ہے!

۷۔ اردن، مصر، مغرب اور دیگر ایجنٹوں کو منظم کرنے کے لئے، اور مضبوط کرنے کیلئے

ایک خطیر رقم کا خرچ کرنا ہے!

۸۔ صہیونی دشمن کے ساتھ پیشکش کے معاملات کرنا ہے!

۹۔ امریکی جاسوسی طیاروں کے لئے تمام فوجی اڈوں کے استعمال کی اجازت دینا ہے!

۱۰۔ سعودی امرار کے یہ ٹھاٹھ باٹھ، عیش و طرب ہے!

اور آخر میں سعودیوں کے اس وحشی حملہ کی آپ کیا تاویل کریں گے جو ایرانی حاجیوں کے

خلاف ہوا، جس میں سیکڑوں قتل کر دیے گئے، ہزاروں کو مارا پٹیا گیا، مجروح ہوئے ان کا جرم صرف یہی تو تھا کہ مشرکین و ستکبرین کے خلاف جو جلو س نکلتا تھا اس میں یہ شریک ہوئے تھے؛ جبکہ قرآن مجید کے مطابق یہ برأت تو حج کی روح اور ندائے ابراہیم کا پتھر ہے۔

ہاں۔ ہاں ان آنسوؤں اور بہتے ہوئے اس خون کے سمندر کی تفسیر ”جس کو آل سعود کے

ایجنٹوں نے حرم مقدس میں اور مکہ مکرمہ میں بہایا تھا“ وہی ہو سکتی ہے جو حجاج نے خانہ کعبہ پر

حملہ کرتے وقت اقدامات کئے تھے آپ اس کی جو بھی تفسیر کریں وہی یہاں ہوگی یا پھر یزید نے امام حسینؑ

کو جس بیدردی سے قتل کرایا اس کی جو تاویل آپ کر سکتے ہوں وہی مکہ مکرمہ میں ایرانی حاجیوں کے

بنا ہے۔ اور وہ سوال یہ ہے: جب کسی ولی کے پاس یہ کرامات اور ایسی قدرت ہے تو کیا اس سے دعائے خیر اور ہدایت الی الحق کا سوال کر سکتے ہیں؟ جیسے عالم سے علم کا اور حکیم سے دوا کا سوال کیا جاتا ہے؟ اب اگر یہ جائز ہے تو پھر نبی کے واسطے سے خدا سے شفاعت کرنے والا مشرک کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور اگر آپ کہیں یہ ناجائز ہے تو پھر ولی کے پاس نہ کوئی چیز ہے نہ کوئی کرامت۔

جادو

دہابی جادو اور جادو گر پر بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور جادو کا سیکھنا ان کے نزدیک بہت آسان ہے بشرطیکہ انسان کافر ہو جائے اور بڑے بڑے گناہ کرنے لگے مثلاً قرآن مجید کو (معاذ اللہ) پاخانے میں رکھ دے۔ اس سے پہلے جہاں ہم نے وہابیوں کے اقوال اور قبورائے کے پاس شیعوں کی مناجات دونوں میں تقابل کیا ہے وہاں اس کی کچھ مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔ ”قبورائے کے پاس شیعوں کی دعائیں“ والی بحث کو ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں ہم اس چیز کا ذکر کریں گے جس کو صنعانی کے جادو پر اعتقاد اور سیکھنے کے طریقہ کو بطور حجت بیان کیا ہے چنانچہ تطہیر الاعتقاد کے ص ۵۱ پر فرماتے ہیں: احادیث سے ثابت ہے کہ شیاطین اور جن، سانپ اور اژدہوں کی شکل میں آتے ہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے۔ اور مجذوبوں کے ہاتھوں میں جو اژدھے ہوتے ہیں یہ وہی شیطان ہیں جو روپ بدلے ہیں اور یہ جادو کے اقسام سے بھی ہو سکتا ہے۔ سحر کی کئی قسمیں ہیں اور اس کا سیکھنا بھی کچھ دشوار نہیں ہے۔ بلکہ اس میں سب سے اہم چیز کفر اور محترم چیزوں

نو: میرے نظریہ سے کرامت صرف سچائی اور اخلاص کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

(مثلاً قرآن) بیت الخلاء میں رکھنا وغیرہ ہے۔ لہذا مجذوبوں کے ہاتھوں میں جواز قسم کرامات اور خارق عادات چیزیں دیکھی جاتی ہیں تم ان سے دھوکہ نہ کھانا۔ کیونکہ افعال میں جادو کا بہت اثر ہوتا ہے۔ یہ لوگ اسی طرح بہت سی چیزوں کو ان کی حقیقت کے برخلاف سحر و جادو کے ذریعہ دکھاتے ہیں۔ حقیقت سے برخلاف مراد یہ ہے کہ جادوگر انسان کو تپھر اور تپھر کو انسان بنا کر دکھا سکتا ہے۔ اب میں بغیر کسی کینہ یا خصمہ یا اخصابی کمزوری کے اور بہت صبر و سکون کے ساتھ اپنے پڑھنے والوں سے چاہتا ہوں کہ صنعانی کی کتاب ”تطہیر الاعتقاد من ادران الاحاد“ کا مطالعہ کریں اور ص ۴۸ کی اس عبارت کو دیکھیں: مزارات اور قبے اسلام کے تباہ کرنے اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلی کرنے کے اسباب ہیں!

دونوں کو پڑھیے اور مقابلہ کیجئے، کہ ایک طرف تو یہ عقیدہ ہے کہ جادو کا سیکھنا بہت ہی آسان ہے بس اس کا دروازہ کفر ہے اور قرآن کو غلاظت میں ڈالنا ہے اور دوسری طرف یہ عقیدہ ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم کے لئے رسول و آل رسول کے مزاروں پر قبوں کی تعمیر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب صنعانی نے جس طرح سحر سیکھنے کا طریقہ بنایا ہے کہ قرآن کو غلاظت میں ڈالا جائے اور دیگر مسلمانوں نے شعائر اللہ کی تعظیم کے لئے قبوں کی تعمیر کو کہا ہے۔ دونوں میں کون اچھا ہے اور کون برا ہے؟ صنعانی کا یہ کہنا کہ قرآن کو غلاظت میں رکھنے والا اگر کسی چیز کے لئے کہدے کہ ہو جا تو وہ فقط ہو جاتی ہے۔ اور اسی کے ساتھ قبروں پر مسجدوں کی تعمیر گنبدوں کا بنانا حرام ہے۔ ان دونوں باتوں کو دیکھئے اور نتیجہ نکالئے اور بتائیے کہ دونوں عقیدوں میں کونسا عقیدہ شرک و الحاد کا ذریعہ ہے؟ اور کونسا اسلام کو منہدم کرنے کا ذریعہ ہے؟ قرآن کو غلاظت میں ڈالنا یا شعائر اللہ کی تعمیر! اور دونوں میں کس عقیدہ والے کو الحاد سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن آپ کا شعز عقل و فطرت کیا کہتی ہے؟ اس سے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جن کا پہلا اور آخری نظریہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہے۔ اور ہماری اور آپ کی اور تمام لوگوں

کی طرف وہ اسی نظر سے دیکھتے ہیں جب تک آدمی توبہ کر کے وہابی نہ بن جائے

امر بمعروف

وہابی لوگ امر بمعروف و نہی از منکر کے وجوب کا اس لئے عقیدہ رکھتے ہیں کہ نص وارد ہوئی ہے اور یہ بات درست بھی ہے کہ امر بمعروف واجب ہے باین معنی کہ اگر شریعت نہ کہتی تو یہ واجب نہ ہوتا چاہے اس کے وجوب کا فیصلہ عقل کرتی ہو جیسا کہ معتزلہ اور امامیہ کا عقیدہ ہے یا وجوب کا فیصلہ شریعت کرتی ہو جیسا کہ وہابیوں اور اشاعرہ کا عقیدہ ہے بہر حال نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے کہ واجب ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ وہابیوں کا یہ عقیدہ دیکھئے کہ وہ ہر فاسق و فاجر کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں (الرسائل العلمیۃ التسع ص ۱۵۰) یہ تو منکر کے ارتکاب کی تحریص و تشبیح ہے یہ عقیدہ وجوب نہی از منکر کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

ظالم حاکم

حنبلی حضرات مع وہابیوں کے ظالم و جابر، خود رای، فاسق، حاکم کے خلاف خروج کرنے کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ اس کی اطاعت کو واجب جانتے ہیں جیسا کہ کتاب ”الاحکام السلطانیہ“ جو ایک حنبلی کی تالیف ہے۔ میں ہے اور ان لوگوں نے اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ خدا کی اطاعت کرو اور رسول و صاحبان امر کی اطاعت کرو۔ سے استدلال کیا ہے۔

ہم اس موقع پر سعودی شاہ عبدالعزیز کی اس تقریر کا جو انہوں نے رسائے بلاد کے سامنے ۱۶ محرم ۱۲۹۵ھ کو طائف میں کی تھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے کہا: ہمارے ساتھ کے لوگ

تین طرح کے ہیں۔ ۱۔ محب و مساعد ہیں ۲۔ نہ محب ہیں نہ مساعد ۳۔ صرف معاند و دشمن ہیں۔ پہلے قسم کے لوگ جو ہیں ان کے جو بھی خواہ ہیں وہ ہمارے لئے ہے اور جو ان کے خلاف ہے وہ ہمارے خلاف ہے۔ دوسرے قسم کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے ہم کوشش کرتے ہیں لیکن تیسرے قسم کے لوگوں کی جزا وہی ہے جو قرآن نے کہا ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ط

ذَالِكَ لَهُمْ جَزَاؤُ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورہ مادہ آیت ۲۲)

جو لوگ خدا و رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں ان کی جزا یہ ہے کہ یا تو ان کو قتل کر دیا جائے یا پھانسی دے دی جائے یا ان کے ہاتھوں، پیروں کو الٹا کاٹ دیا جائے یا ان کو ملک بدر کر دیا جائے دنیا میں یہی ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کے لئے بڑا عذاب ہے ہی۔

اب آپ بتائیے حریت کہاں ہے؟ جمہوریت کہاں ہے؟ عدل و انصاف کہاں گیا؟ امر بمعروف و نہی از منکر کہاں گیا؟ یہ آیت ان لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے جو ڈاکہ ڈال کر لوگوں کا مال لوٹ لیتے تھے، چھین لیتے تھے لوگوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔ امن عامہ میں رخنہ اندازی کرتے تھے، کسان و اس کی زراعت مزدور اور اس کے پیسے میں حائل بن جایا کرتے تھے۔ لیکن حاکم سے معارضہ کرنا اس کی ہر راسے کی مخالفت کرنا یا اکثر رائے کی مخالفت کرنا ایسا جرم نہیں ہے جس پر آسمانی شریعتوں نے یا دنیاوی مذہبوں نے ایسی سزا مرتب کی ہو۔ ابو بکر و عمر اور ان کے علاوہ دیگر حکام نے پہلے بھی اور اب بھی مخالفین کو گلے لگایا ہے اور میدان عمل میں ان کے لئے گنجائش رکھی ہے ان کے قتل، پھانسی، ملک بدری، ہاتھ پاؤں کاٹنے کو ضروری نہیں قرار دیا ہے۔

گناہ کرنے والے

خارج کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا کافر ہے اور مخلد فی النار ہے۔ اشاعرہ و امامیہ نے کہا ہے: وہ مومن ہے مگر گنہگار بھی ہے۔ معتزلہ نے کہا ہے وہ گنہگار اور کافر کے درمیان کی ایک منزل میں ہے۔ مگر وہابیوں نے ایک چوتھا قول ایجاد کیا ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے دو باتوں میں سے ایک کا بہر حال اس کے لئے ارتکاب ضروری ہوگا۔ ۱۔ کلمہ توحید بغیر شرک باللہ کے جاری کرتا ہے یعنی نہ قبروں کی زیارت کرتا ہے نہ ان پر مقبرہ و مسجد بناتا ہے نہ ان کے پاس نماز پڑھتا ہے نہ ان کے لئے نذر کرتا ہے نہ ان کو چھوتتا ہے نہ چومتا ہے نہ ان کے گرد طواف کرتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ کام کرتا ہے تو مشرک ہے۔ ۲۔ کلمہ توحید کا جاری کرنے والا مندرجہ ذیل امور کا ارتکاب بھی کرتا ہے۔ پہلی قسم والے سے نہ کچھ پوچھا جائے گا نہ اس کا حساب ہوگا چاہے وہ پوری دنیا کے برابر گناہ کئے ہو چنانچہ فتح المجید کے ص ۵۴ پر ہے: خالص توحید یہ ہے کہ وہاں شرک کا شائبہ بھی نہ ہو تو پھر گناہ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ کیونکہ توحید خالص محبت الہی تعظیم و اجلال خداوندی پر مشتمل ہے۔ خوف خدا اور رجا سے مملو ہے اس لئے سارے گناہ دھل جائیں گے خواہ وہ زمین کے برابر ہوں اور (دوسری بات یہ بھی ہے کہ) نجاست عارضی چیز ہے اور اس کو دور کرنے والی شے بہت قوی ہے۔

یہ مطلب بکلامیہ عقیدہ کے مطابق ہے کہ: علی کی محبت ایسا حزنہ ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ مضرت رساں نہیں ہے۔ اور قرآن ان دونوں کی تکذیب کرتا ہے ارشاد ہے: **فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ**۔ جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کو اس کی جزا ملے گی اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی۔ (سورہ زلزال آخری آیات)

اور دوسری قسم والے یعنی جو قبروں کی زیارت کرتے ہیں وہ شرک و کافر ہیں ان کا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہے نہ نماز نہ روزہ نہ خیرات نہ زکات — ظاہری بات ہے کہ ان لوگوں نے پہلے موحد (یعنی پہلی قسم) سے صرف وہابیوں کو مراد لیا ہے اور دوسری قسم سے بغیر استثناء تمام مسلمانوں کو مراد لیا ہے اور اس کی دلیل ہم پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں۔ مزید تاکید کے لئے فتح المجید کے ص ۱۰۱ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے: جیسا کہ اس امت میں موجود ہے — یعنی امت محمدؐ اور جو چیز موجود ہے وہ عصیان ہے — اور یہی شرک اکبر ہے جو توحید کے منافی ہے — یہاں تک کہ فرمایا: ان لوگوں نے ان تمام چیزوں کو ثابت کیا ہے جس کی توحید نے نفی کی ہے اور توحید نے جس کو ثابت کیا ہے اس کو انھوں نے ترک کر دیا ہے!

اسی عقیدہ اور اسی قول میں سعودیہ کی پسماندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ اور یہاں لوگ کسی شورشی یا انتخاب کے بغیر لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہو جاتے ہیں جن کو اپنی ذمہ داری کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا۔ پبلک کے ذخیرے یہ بینکوں میں محفوظ کر دیتے ہیں۔ مرض 'جہالت' مفلسی کا دور دورہ ہے لیکن یہ سب باعث ذلت و رسوائی نہیں ہے کیونکہ وہابی امر اور شیوخ توحیدِ خالص کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس عقیدہ کے بعد کوئی گناہ ان کے ذمہ باقی نہیں رہتا چاہے وہ زمین کے برابر ہو۔

بہر حال میرا خیال یہ ہے کہ تاریخ میں ایسا ظالم، جابر، متعصب، جامد گروہ وہابیوں کی طرح نہ تو اب تک گزرا ہے اور نہ گزرنے کی امید ہے اور نہ میں نے کسی گروہ کو ایسا دیکھا ہے کہ جو وہابیوں کی طرح مغز کو چھوڑ کر سارا زور چھلکے پر صرف کرتے ہوں۔ میں ان لوگوں کی پہلی اور آخری مثال پیش کرتا ہوں جس سے ان تمام باتوں کی تصدیق ہو جائے گی جو میں نے ان لوگوں کے بارے میں نقل کیا ہے اور ان کا فکری جمود بھی واضح ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ روح اسلام اور حقیقت اسلام سے کتنی دور ہیں۔ وہ مثال

یہ ہے: انسان کے لئے یہ تو جائز ہے کہ وہ سیکڑوں کیا ہزاروں غلام و کنیز حاصل کر لے لیکن اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی زبان سے اس کو کہہ سکے مثلاً "یہ میرا غلام ہے یا یہ میری کنیز ہے" کا کہنا قطعاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بات اس توحید خالص کے منافی ہے جس کے ساتھ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں چاہے وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ البتہ لوگوں کو غلام بنانا اور ان غلاموں کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا یہ سب جائز ہے اور شرک نہیں ہے لیکن اسی بات کو زبان سے کہنا اور اس کو زبان پر جاری کرنا شرک ہے (یہ بات وہابیوں کی معتمد کتاب التوحید میں موجود ہے)

جو لوگ عارف باللہ ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ سب سے بہتر اطاعت اور سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ کوئی شخص قربت الی اللہ کسی انسان کے ساتھ عمل خیر انجام دے اور یہ عمل خیر انجام دینے والا خداوند عالم کے علاوہ کسی سے نہ خیر کا طالب ہو نہ شکر یہ کا۔ ہزاروں درود اور لاکھوں سلام امام موسیٰ کاظمؑ کے اوپر ہوں کہ آپ نے فرمایا: خدا کا ایک عرش ایسا بھی ہے جس کے زیر سایہ صرف وہی حضرات رہ سکتے ہیں جو اپنے برادر مومن کے ساتھ کوئی احسان کریں یا اس کی تکلیف کو دور کریں یا اس کی کوئی حاجت روائی کریں۔

وحدانیت و عبادت

رسول کون ہو سکتا ہے؟

جب تک کسی کے پاس ایسا واضح اور عمومی ہدف نہ ہو کہ جس کے پس پشت کوئی ذاتی منفعت کا فرمانہ ہو اس وقت تک کوئی آدمی رسول نہیں ہو سکتا بلکہ رسول کا مومن ہونا اور مضبوط عقیدہ والا ہونا اور اس عقیدہ کے لئے کام کرنے والا ہونا چاہیے۔ رسول کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دین و عقیدہ کے لئے اپنی ہر غریزہ چیز تک کو قربان کر دے۔ یہاں تک کہ

اپنے جان و مال کی بھی پرواہ نہ کرے اور اپنے دین و عقیدہ سے کسی قیمت پر تھپے نہ ہٹے۔ قیمت چاہے جو ہو۔ کیونکہ دین و عقیدہ ہی اس کا ہدف ہے اور اس کے علاوہ ساری چیزیں اس کے لئے وسیلہ ہیں۔ اسی طرح رسول کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا نقطہ نظر معلوم ہو اور بہت باریک بینی کے ساتھ محدود بھی ہو۔

لیکن اگر کسی کے پاس کوئی واضح ہدف نہ ہو یا ہو مگر اس سے ذاتی ترویج مراد ہو یا ذاتی ترویج بھی مراد نہ ہو لیکن وسیلہ مجہول ہو یا وسیلہ معلوم ہو مگر اس وسیلہ کو عمل میں نہ لائے بلکہ صرف صدفہ اور اتفاق پر بھروسہ کرے تو وہ شخص بہرگز رسول نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس قسم کا کوئی آدمی دعویٰ کرتا ہے تو جھوٹا ہے۔ رہی رسول کی شخصیت کی عظمت اور اس کی قوت و صلاحیت کہ جس سے وہ رسول فائدہ اٹھاتا ہے تو یہ چیز نفاذ رسالت کے لئے تو ضروری ہے لیکن رسالت کی حقیقت و مفہوم میں اس کو کوئی دخل نہیں ہے۔

عمومی رسالت

محمد رسول اللہ کی رسالت کا ہدف نہ تو صرف قریش والے تھے اور نہ تنہا عرب تھے بلکہ صرف مشرق والوں کے لئے بھی آپ کی رسالت محدود نہیں تھی آپ کی رسالت کا ہدف پوری بشریت تھی چاہے وہ عرب ہوں یا عجم اور ہر زمانے کے لئے تھی۔ اور نہ اس کا دائرہ اختیار صرف روحانی زندگی اور اس کے حدود کا پابند تھا اور نہ صرف مادیت کے حدود میں مقید تھا اور نہ کسی ایک یا چند مخصوص جہات پر مشتمل تھا۔ بلکہ وہ تمام جہات پر اور ہماری اس زندگی اور آخرت کی زندگی کے تمام اقسام پر حاوی تھا۔ بلکہ یہ کہنا بہتر ہے کہ کائنات کی ابتداء سے انتہا تک پر مشتمل تھا اور پیغمبر اسلام کی اس عمومی رسالت کا قہری نتیجہ تھا کہ اس پر دو چیزیں مرتب ہوں۔

اول: محمد کی رسالت خدا کی طرف سے تھی کیونکہ یہ بات محال ہے کہ کوئی بھی انسان

اتنی بڑی چیز کا از خود متحمل ہو یا اتنا بڑا دعویٰ کر کے چاہے وہ کتنا ہی صاحب علم و فضل ہو۔ اور اگر اس نے اتنا بڑا خطرہ مول لے لیا اور ایسا دعویٰ کر بیٹھا تو ناکامی اس کا مقدر ہوگی اور وہ کوئی کار نمایاں انجام نہیں دے پائے گا۔ اتنا بڑا اہم کام یا ایسی عمومی رسالت ایسی ہی ذات کی طرف سے ہو سکتی ہے جس کا علم ہر شے پر محیط ہو۔ اور ایسی رسالت کو دوام و قیام حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی پشت پناہی کوئی مدبر قدیر نہ کر رہا ہو۔ اور کسی خدائے قدیر کی عنایت شامل حال نہ ہو۔ اسی لئے محمدؐ نے اپنی رسالت کا اسناد اس ذات کی طرف کیا ہے جو ہر شے کی خالق ہے، ہر شے کو جاننے والی ہے۔ اپنی شخصیت و عقل و عبقریت پر اعتماد نہیں کیا۔ اور بانگ دہل یہ اعلان کر دیا کہ وہ ایک انسان ہیں اور اسی کے بندے ہیں جس نے کائنات کو خلق کیا اور وہ بھی وہی کرتے ہیں جو تمام لوگ کرتے ہیں اور وہ اپنی ذات کے لئے نفع و ضرر کے مالک بھی نہیں ہیں۔ بس وہ اللہ کے ایسے رسول تھے جن پر وحی آیا کرتی تھی اور بغیر مرضی الہی وہ اتصال باللہ بھی پیدا نہیں کر سکتے تھے۔

دوم : عمومی رسالت کی دلالت اس بات پر بھی ہوتی ہے کہ محمدؐ خاتم النبیین اور خاتم المرسلین تھے کیونکہ دنیاوی زندگی ہو یا آخروی دونوں کا کوئی ایسا گوشہ باقی نہیں رہا کہ جس کے بیان کی ضرورت بعد کے لئے رہ گئی ہو یعنی انسان کا دینی تجربہ ”اس کتاب الہی کی وجہ سے جس میں ہر شے کا بیان ہے خواہ اجمالاً ہو یا تفصیلاً اور اس آسان شریعت کی وجہ سے جس نے اوامر و احکام الہی، دسٹن رسالت پناہی کو بیان کر دیا ہے، انتہا کو پہنچ چکا ہے اور اس شریعت ابدیہ و خالدہ کا عالم یہ ہے کہ ہر سابق اپنے لاحق کے لئے بیان کر دیتا ہے اس کے لئے اب کسی جدید رسول کی ضرورت نہیں ہے۔

اور جب تمام وہ احکام جنکو رسولؐ خدا نے بیان کر دیا ہے اور تمام وہ بیانات جو آپ کی رسالت سے متعلق ہیں، جن کی پشت پر ایک بلند حقیقت ہے، تو اس حقیقت کی

معرفت اس پر ایمان لانا اس کا یقین کرنا واجب ہے اور پروردگار عالم نے اپنے نبی کریم کی زبانی غور و فکر کے ذریعہ اس کی معرفت کے طریقے بیان بھی کر دیئے۔ ایمان کی حد بندی کلمہ توحید ہے اور اذعان کی حد بندی ادا و نواہی میں اس کی اطاعت و عبادت ہے۔

معرفت کے طریقے

خداوند عالم نے مانوس بشری وسائل کے ذریعہ اپنی معرفت کے طریقے بتا دیئے منجملہ ان کے زمین و آسمان اور ان کے درمیان واقع ہونے والے عجائب و اسرار میں غور و فکر کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: **إِنِّي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ** — یقیناً آسمانوں اور زمین کے اندر ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں — اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: **هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ**۔ ”وہ خدا وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کے لئے منزلیں معین کر دیں تاکہ تم سالوں کا عدد جان لو اور حساب کرو۔ ان تمام چیزوں کو اس نے برحق پیدا کیا ہے خدا اپنی نشانیوں کو جاننے والے لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتا ہے۔“

جس طریقہ سے اپنے مخالف کے سامنے اپنے نظریات کے اوپر آپ دلیلیں پیش کرتے ہیں اسی طریقہ سے خداوند عالم نے اپنے بندے کے سامنے اپنی نشانیوں کو پیش کر کے ارشاد فرمایا کہ ان نشانیوں میں غور و فکر کرو اور سوچو! اپنی معرفت کے لئے جس طریقہ سے خداوند عالم نے بعث و نشر کے منکران کو مخاطب کیا ہے اور اور جس لطف و جہربانی کے طریقے کو استعمال کیا ہے اس سے بہتر ذریعہ معرفت کا ملنا ناممکن ہے چنانچہ ارشاد پروردگار عالم ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنْ**

قتل کی بھی تفسیر کیجئے۔

آل سعود کی یہ منافقانہ روش ہم کو اس دقیق صورت کی یاد دلاتی ہے جس کا ذکر قرآن میں دو صفوں — حق و باطل — کے لئے کیا گیا ہے۔ یعنی حق کی جماعت اپنی قلت و کمزوری کے باوجود متقین و نیک لوگوں کی صف ہے۔ اور باطل کی جماعت کفر، نفاق، ہلڑ سہگامہ، تالی بجانا اور خدا کی طرف جانے سے روکنے کے لئے بے حساب دولت کی خرچ کرنے والی جماعت ہے۔ اور یہ بات فطری ہے کہ خدا مظلومین و مستضعفین کی مدد کرنے والا ہے۔

آئیے ذرا غور سے ان آیات کو پڑھیے۔

۱۔ وَمَا لَهُمُ إِلَّا يَعْذِبُهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الَّذِينَ اتَّقَوْا وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مَكَاةً وَتَصَدِيَةً ۝ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَيْنِفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۝ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (سورہ انفال آیت ۳۳ تا ۳۷)

”اور خدا سے انکا کیا استحقاق ہے کہ اللہ ان کو (معمولی سی بھی) سزا دے جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ یہ لوگوں کو مسجد الحرام (کعبہ کی عبادت) سے روکتے ہیں حالانکہ اس کے متولی رہنے کے مستحق تو صرف وہی لوگ ہیں جو پرہیزگار رہوں مگر ان مشرکوں میں سے بہترے لوگ (اپنی نالائقی کا) علم نہیں رکھتے اور خانہ کعبہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں اور تالیاں بجلنے کے سوا اور کچھ بھی نہ تھی تو ان کافروں پر جب عذاب ہوگا یہ کہا جائیگا کہ تم لوگ جو کفر کیا کرتے تھے اس کے عوض میں اس عذاب کا مزہ چکھو۔ بیشک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ و دین اسلام سے روکیں اور عنقریب یہ

الْبُعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَا كُرْمِينَ نُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عِلْفَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ — اے لوگو! اگر تم کو بعثت کے بارے میں شک ہے (تو ذرا اس بات کو دیکھو کہ) ہم نے تم کو خاک سے پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر لوتھڑے سے پیدا کیا۔ یعنی جس طریقہ سے ہم نے تم کو اب پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ خداوند عالم نے لوگوں پر دین واجب ہی قرار نہیں دیا تو پھر وہابی حضرات یہ کیوں کہتے ہیں؟ (مسلمانوں کو توحید کی طرف دعوت دینا واجب ہے پس ان میں سے جو اقرار کرے اس کی جان و مال محفوظ ہے اور جو اقرار نہ کرے اس کا خون مال اولاد بھی مباح ہیں) تظہیر الاعتقاد ص ۳۵ و ص ۳۶۔

اب آپ ہی بتائیے کہ دین کے بارے میں بدعتی اور گمراہ کون لوگ ہیں۔ وہابی جنہوں نے ان چیزوں کو ایجاد کیا ہے یا امت مسلمہ؟

توحید

خداوند عالم نے اپنے نبی کے وسیلے سے توحید کی حقیقت کو بیان کر دیا اور یہ بتا دیا کہ خدا ضدِ شبیہ، مثل سے مبرا و منزہ ہے۔ خداوند عالم نے توحید کو بہت ہی بسیط معنی کے ساتھ اور واضح معنی کے ساتھ اس طرح بیان کر دیا ہے کہ جس کو ہر عالم و جاہل چھوٹا و بڑا سمجھ سکتا ہے توحید کا مطلب ایمان کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہنا ہے یعنی انسان اس کلمے کو زبان پر جاری بھی کرے اور دل سے تصدیق بھی کرے بس اتنی سی بات کافی ہے اور یہ اتنی واضح حقیقت ہے کہ جس میں نہ کوئی فلسفہ ہے نہ کوئی صنعت ہے نہ کوئی قیاس ہے اور اگر حقیقت توحید اتنی واضح اور بسیط نہ ہوتی تو پیغمبر اسلامؐ بڑھیوں سے اور جنگل میں اونٹ چرانے والوں سے اسلام قبول نہ کرتے بلکہ ان لوگوں کے اسلام لانے سے پہلے اسلام کی وقت دباریکی کو سمجھانے کے لئے درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا انتظام کرتے

تاکہ لوگ اسلام کو پہلے سمجھ لیں پھر ان پر اسلام پیش کرتے اور یا ان لوگوں کو پہلے حکم دیتے کہ تم تحصیل علم کرو یہاں تک کہ درجہ اجتہاد تک پہنچ جاؤ اور تم میں کلمہ لا الہ الا اللہ سے استنباط توحید کی اسی طرح قدرت پیدا ہو جائے جس طرح مجتہد کو اولہ تفصیلیہ کے ذریعہ احکام شرعیہ کے استنباط کی قدرت ہو کرتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ بلکہ توحید ایک واضح سی شے تھی اسی لئے وہابیوں کا یہ قول کہ صرف کلمہ شہادت نفع بخش نہیں ہے اور نہ اس کلمہ شہادت پر ایمان لانا فائدہ مند ہے جب تک کہ کلمہ شہادت کو اس کی تفصیل اور کبیر قاعدوں کے ساتھ نہ مانا جائے (بالکل فاسد اور باطل ہے۔

یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ اسلامی اصول و قواعد صاف و پاکیزہ فطرت انسانی میں مرکوز ہو جاتے ہیں اور وہ اصول ایسے ہیں کہ جن کو ہر فرد بشر سمجھ سکتا ہے اسی لئے وہابیوں نے معنی توحید میں جتنے بھی اضافے کئے ہیں اور جن سے کتابوں، رسالوں کو بھر دیا ہے وہ سب بدعت و ضلالت ہیں اور وہابی حضرات جن بدعتوں سے امت محمد کو متصف کرتے ہیں اس کے زیادہ سزاوار خود وہی لوگ ہیں اور وہ چیزیں انھیں سے مناسبت بھی رکھتی ہیں۔

عبادت

خداوند عالم نے اپنے نبی کے ذریعہ سے عبادت کی ایسی حد بندی کر دی ہے کہ جس کی صحیح تفسیر وحی کے بغیر ناممکن ہے مفہوم عبادت اتنا دقیق و منضبط ہے کہ جس تک نہ کسی عقل ناقد کی رسائی ممکن ہے اور نہ کسی فکر راتب کی۔ آپ ذرا ہمارے ساتھ آئیے اور رک کر اس عجیب رسم کے بارے میں کافی طویل غور و فکر کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس کائنات کے مادہ جو عظیم قدرت ہے وہی اس کی حد بندی کرنے والی ہے نہ آپ کسی چیز سے اس کو مشابہ قرار دے سکتے ہیں اور نہ وہ عظیم قدرت کسی شے کے مشابہ ہے چنانچہ اس قدرت کاملہ نے ہر بالغ و عاقل پر یہ واجب قرار دیا

ہے کہ وہ روزانہ طلوع فجر اور طلوع شمس سے پہلے اپنے بستر سے اٹھے اپنے چہرے کو دھوئے، کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھوئے سر و پیروں کا مسح کرے اور یہ ساری باتیں اک مخصوص طریقہ سے ادا کرے۔

جب اس کام سے فارغ ہو جائے تو اسی معین وقت کے اندر اپنے خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہو اور پورے بدن کو اک مخصوص جہت میں رکھے جس میں انگلی برابر ہیر پھیر نہ ہو پھر صرف دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دو رکعت نماز نہ تو طلوع فجر سے پہلے ہو سکتی ہے اور نہ طلوع آفتاب کے بعد ہو سکتی ہے ان دونوں رکعتوں میں معین الفاظ کے ذریعے سے اپنے خدا کی تسبیح و تقدیس کرے پھر مخصوص طریقے سے رکوع کرے اس کے بعد مخصوص عنوان سے سات اعضا پر سجدہ کرے، داہنے بائیں التفاف نہ کرے نہ الگ حرف کی کمی کرے نہ ایک حرف کی زیادتی اور ان دونوں رکعتوں کے درمیان نہ کوئی حرکت کرے نہ کوئی عمل جب یہ کام کرے تو اپنی ضروریات زندگی میں مشغول ہو جائے اور پھر جب زوال آفتاب ہو تو انہیں حدود و قیود کے ساتھ زندگی میں مشغول ہو جائے اور پھر جب زوال آفتاب ہو تو انہیں حدود و قیود کے ساتھ چار رکعت نماز پڑھے پھر اس کے بعد اسی طرح چار رکعت اور پڑھے اس کے بعد اپنا جو کام کرنا چاہتا ہو کرے اور غروب آفتاب کے بعد پہلے صرف تین رکعت نماز پڑھے اسکے بعد چار رکعت پڑھے تب جا کر کے روزانہ کا فریضہ پورا ہو گا اور یہ کام اسے بلا استثناء ہر شب و روز کرنا پڑے گا ایسا نہیں ہے کہ ہر ہفتہ میں کسی ایک دن یہ عمل کر لیا کرے۔

اس وقت و باریکی کے ساتھ ادائیگی رسم کی دلالت اس بات پر ہوتی ہے کہ جس نے اس رسم کو واجب قرار دیا ہے وہ تمام عقلوں سے مافوق ہے اور وہ ہر صفت میں انتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے اب یہ کون بتا سکتا ہے کہ اس مخصوص طریقہ سے عبادت کرنے کی تاثیر بقا برتوحید میں کس حد تک مفید ہے اور فوہا حش و منکرات کے روکنے میں مدد و معاون ہے۔ اسی طرح پروردگار عالم نے ہر بالغ و عاقل پر ہر سال ایک قمری چھینے کا روزہ واجب قرار دیا ہے جس میں کوئی کمی و زیادتی نہیں ہو سکتی روزہ میں انسان پر واجب ہے کہ

صبح صادق سے لے کر چراغ جلے تک کھانے، پینے، عورتوں سے جماع کرنے سے پرہیز کرے اس میں ایک منٹ کی کمی، بیشی نہیں کی جاسکتی اور نہ مہینے میں ادلا بدلی ہو سکتی ہے۔ حالات جیسے چاہے ہوں۔ روزہ کو قمری مہینے کے حساب سے واجب کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ سال کے ہر فصل میں روزہ پڑے۔ ایسا نہ ہو کہ صرف سردی میں یا گرمی میں پڑتا رہے (اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ہر خطے کے لوگ روزہ کے فیوض و برکات کو حاصل کر سکیں۔ مترجم) روزہ کا مہینہ ختم ہونے کے بعد جس کے پاس اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا خرچ موجود ہو اس پر راہ خدا میں فطرہ دینا بھی واجب ہے۔

اسی طرح ہر تطیع پر عمر بھر میں ایک مرتبہ مخصوص لباس کے ساتھ مخصوص طواف کے ساتھ مخصوص سعی کے ساتھ حج و عمرہ واجب ہے۔ مخصوص جگہوں پر معین اوقات میں 'سونا' خوشبو، عورت، شرکار کا چھوڑ دینا اور اسی قسم کے دیگر شرائط کے ساتھ صرف ایک مرتبہ حج واجب ہے۔

نیز ہر زراعت پیشہ پر سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ دینی واجب ہے بشرطیکہ غلہ نصاب بھر اور دیگر شرائط بھی موجود ہوں اور ہر تاجر و عامل پر سال بھر کے خرچ کے بعد جو بچ جائے اس کا خمس نکالنا واجب ہے۔

اس اختصار سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عبادت کی چند قسمیں ہیں (۱) افعال جیسے نماز جو دن میں پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے (۲) ترک ہر سال ایک ماہ کچھ چیزوں کا چھوڑنا واجب ہے اور وہ ماہ رمضان ہے (۳) افعال و ترک دونوں کا مجموعہ جیسے حج کہ اس میں کچھ چیزوں کا بجالانا ضروری ہے اور کچھ چیزوں کا چھوڑنا ضروری ہے (۴) کچھ عبادتوں کا تعلق مال سے ہوتا ہے جیسے زکوٰۃ کا کار خیر میں صرف کرنا واجب ہے۔ یہ وہ عبادتیں ہیں جو محمدؐ کے ذریعہ امت مسلمہ پر واجب کی گئی ہیں۔ ان کی حقیقت و اجزاء حدود و قیود کو بیان کر دیا گیا ہے نہ ان میں کوئی تبدیلی و تعدیل جائز ہے نہ کاٹ چھانٹ جائز ہے۔ جو بھی ان عبادتوں کو

بجالائے گا وہ خدا کا فرمانبردار بندہ ہوگا اور محمد مصطفیٰ کے احکام پر عمل کرنے والا ہوگا۔

ان عبادتوں کا فاسد ہونا نہ تو قبروں کی زیارت سے مرتبط ہے اور نہ قبروں پر مقبرہ یا مساجد کے تعمیر سے مرتبط ہے اور نہ ان عبادتوں کی صحت قبروں کی زیارت، قبروں پر مقبرہ یا مسجد کی تعمیر، انبیاء سے طلب شفاعت و طلب استغاثہ نہ کرنے پر موقوف ہے اور نہ کسی اور ایسی چیز پر موقوف ہے جس کا ذکر وہابیوں نے کیا ہے اور جو شخص عبادت کی صحت و قبولیت کو توحید کے علاوہ ان چیزوں سے یا ان کے علاوہ کسی اور چیز پر موقوف کرے وہ بدعتی ہے اور ایسا کام کرنے والا ہے کہ جس کا حکم خدا نے نہیں دیا ہے۔

وہابیوں کی بے تکی منطق ملاحظہ فرمائیے یہ عبادت کی صحت کو ترک زیارت، قبور پر موقوف کرتے ہیں، اسی طرح عدم زیارت قبور پر توحید کو موقوف مانتے ہیں لیکن نفس محترمہ کا قتل ان کے یہاں توحید کا منافی نہیں ہے اور نہ صحت عبادت کا منافی ہے۔ یعنی شاعروں نے بہت اچھی بات کہی ہے۔

(قُلْ أُمِرْتُ فِي غَابَةٍ - جَرِيْمَةٌ لَا تُغْتَفَرُ - وَقُلْ شَعْبٍ أَمِينٍ - مَسْأَلُهُ فِيهَا نَظَرٌ)

جنگل میں کسی انسان کا قتل کر دینا ایک ناقابل معافی گناہ ہے اور امن پسند عوام کا قتل کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جو محل نظر ہے۔ لیکن وہابیوں کی نظر میں جو جرم قابل عفو نہیں ہے وہ کسی انسان یا قوم کا قتل کرنا نہیں ہے بلکہ انبیاء و اولیاء کی قبروں کی زیارت کرنا اور کسی مسلمان کا یہ کہنا کہ یا رسول اللہ خدا کے یہاں میری شفاعت فرمائیے، یہ ایسا جرم ہے جو قابل عفو نہیں ہے۔

اے وہابیو! خدا کے دین اور محمد کی شریعت کے بارے میں اللہ سے ڈرو! شریعت کے حسن و جمال کو اپنے تعصب سے بد نما نہ بناؤ۔ لوز شریعت اور قوموں کے درمیان اپنی عقلوں کو حائل مت بناؤ خدا کی حلال کردہ چیزوں کو اپنی طرف سے حرام نہ کرو، اپنے خواہش نفس سے بعض احکام کو بعض سے مت ملاؤ۔ موجودہ مسلمانوں اور قیامت تک ہونے والے

مسلمانوں کو کافر مت قرار دو کیونکہ کسی کا ایمان قوی ہوتا ہے اور کسی کا ضعیف ہوتا ہے اور کسی کا بین بین ہوتا ہے۔ ایمان کے ایک درجہ کے چلے جانے سے پورا ایمان نہیں چلا جاتا ” فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ “

میں دوبارہ پھر کہتا ہوں کہ اسلام کے تمام مبادی صاف و شفاف ہیں۔ سب کے سب فطری ہیں خدا کے لئے ان کو ان کے راستے پر چلنے دو تاکہ خدا کی وسیع زمین میں اسلام پھیل پھول سکے۔ ہمیں اسلام کے پھیلنے کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اسلام کے لئے باعث فخر و زینت بنیں نہ کہ باعث عیب ثابت ہوں۔

پیش کش

میں وہابیوں کے سامنے ایک پیش کش کرتا ہوں کہ انہیں جو سب سے بڑا عالم ہے اور جو سب سے زیادہ اپنے عقیدہ کا دفاع کر سکتا ہے اور دوسروں کے عقائد پر اعتراضات کر سکتا ہے۔ اس کو مسلمانوں کے علماء کے ساتھ ایک جگہ اکٹھا کر کے مناظرہ کرایا جائے۔ ہر شخص اپنے عقیدہ پر دلائل و براہین پیش کرے اور کتاب و سنت ثابتہ اور منطق عقل کی بنیاد پر بہت پرسکون انداز میں دوسرے پر اعتراض کرے اور ایک ایسے شخص کو حکم بنایا جائے جس پر دونوں کو وثوق و بھروسہ ہو اور عقیدہ کے اولہ اور اصول کے مصادر عمومی طور سے معروف و معلوم ہوں۔ جو کچھ بھی اختلاف ہو وہ سمجھ کا ہو۔ اور اصل سے استنباط حکم کرنے کا ہو۔ اس کے بعد ہم کو اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر نتیجہ میں ایک اجنبی حکم ثابت ہو جائے جب تک اصول عقیدہ کے ساتھ اسباب معرفت کار فرما ہوں، اور فہم سلیم پر اطمینان و بھروسہ ہو اور انصاف و عدم انحراف پر مبنی ہو۔ اس کے بعد دلیلوں سے جو بھی غالب آبلے وہی مسلمان اور مومن مانا جائے۔ اور جو مغلوب ہو جائے وہی گمراہ و بدعتی ٹھہرایا جائے۔

یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر وہابی حق پر ہیں تو ان کو بے چون و چرا ہماری پیش کش کو تسلیم کر کے ہمارے ساتھ مناظرہ پر تیار ہو جانا چاہیے (مترجم)

محمد ابن عبدالوہاب

وہابیت کے بانی جنکی طرف وہابی مذہب منسوب ہے یہی محمد بن عبدالوہاب ہیں۔ بارہویں صدی ہجری کی دوسری دہائی میں نجد کے ایک شہر — جس کو عینہ کہا جاتا ہے — میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ اسی شہر میں قاضی تھے اور اس وقت اس شہر کے حاکم کا نام عبداللہ بن معمر تھا۔

موصوف نے علوم دینیہ کے مبادی اور کچھ فقہ اپنے باپ سے پڑھا۔ اس کے بعد حجاز چلے گئے اور چند مہینے وہاں پر اقامت پذیر رہے۔ مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں وہاں کے بعض شیوخ سے کچھ استفادہ کیا۔ اس کے بعد پھر نجد آگئے لیکن ابھی یہاں مستقر نہیں ہو پائے تھے کہ بصرہ چلے گئے۔ اور جب انھوں نے بصرہ میں اپنے عقائد کا اظہار کیا تو وہاں کے لوگوں نے نہ صرف یہ کہ ان کو پسند نہیں کیا بلکہ انکو وہاں سے نکال دیا وہاں سے بھاگ کر یہ پھر نجد اپنے باپ کے پاس آگئے۔ اس وقت ان کے باپ عینہ چھوڑ کر حرملیہ آچکے تھے۔ اور مرتے دم تک ان کا قیام حرملیہ ہی میں رہا۔ موصوف کے والد کا انتقال ۱۱۲۲ھ میں حرملیہ میں ہوا۔

تاریخ الوسی میں ہے کہ ان کے والد ان سے راضی نہیں تھے بلکہ ان کو ان کے عقائد پر بہت ڈانٹا پٹھکا رہا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد حرملیہ والوں نے بھی ان کے ساتھ بدسلوکی کی اور ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ اس وقت یہ بھاگ کر پھر اپنی جائے پیدائش عینہ میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے وہاں کے حاکم عثمان بن معمر سے یہ معاہدہ کیا کہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ لہذا حاکم نے

محمد بن عبدالوہاب کو اپنے عقائد کے اظہار میں کھلی چھوٹ دے دی اور نشر و اشاعت کی عام اجازت بخش دی۔ لیکن اسی کے ساتھ حاکم وقت نے ان سے وعدہ لے لیا کہ آپ اپنے مختلف ذرائع و وسائل کو استعمال کر کے پورے نجد پر میری حکومت قائم کرائیں کیونکہ اس وقت نجد چھ یا سات حکومتوں میں بٹا ہوا تھا ایک حکومت عینیہ کی بھی تھی۔

دونوں کے روابط کو مضبوط کرنے کے لئے حاکم وقت نے اپنی بہن کی شادی بھی ان سے کر دی۔ حاکم وقت کی بہن کا نام جوہرہ تھا۔ شادی کے بعد عبدالوہاب نے کہا: میں امید کرتا ہوں خدا آپ کو پورے نجد اور اس کے ساکن باشندوں پر حکومت عطا کر دے۔ اس طرح یہ محمد عبداللہ پر ایمان لائے کہ خدا وہاں کے باشندوں اور ان کے مملوکات کو ان کے ساتھیوں کو عطا کر دے اور یہ ان سب کو خدا کے بجائے اپنے دوستوں کا غلام بنا دیں۔ یہ ہمیشہ توحیدِ خالص کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اب رہا ہم شیعوں کا معاملہ تو محمد بن عبدالوہاب اور ان کے معتقدین کی نظر میں ہم لوگ مشرک ہیں۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ سب لوگ آزاد ہیں اور خدا نے ایک انسان کو دوسرے کا غلام نہیں بنایا ہے۔ اور خدا ہی ہدایت، عقل، صحت اور خیر کا عطا کرنے والا ہے۔ لیکن شر، ظلم، جان و مال پر حکومت شیطان کی طرف سے ہے رحمان کی طرف سے نہیں ہے۔ ہم خدا کو عادل مانتے ہیں اور ان تمام چیزوں سے منزہ مانتے ہیں جنکی نسبت ظالمین خدا کی طرف دیتے ہیں۔

اس طرح محمد عبدالوہاب اور حاکم وقت کے درمیان معاہدہ کی ابتدا ہوئی۔ اور ایک کے بعد ایک معاہدہ ہوتا رہا۔ لین دین کا عنوان جاری رہا اور قیمت دین و پبلک تھی اور جوہرہ کی شیخ سے شادی اس معاہدہ کا اثبات اور وفا کی ضمانت تھی۔ محمد بن عبدالوہاب

نے ایک دنیا پرست شخص کے لئے اور اس کی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے بغیر اس کی عدالت پر یقین کئے یا حالات کو بہتر بنانے کا پیمانہ لئے بغیر، لوگوں کی راحت اور عمل صالح کی عمومی آزادی کے معاہدہ کئے بغیر دین کو اس کے تابع بنا دیا۔ بلکہ ان چیزوں کے برخلاف اس شخص سے یہ وعدہ کر لیا کہ میں نجد اور اس کے عربوں کو تمہارا غلام بنا دوں گا۔

بہر حال حاکم وقت اور شیخ کا گٹھ جوڑ زیادہ دن نہیں چل سکا۔ اس گٹھ جوڑ کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ شیخ کی جوہرہ سے شادی ہو گئی اور زید ابن خطاب کی قبر کو مسمار کر دیا گیا اور محمد ابن عبدالوہاب کی دعوت ”جس پر ان کے باپ نے ٹھکارا بھی تھا اور بصرہ والے اور حرملیہ والے ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے تھے“ کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتنہ و فساد کی بھرمار ہو گئی۔

ابھی دونوں کے گٹھ جوڑ کو کچھ مدت گزری تھی کہ سلیمان الحمیدی — احساء و قطیف کے امیر و حاکم — نے عثمان بن معمر کو حکم دیا کہ شیخ کو قتل کر دو۔ فیلسی نے تاریخ نجد کے ص ۳۸ پر تحریر کیا ہے کہ عثمان نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے مہمان سے کسی نہ کسی طرح چھٹکارا حاصل کروں چنانچہ اس نے شیخ کو بلا کر حکم دے دیا آپ جہاں جانا چاہتے ہوں چلے جائیں چنانچہ شیخ صاحب نے درعیہ کو پسند کیا۔ اور عثمان نے شیخ کے ساتھ ایک فرید نامی شخص کو بھی بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ راستہ میں موقع پا کر کہیں شیخ کو قتل کر دو۔ لیکن فرید اپنے ارادہ سے باز رہا اور شیخ کو کچھ نقصان پہنچانے بغیر واپس آ گیا۔

شیخ صاحب ^{۱۱۶۰}ھ میں جب درعیہ پہنچے تو اس وقت وہاں کا حاکم محمد بن سعود — سعودیوں کا جد — تھا یہاں بھی شیخ نے جس طرح حاکم عینیہ سے گٹھ جوڑ کی تھی اسی طرح کا معاہدہ محمد بن سعود سے کیا۔ اور زبانی طور سے شیخ نے نجد اور

اس کے باشندوں کو بہہ کر دیا جیسا کہ اس سے پہلے ابن معمر کو بھی یہ دونوں چیزیں دے چکے تھے اور محمد بن سعود سے یہ بھی وعدہ کر لیا کہ سیکس کی صورت میں اس کو جو آمدنی ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ آمدنی مال غنیمت اور جنگ سے چھینی ہوئی چیزوں سے ہو جائے گی بلکہ بس صرف اتنی شرط ہے کہ امیر، شیخ کو اپنی دعوت کے عام کرنے کے لئے اجازت دے دیں کہ جو بھی طریقہ اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ — راویوں کا بیان ہے کہ سعودی امیر نے محمد بن عبدالوہاب کی فی سبیل اللہ قتال پر بیعت بھی کر لی تھی۔ — اور ظاہر سی بات ہے کہ ان دونوں نے مل کر مشرق یا مغرب میں کسی غیر مسلم ملک کو فتح نہیں کیا۔ بلکہ یہ دونوں صرف ان مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے جو محمد ابن سعود کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ — یہ معاہدہ یا یہ معاملہ۔ — اور اس سے پہلے ابن معمر سے اسی قسم کا معاہدہ۔ — اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ابن عبدالوہاب کی تبلیغ اور دعوت کس قسم کی تھی۔ کلم از کلم اتنی بات تو بہر حال تھی کہ ان کو نہ تو مسلمانوں کے مشکلات کے حل کرنے کی فکر تھی اور نہ مسلمانوں کے انجام سے جیسا کہ صالح رسالتوں میں ہوا کرتا ہے، وہ ان کے یہاں نہیں تھا۔

جب محمد ابن عبدالوہاب کو اس معاہدہ سے اپنے قوی و طاقتور ہونے کا احساس ہو گیا اور یہ سمجھ لیا کہ سعودی حکومت ان کی پشت پناہی کرتی رہے گی تو انھوں نے اپنے مریدوں اور مددگاروں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ اور سب کو جہاد پر ابھارا۔ اور اس پاس کے شہروں کے باشندوں کو لکھا کہ میری دعوت کو قبول کر کے میری اطاعت کرنے لگو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا تمہاری عورتوں کو بیوہ بنا دیا جائے گا تمہارے بچوں کو یتیم کر دیا جائے گا۔ — آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ کتنی آسان شریعت ہے اس کی تعلیمات

ان کو اور خرچ کریں گے (مگر) پھر بھی ان کے لئے سبب رنج و ندامت بن جائیں گے بعد ازاں (آخر) یہ لوگ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے یہ سب جہنم میں اکٹھا کئے جائیں گے تاکہ (اس صورت سے) وہ ناپاک (کافروں) کو پاک (ایمان والوں) سے جدا کر دے اور ناپاک (کافروں) کو انھیں سے بعض کو بعض پر تلے اوپر رکھ کر ان سب کا ڈھیر لگانے کے بعد اس پورے ڈھیر کو جہنم میں جھونک دے درحقیقت یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔“.....

پس یہاں پر ایک صف ان کافروں اور منافقوں کی ہے جو بیت الحرام سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر حاکم ہیں اور یہ لوگ اپنی پوری قوت اس سے روکنے کے لئے صرف کرتے ہیں۔ یہاں نماز بھی پڑھتے ہیں مگر ان کی نماز پحیح پکار، سیٹی بجانا، غل غپاڑہ کرنا اور تالی بجانے کے علاوہ کچھ بھی تو نہیں ہے۔ یہ تو خانہ کعبہ اور اس کے رب کے درمیان حائل ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں ان پر شدید عذاب کیا جائے گا۔ اور انھیں لوگوں کی جو شیطان کے دوست ہیں ایک دوسری صف بھی ہے کہ یہ وسیع مالی قدرت رکھتے ہوں گے اور اس کو راہ خدا سے روکنے، حق کی آواز کو خاموش کرنے کے لئے استعمال کرتے ہوں گے۔ لیکن ان کے نتیجہ میں ان کو شکست و حسرت نصیب ہوگی اور آخری ٹھکانا تو جہنم ہے ہی۔

دو دنوں صفوں میں اس طرح تمیز ہو جاتی ہے۔ ایک صف تو شیطان کی طرح خبیث ہے اور دوسری رحمان کی طرح طیب ہے۔ اور جب خبیث صف اپنی تمام طاقتوں کو یکے بعد دیگرے جمع کرتی ہے۔ اور اسکے بازو صفِ توحید کے خلاف نبرد آزما ہونے لگتے ہیں تو پھر یقینی طور سے ان کو نقصان و خرابہ ہوتا ہے۔ اور دو خبیثوں کا جمع ہونا ضعف کو بڑھاتا ہے۔ کیونکہ ایک خبیث جزر میں ہو سکتا ہے دوسرے تمام اجزاء کے گناہ بھی انکے سر آجائیں اسلئے ان کا بظاہر ایک جگہ اکٹھا ہونا ایک ریت کا ٹیلہ ہے جو ہواؤں کے جھونکے سے اڑ سکتا ہے اور آخر کار اس کی دنیاوی ترقی تنزل میں بدل سکتی ہے اور آخرت میں گھاٹا ہے ہی۔

کتنی روشن ہیں! ان کی نیت میں کتنی صفائی و خلوص ہے! کتنے اچھے اخلاق کے مالک ہیں! یہی وہ عادل و صالح و پراز حکمت نظام! ہے جس کے وہابی مدعی ہیں۔ اور یہی محمد عبدالوہاب کا بالذات مبدع ہے جس کو وہ کسی بھی مصلحت کی بنا پر چھوڑ نہیں سکتے اسی کے لئے عیینہ میں ابن معمر سے معاہدہ کیا تھا۔ اس کے بعد ابن سعود سے درعیہ میں بھی اسی مقصد کے لئے عہد و پیمانہ باندھا تھا۔ وہ ہر اس حکومت کے ساتھ معاہدہ کرنے پر تیار تھے جو ان کی تبلیغ میں مددگار ثابت ہو سکے۔ جو لوگ وہابیت کو قبول کرتے تھے ان سے یہ بطور ٹیکس دس جانور، کچھ نقد رقم کچھ سونا چاندی وصول کرتے تھے۔ اور جو ان کی بات نہیں مانتا تھا اس سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرتے تھے لوگوں کو قتل کرتے تھے۔ اموال کو لوٹ لیتے تھے، بچوں کو غلام و کینز بنا لیتے تھے۔

لیکن شیخ محمد عبدالوہاب کو ابن سعود سے بہتر مددگار نہیں مل پایا اور خود ابن سعود کو بھی یہ یقین تھا کہ شیخ کی تبلیغ کی مدد کرنا خود اس کی مدد ہے وہ مال غنیمت اور چھینے ہوئے اموال جنکا شیخ نے وعدہ کیا تھا، ٹیکس کی آمدنی سے کہیں زیادہ ثابت ہوئے: جو مال غنیمت یہ لوگ حاصل کرتے تھے، وہ اونٹ و بکریاں تھیں جو صحرائے نجد میں رہنے والے امن پسند مسلمانوں کا سرمایہ حیات تھیں خصوصاً اونٹوں پر وہاں کے باشندوں اور انکے بال بچوں کی زندگی کا انحصار تھا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب اپنے مددگاروں اور مریدوں کے ساتھ نجدی عربوں پر حملہ کر کے ان کا سرمایہ حیات لوٹ کر درعیہ واپس آجاتے تھے اور اپنے پیچھے بے شمار لاشیں لا تعداد بیوائیں اور یتیموں کا قافلہ چھوڑ آتے تھے انتہا یہ ہے کہ مکانات کو بھی مسمار کر دیا کرتے تھے شیخ کا طریقہ کار یہ تھا کہ مال غنیمت کا پوتھا تھا ان مسلمانوں پر تقسیم کر دیا کرتے تھے جو ان پر ایمان لائے تھے اور ایک حصہ خزانے میں جمع کر دیا کرتے تھے جس کو حسب ضرورت و مصلحت وہ خود اور امیر سعودی صرف کیا کرتے تھے۔

عبداللہ فیلیبی اپنی تاریخ نجد کے ص ۴۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ امام محمد بن عبدالوہاب

نے اپنے طلبہ کے ذہنوں میں جہاد مقدس کے فریضہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر دیا تھا۔ اکثر لوگوں نے اپنی مقدس تعلیمات کو جہاد ہی میں حاصل کیا۔ شیخ کی یہ تعلیم عربوں کی جبلی لوٹ مار کی عادت سے بہت ہی زیادہ ہم آہنگ تھی۔ اسی طرح سال دو سال گزر جانے کے بعد شہروں کے معاملات میں شیخ کے ساتھ بادشاہ بھی شریک ہو گیا اور یہی لوگ گویا موسس و موجد بن گئے۔

اسی وقت سے آج تک ہروہابی کا عقیدہ یہی ہو گیا ہے کہ انسانوں کے لئے صرف دو راستے ہیں یا وہابیت یا تلوار، کیونکہ عربوں کی لوٹ مار کی عادت کی تکمیل اسی عقیدہ پر منحصر تھی چنانچہ ۱۳۴۵ھ میں چودہ علماء نے شاہ عبدالعزیز سے یہ مطالبہ کیا کہ احساہ اور قطیف کے شیعوں کو شرک کے چھوڑنے پر مجبور کیا جائے یعنی ان کو جبراً وہابی بنایا جائے اور ان کے لئے ایک وہابی پیش نماز رکھا جائے مسجد حمزہ اور مسجد ابی رشید اور تمام امامباڑوں کو ڈھا دیا جائے اور جو شخص بھی وہابیت اختیار نہ کرے اس کو ملک بدر کر دیا جائے اور جب یہ لوگ شہروں کو چھوڑ کر چلے جائیں تو ان کے سارے اہلک کو وہابیوں کی ملکیت قرار دے دیا جائے یہ ان لوگوں نے وہی کام کیا جو صہیونیوں نے فلسطینی عربوں کے ساتھ کیا محمد عبدالوہاب کے مقلدین چمچ چمچ کر یہ کہتے تھے ”نہ عدالت نہ صلح، نہ رحم، نہ انسانیت، نہ زندگی کچھ بھی نہیں صرف وہابیت یا تلوار“ اس سنتِ سیدہ کا گناہ محمد عبدالوہاب کی گردن پر آج سے لے کر قیامت تک رہے گا۔ کیونکہ اس نے وہابیت کی بنیاد قتل و غارتگری پر رکھی ہے۔

جس سال یعنی (۱۲۵۵ھ) میں شیخ محمد عبدالوہاب اور سعودی امیر کے درمیان میں معاہدہ ہوا ہے اس وقت سے آج تک دونوں کی نسلوں میں آپسی تعاون ہے

۱۔ سید امین کی کشف الارتیاب میں اخبار ”الرای العام الدمشقیہ“ شمارہ ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ سے منقول ہے۔

مثلاً عہدوں کی تقسیم مال غنیمت کا بٹوارہ پھر عیش و لذت کی زندگی۔

میں ایک بات یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ محمد عبدالوہاب دینی قائد اور اسلامی رہبر تھے یا جاہ پسند اور شہرت پسند قسم کے لیڈر تھے جنہوں نے وہابیت کو اپنے حصول مقصد کا ذریعہ بنایا تھا؟

اس سوال کا جواب دو باتوں پر موقوف ہے ایک تو یہ کہ ہم کو دینی قائد کے خصوصیات معلوم ہوں اور اس میں اور دنیاوی لیڈر میں کیا فرق ہوتا ہے یہ معلوم ہو دوسری چیز یہ کہ محمد بن عبدالوہاب کی تاریخ سیرت کو غور سے پڑھا جائے اور پھر یہ دیکھا جائے کہ کیا دینی قائد کے خصوصیات ان پر منطبق ہوتے ہیں کہ نہیں؟

آئیے دینی قائد کے خصوصیات و علامات و فرائض کو دیکھیں کہ کیا ہوتے ہیں۔ تو سب سے پہلی چیز تو یہ ہونی چاہئے کہ عقیدہ کی بنیاد اختیار اور لوگوں کو قانع کر دینے پر رکھی جائے اس میں جبر و تلوار کا کہیں سے ثنائیہ نہ ہو بلکہ اور عقیدہ کی ترویج کتاب و قلم کے ذریعہ سے ہو اگر فتویٰ پوچھا جائے تو اس کا جواب دے، عالم ہو، واعظ ہو، حکمت اور موعظ حسنہ کے ذریعے اپنے رب کی طرف دعوت دینے والا ہو، مخالفین سے بطور

س: بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اسلام میں بھی جبر و تلوار ہے چنانچہ اسلام نے مرتد کو قتل کر دینے کا حکم دیا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہاں! مرتد کو قتل کر دینا جائز ہے کیونکہ اسلام لا کر اس نے اپنی حفاظت کا جو معاہدہ کیا تھا اس نے خود ہی اس معاہدہ کو توڑ دیا اور جو بھی شخص معاہدہ کی تکمیل کے بعد عہد نامہ کی خلاف ورزی کرے وہ مجرم ہے جیسے قاتل و چور اور مرتد نے بھی یہی کام کیا ہے لہذا وہ سزا کا مستحق ہے اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے کہا ہے کہ مسلمان اگر مرتد فطری ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے اور توبہ کرنے کے باوجود بھی حد ساقط نہیں ہوگی جیسے کوئی زنا اور چوری سے توبہ کرے تو اس کی حد توبہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

احسن مجادلہ کرنے والا ہو، دینی شعائر کا زندہ کرنے والا ہو، آپسی اختلافات کو دور کرنے والا ہو، جنگوں کے خلاف اقدام کرنے والا ہو، دلوں کو صاف کرنے والا ہو، محبت اور بھائی چارگی کو پھیلانے والا ہو، وسیع القلب ہو، کسی مخلوق کو اذیت پہنچانے والا نہ ہو، تمام لوگوں کے لئے خیر چاہنے والا ہو، یہاں تک کہ جو لوگ رائے و عقیدہ میں اس کے مخالف ہوں ان کے لئے خیر چاہنے والا ہو، لوگوں کی نیک بختی کے لئے کام کرنے والا ہو، لوگوں کے لئے قربانی دینے والا ہو، جہاں کہیں بھی شر ہو اس کی مخالفت کرنے والا ہو، امانت دار، پرہیزگار اور زاہد ہو، جو مل جائے اس پر راضی رہے، خواہشات اس پر غالب نہ آنے پائیں، لالچ اس کے دین پر غالب نہ آنے پائے، پارٹی بندی سے بہت دور ہو، اس کے ارد گرد ناکارہ اور بے کار لوگ نہ ہوں، جہاد پر آمادہ کرنے والا ہو، خیر و ہدایت کے علاوہ دنیا داروں کا کسی طرح مدد کرنے والا نہ ہو، اس بات پر پختہ عقیدہ رکھنے والا ہو کہ تفرقہ کا جو بھی سبب ہے وہ دین اور امت کے دل میں زہریلے نیزہ کا کام کرنے والا ہے، مختصر یہ ہے کہ اپنے واجبات سے پیچھے نہ ہٹے چاہے اس کی جتنی قیمت دینی پڑے۔ دینی قائد اور اسلامی رہبر اس طرح کا ہوتا ہے تو کیا محمد بن عبد الوہاب ایسے تھے؟ ہم جو اب خود تاریخ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ صاحب خلافتہ الکلام کہتے ہیں (جب محمد عبد الوہاب طاقتور ہو گئے تو اہل بادیہ ان سے ڈرنے لگے) ظاہر سی بات ہے کہ دینی قائد سے کوئی ڈرتا نہیں بلکہ ڈرنے والوں کا وہ ملجا و ما دنی ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے: لوگوں میں سب سے برا وہ ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے ڈریں۔ رفاء بیگ کے حالات میں (مسلطرون) کے جغرافیہ میں ہے: ابن عبد الوہاب نے اپنی دعوت کو تلوار کے ذریعہ تقویت پہنچائی — تاریخ ابن بشر میں ہے: ابن عبد الوہاب نے جہاد کا حکم دیا اور اس پر اپنے مریدوں کو ابھارا اور انھوں نے اس کے حکم کی اطاعت کی چنانچہ پہلا لشکر ان کا سات اونٹوں پر مشتمل تھا۔ ظاہر ہے کہ

اس لشکر نے ان مومنین کے شہروں پر حملہ کیا جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے تھے! اوسی کی تاریخ نجد میں ہے: ابن عبدالوہاب نے اہل نجد — جو سب کے سب مسلمان تھے — کو لکھا تو بعضوں نے اطاعت کی اور بعضوں نے اس پر کان بھی نہیں دھرا تو ابن عبدالوہاب نے درعیہ والوں کو حکم دیا کہ ان سے جنگ کر دینا چہ ان لوگوں نے جنگ کی (کشف الارتباب سید امین — اور تاریخ الدولة السعودیۃ امین سعید)

محمد ابن عبدالوہاب کے ایک بھائی تھے جن کا نام شیخ سلیمان بن عبدالوہاب تھا اور وہ حریمہ میں قضاوت کے منصب پر فائز تھے اور اپنے باپ کی طرح اپنے بھائی کی رائے کے مخالف تھے انھوں نے محمد ابن عبدالوہاب کی رد میں ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام ”الصواعق الالہیۃ فی الرد علی الوہابیۃ“ ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ بیروت کے مکتبۃ المقاصد میں موجود ہے۔ میں نے بھی ابدار میں اس کتاب کی بعض چیزوں کا حوالہ نقل کیا ہے۔ یہ کتاب اپنے مولف کے علم اور وسعت اطلاع پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے درس و تدریس میں بڑی محنت کی ہے اور بحث و مباحثہ میں بڑا وقت صرف کیا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب الصواعق کے ادل میں اپنے بھائی کو جاہل و گمراہ بتایا ہے۔

اس کتاب کے ص ۴ طبع ۱۳۰۶ھ پر تحریر کرتے ہیں: آج لوگ ایسے شخص میں گرفتار بلا ہیں جو اپنے کو کتاب و سنت کی طرف منسوب کرتا ہے اور ان دونوں (قرآن و سنت) کے بارے میں اس کو کچھ زیادہ معلوم نہیں ہے۔ اس کو اپنے مخالفین کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اگر اس سے کہا جائے کہ تم اپنا کلام علماء کے سامنے رکھو تو اس پر تیار نہیں ہوتا اس کے برخلاف لوگوں پر اپنی بات کے ماننے کو واجب کہتا ہے اور جو اس کی مخالفت کرے اس کو کافر سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس کے اندر اہل اجتہاد کے خصوصیات میں سے ایک خصوصیت بھی موجود نہیں ہے۔ خدا کی قسم ایک کیا بلکہ ایک کا! بھی حاصل نہیں ہے بلکہ اس

کے باوجود اس نے اپنے کلام کو جاہلوں میں خوب رائج کیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔
پوری امت ایک زبان ہو کر چیخ رہی ہے مگر وہ کسی کی سننا ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ سب کو
کافریا جاہل سمجھتا ہے۔ پروردگار اس گمراہ کو تو ہدایت دے اور اس کو دوبارہ حق کی طرف
پلٹا دے۔

جو شخص ابن عبدالوہاب کی پوری زندگی یا اس کے کچھ حصہ کا مطالعہ کرے گا اس کو
یقین ہو جائے گا کہ ان کے حکم سے ان کے چیلے چا پڑامن پسند مسلمانوں پر حملے کیا کرتے
تھے اور زمین پر ان نجدیوں کی لاشوں کا فرش بچھا دیتے تھے۔ جنکی مدد و حمایت اور
جن سے مواسات کرنا پڑوسی ہونے کی وجہ سے شیخ پر واجب تھا۔۔۔ اور اس بات
کا بھی یقین ہو جائے گا کہ شیخ اور ابن سعود میں معاہدہ کا سب سے پہلا مقصد قتل و غارت
کے ذریعہ حکومت کو وسیع کرنا تھا۔ بھلا یہ کس طرح اسلامی فعل کہا جاسکتا ہے؟ اور
علمائے اسلام ایسا اقدام کر بھی نہیں سکتے بشرطیکہ عالم ہوں اسلام کا مقصد تو اس ظلم کا مقابلہ
کرنا تھا جو جاہلیت والے ایک دوسرے پر حملہ کی صورت میں کیا کرتے تھے جناب ابن عبدالوہاب
نے اسی رسم جاہلیت کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

یہ صحیح ہے کہ سنہ ۱۹۲۰ء میں نجف اشرف و جامعہ ازہر کے علمائے جہاد کا فتویٰ
دیا تھا اور یہ حضرات بذات خود جنگ میں شرکت کے لئے تیار تھے اور اسلحہ لے کر حملہ آور
ہوئے تھے مگر یہ سب انگریزوں کے خلاف تھا جنہوں نے مصر و عراق کو اپنی نوآبادی بنا
رکھا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔

اور سب سے زیادہ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے حالات
زندگی کا مطالعہ کرنے والا ان کی تحریروں یا تقریروں میں نہ تو زمین کی آباد کاری اور نہ صلح
و آسانی، نہ غریبوں کی حاجت روائی کا کوئی صریح ذکر پائے گا اور نہ عدالت اجتماعیہ اور
وضع زندگی کو بہتر بنانے کی طرف کسی بھی قسم کا اشارہ ملے گا۔ انھوں نے ان چیزوں کی

طرف توجہ ہی نہیں کی حالانکہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کی مفلسی و پریشانی کو دیکھتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے۔ ان کی تنگ دستی کو جانتے تھے کہ ان لوگوں کے رزق کا دار مدار صرف اونٹوں اور بکریوں پر ہے۔ اگر کبھی قحط پڑ جاتا تھا، آسمان سے بارش نہیں ہوتی تھی تو یہ بے چارے عرب ننگے بھوکے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ اتنے اثر و نفوذ کے باوجود ان باتوں کی طرف کبھی توجہ نہیں دی۔ تاریخ نجد کے مولف فیلیبی کہتے ہیں: محمد بن سعود اور ان کے دلی عہد عبدالعزیز کسی اہم امر کی انجام دہی شیخ کی موافقت کے بغیر نہیں کرتے تھے۔

شیخ کا لوگوں کی اصلاح حال سے غفلت کرنا اور ان کے عیش و زندگی کو بہتر بنانے کی طرف توجہ نہ کرنے کی صرف دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ۱۔ ان کو اس کی کوئی فکر نہیں تھی کہ لوگ سعید و نیک بخت ہوں یا مفلسی و پریشانی میں زندگی بسر کرتے رہیں۔ ان کی تو ٹھاٹھ سے گزر ہی رہی تھی۔ ۲۔ اور زیادہ روح اسلام مقیاس خیر، اسباب ترقی سے جاہل محض تھے جو لوگ اسلام کے مقاصد کو جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ خدا سے قریب وہ لوگ ہیں اور سب سے زیادہ خالص عبادت و توحید ان لوگوں کی ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کے لئے نفع بخش ہوں۔ ان کے اصلاح حال میں سب سے زیادہ مفید ہوں، ان کی تکالیف کو سب سے زیادہ کم کرنے والے ہوں۔ اور سب سے زیادہ خدا سے دور وہ شخص ہے جو لوگوں کا خون بہائے، لوٹ مار کرے، لوگوں کی اولادوں کو غلام و کنیز بنائے اور دین کو اپنی خواہش و مرضی کے مطابق استعمال کرے۔

محمد بن عبدالوہاب نے اپنے پیروکاروں کی تربیت اس طرح کی تھی کہ وہ کسی ایسی

شخص سے زیادہ کسی کو ذلیل و کمزور نہیں سمجھتا جو اپنے تمام اختلافات میں دین کو شامل کر دے اور تمام خواہشات میں بھی اور اس شخص سے زیادہ منافق و ذلیل کسی کو نہیں جانتا جو اگر طاقتور ہو جائے تو دین و ضمیر کے مقدرات کو روند ڈالے۔

چیز کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے جس سے لوگوں کو خیر و منفعت نصیب ہو اور نہ وہ تعصب کے علاوہ کسی اور چیز کا اہتمام کرتے تھے ان کا مطمع نظر لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو مشرک بنانا تھا۔

اس لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ ہم کو یہ تمیز کرنا چاہیے کہ کون واقعی اہل دین ہے اور کون ہے کہ جس نے دین کو صرف مقصد برآری کے لئے اختیار کیا ہے۔ ہمارے لئے واجب ہے کہ نہ تو فوراً کسی کو متہم کر دیں اور نہ جب تک معتبر ترین ذرائع سے کسی کی سیرت کو نہ پہچان لیں اس پر بھروسہ بھی نہ کریں ہمارا فریضہ ہے کہ ہر دین و عقیدہ کے بارے میں شک و ریب میں مبتلا رہیں اور لوگ جس کو بھی امام مصلح یا امام فاسد و گمراہ کہتے ہوں جب تک حقیقی واضح طور سے واضح نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر اعتماد نہ کریں اور یہ بات بحث و تمحیص کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ محمد بن عبدالوہاب کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرنے والا سب سے پہلے یہ دیکھے گا کہ موصوف جبر و زور کے ذریعہ صرف مسلمانوں پر اپنی رائے لادتے تھے۔ اور یہ بات دنیا جانتی ہے کہ چاہے جس عقیدہ یا رائے کا آدمی ہو اگر وہ دوسروں پر زبردستی اس کو لاگو کرنا چاہے گا تو وہ خود ہی اپنے لئے فیصلہ کر لے گا کہ وہ باطل پر ہے۔

محمد بن عبدالوہاب تو اس دنیا سے ۳۶۰ھ میں سدھار گئے لیکن ان کی اولاد انہیں کے راستے پر چلتی ہوئی فرزند ان سعود کی ناصر و مددگار رہی ہے اور اولاد سعود بھی ان کی مدد کرتے رہے ہیں ابن سعود نے جن عہدوں پر ان کے باپ کو فائز کیا تھا انہیں عہدوں پر اولاد ابن سعود ان کی اولاد کو فائز کر رہی ہے بلکہ زمانہ کے بدل جانے کی وجہ سے کچھ اور اس میں اضافہ ہی ہوا ہے۔

میں اس فصل کو اپنے ایک سوال پر ختم کرتا ہوں جو میرے ذہن میں آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: وہابیوں کا دعویٰ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب صرف وہی سمجھتے ہیں.....

لیکن ظاہر سی بات ہے کہ اس کلمہ کی دلالت جس بات پر سب سے پہلے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ زبردستی دوسروں پر حکومت کرے اور جس بات کو اس کی عقل اور اس کا دل نہ قبول کرتا ہو اس کو دوسروں پر جبراً لازم نہ کرے۔ اس لئے میں پوچھتا ہوں کہ وہابیوں نے ان دونوں — لا الہ الا اللہ پر ایمان اور ان کا بنیادی عقیدہ کہ یاد ہا بیت یا تلوار — کو کیسے جمع کر دیا ہے؟ اور اس عقیدہ اور اس دعویٰ میں کہ وہابی لوگ دنیا والوں کو خیر کی طرف اور جس میں ان کا فائدہ ہے اس کی طرف کیسے رخ رہے ہیں کیونکہ جمع کیا ہے؟ حالانکہ ان کے بنیادی عقیدہ کا دائرہ رعبض، کینہ، انتشار، فتنہ، جنگ بلکہ دنیا بھر کے فساد پر ہے۔

کچھ اور بھی سوالات ہیں مگر اختصار کی وجہ سے میں ان کو چھوڑتا ہوں۔ اور ابھی میں اس فصل کو ختم کر کے دوسری فصل میں نہیں پہنچا تھا کہ بغیر کسی تلاش و جستجو کے میرے ذہن میں چند مزید سوالات پیدا ہو گئے ہو سکتا ہے میں سب کے سب کو کتابی صورت میں تحریر کر دوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف بعض ہی کو تحریر کر دوں۔

اس وقت میرے ذہن میں ایک دوسرا سوال اور بھی آ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو مسلمان قبروں کی زیارت کے قائل ہیں اور جو یہ کہتے ہیں اے رسول خدا میری شفاعت فرمائیے اور ان کے درمیان اور دوسروں کے درمیان مثلاً عیسائیوں میں بہت سی جنگیں پہلے بھی ہوئی ہیں اور بعد میں بھی تو کیا یہ جنگیں کافروں کی کافروں سے ہوئی ہیں یا مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں ہوئی ہیں۔ اگر یہ جنگیں کافروں کافروں میں ہوئی ہیں تو صلیبی جنگیں اور اس قسم کی دیگر جنگوں کو مسلمانوں کی تاریخ سے خارج کر دینا چاہیے اور ان سب کو اسی قسم کی جنگ سمجھنا چاہیے جیسا کہ وہابیوں نے مسلمانوں پر حملے کئے ہیں۔ اور اگر یہ جنگیں مسلمانوں اور کافروں میں ہوئی ہیں تو پھر محمد بن عبدالوہاب کن لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں؟ اور اس طرح موصوف کی ساری تقریریں اور تحریریں خرافات کا دفتر ہو جائیں گی۔

آل سعود

پندرھویں صدی عیسوی میں قبیلہ عنینزہ میں ایک شخص مانع نامی "احسار" میں رہتا تھا اور اس کا ایک چچا زاد بھائی جس کا نام درع تھا وہ نجد کے ایک دیہات میں رہا کرتا تھا جس کا نام منقوحہ تھا۔ یہی درع عشیرہ الدرودع کا دہاں لیڈر و حاکم بھی تھا۔ یہ شخص — درع — بہت مالدار تھا۔ ایک سال مانع احسانی اپنے چچا زاد بھائی درع کی ملاقات کے لئے منقوحہ آیا۔ درع نے اپنے بھائی اور جہان کو زمین کے دو بہت بڑے ٹکڑے دیدئے تو مانع اپنے اہل و عیال کو لے کر منقوحہ چلا آیا اور مانع کی عطیہ کو بہت قیمتی سمجھنے لگا۔ یہی مانع آل سعود کا پہلا جد ہے۔

مانع کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ربیعہ اپنے باپ کی زمینوں کا وارث ہوا اس نے موروثی جائداد کے علاوہ آس پاس کے بسنے والوں کی بھی زمین تھیلیاں۔ ربیعہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا موسیٰ وارث ہوا اس نے بھی قتل و غارتگری سے اپنی موروثی جائداد میں کافی اضافہ کیا اور پورا علاقہ اس کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ اور اس کی ایک چھوٹی موٹی سی حکومت و امارت قائم ہو گئی پھر جب موسیٰ کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا ابراہیم اپنے باپ کا مالک ہوا۔ ابراہیم کے بعد اس کا لڑکا فرحات وارث ہوا۔ خداوند عالم نے فرحات کو ربیعہ و مقرن نامی دو لڑکے عطا کئے۔ اس کے بعد مقرن

ہمارے ساتھ آئیے اور دیکھئے کہ آج کی دنیا میں دونوں جماعتیں کیسی ہیں؟ ایک تو بیدار مغز اسلامی جماعت ہے جو اپنی پوری زندگی پر قرآن کو منطبق کرنے کی شائق ہے۔ اور مشرق و غرب کے استعمار کو دس نکالا دینے پر تیار ہے، مشرکین، ملحدین اور کافروں سے براہوت پر آمادہ ہے۔ شیطانوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ مستضعفین کے دفاع اور اتحاد المسلمین کے لئے کوشاں ہے اور اپنا شاندار ماضی واپس لانے پر تلی ہے۔ اور پوری جہد و کوشش اس بات پر ہے کہ تمام دین خدا کے پیرو ہو جائیں۔ یہ صف جمیع معانی طیب و عمدہ ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسری صف سامراجیت، اشتراکیت، عالمی استکبار اور تمام مشرکین کی ہے۔ صہیونی، عوام کا خون چوسنے والے، ایجنٹی تاج و تخت دلے، ذلیل لوگ قوموں کی قسمتوں کے مالک، دین کے ذریعہ کمائی کرنے والے، بادشاہوں کے واعظین، اور دیگر خبیث عناصر بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اس جماعت کا خیال ہے کہ وحدت پرستوں اور مومنین کو ڈرا لے گی۔ اس جماعت کا کام یہ ہے کہ کمزور و محکوم ملکوں — جیسے یٹونس، مارٹینا، سنگال وغیرہ — کے خلاف سیاسی و ڈپلومیٹک جنگ چھیڑ دیتی ہے۔ اور جمہوری اسلامی (ایران) کے خلاف اقتصادی ناکہ بندی کر دیتی ہے۔ اس کے گلے کی رسی کو مزید تنگ کر دیتی ہے۔ آخر اقوام متحدہ کی آخری قرارداد اس سلسلہ کی آخری کڑی نہیں ہے تو کیا ہے؟ یہی جماعت کبھی جنگ چھیڑ دیتی ہے اس کی تازہ ترین مثال حزب بعثی عراق کا ایران پر حملہ کرنا ہے اور طیس، خلیج فارس، اور اس قسم کے دیگر مقامات اس کے مصادیق ہیں۔

اور کبھی تمام عالم اسلامی کے مختلف مقامات پر اور اسلامی انقلاب کے موافق ملکوں میں اربابی جنگ چھیڑ دیتی ہے۔ اس کی آخری مثال وہ کمیف و وحشیانہ حملہ ان سعودی ایجنٹوں کا ہے جو انھوں نے ایرانی حاجیوں پر کیا۔

امریکہ، فرانس، انگریز، روس، ان کے پٹھو، کمپنیاں، ذرائع ابلاغ، تمام خبیث شیطانی

کا وارث محمد پیدا ہوا اور محمد کا وارث سعود سعود ہو گیا اور سعود سعودی خاندان کا رئیس کہلاتا تھا جب سعود با اقتدار ہوا تو اس نے آل معمر سے درعیہ کو چھین لیا۔

فیلیپی کا کہنا ہے کہ ابھی دو پشتیں بھی نہیں گزریں کہ وطن سے دور رہنے والے مسافر اس علاقہ کے رئیس بن گئے اور درعیہ سعودیوں کا دارالسلطنت بن گیا اور اس وقت سے لے کر شہزادہ ترکی کے زمانہ تک دارالسلطنت رہا۔ سعود کا انتقال ۱۱۴۴ھ میں ہوا اور اس کے قائم مقام محمد ہوئے جن کے دور میں دہابیت پر دان چڑھی۔ اور اس نے بھی دہابیت کو گلے لگایا اور دہابیت کی کمر مضبوط کی اور آج تک تمام سعودی اسی پر قائم ہیں۔

اب ہم مختصر طریقہ سے ان سعودی امیروں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اپنا عقیدہ دہابیت قرار دیا تھا اور ان لوگوں کا دہابیت پر بہت بڑا احسان ہے۔ اگر سعودی امیر نہ ہوتے تو دہابیت کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ ہم ان کے پہلے امیر سے ملک سعود کے والد شاہ عبدالعزیز تک کا تذکرہ مختصر لفظوں میں کریں گے۔

محمد ابن سعود

درعیہ پر محمد ابن سعود کی حکومت ۱۱۵۸ھ سے ۱۱۷۸ھ تک رہی اور یہی شخص محمد ابن عبدالوہاب کا ساتھی اور داتا ہاتھ تھا۔ اور سب سے پہلا وہابی حاکم ہی ہوا ہے۔ اس شخص کے زمانہ میں نجد چھ سات چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹا ہوا تھا۔ حالانکہ اس وقت پورے نجد کی آبادی پانچ لاکھ سے زیادہ نہیں تھی۔ ۱۔ درعیہ کے حاکم ہی محمد ابن سعود تھے ۲۔ ریاض پر ابن دو اس کی حکومت تھی۔ ۳۔ عینیہ میں آل معمر حکمراں تھے۔ ۴۔ بجران میں آل ہزال کی فرمانروائی تھی۔ ۵۔ شمال میں آل علی حکمرانی کرتے تھے۔ ۶۔ قصیم پر آل جمیلان فرمانروا تھے۔

ان تمام حکومتوں کا نظام سابق جیسا ہی تھا یعنی حاکموں کی زبان قانون ہوا

کرتی تھی سارے امور ان کی خواہش و مرضی کے مطابق ہوتے تھے۔۔۔۔ اس زمانہ کی تاریخ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نہ تو عوام نے اس نظام سے بغاوت کی اور نہ ہی اس پر ان کی کیا کیونکہ وہ لوگ اس کے عادی تھے اور اس سے پہلے ان کے آباء و اجداد بھی اسی کے عادی تھے۔ اور اس کو ایک فطری امر سمجھتے تھے۔ درعیہ کے امیر محمد بن سعود اور ریاض کے حاکم ابن دوآس میں کافی جنگیں ہوئیں۔ لیکن آخر میں صلح پر اس کا انجام ہوا۔

عبدالعزیز ابن محمد

محمد ابن سعود نے محمد بن عبدالوہاب کی تجویز پر اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ یہی عبدالعزیز پہلے وہ امیر تھے جنکی ولی عہدی کے لئے سعودیوں نے بیعت کی اس کے بعد سے ولی عہد کی بیعت کے ذریعہ حکومت ایک سے دوسرے کو منتقل ہونے لگی اور اس سلسلہ میں ان لوگوں نے معاویہ کی پوری پیروی کی ہے کہ اس نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔ شیخ محمد عبدالوہاب کے حسنات میں سے ایک عظیم حسنہ یہ بھی ہے۔ یہ بھی ایک عجیب و غریب بات ہے کہ عبدالعزیز کی سیرت کئی اعتبار سے یزید کی سیرت سے ملتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ دونوں کی پرورش دونوں کے باپ کے زمانہ میں بڑے ناز و نعم سے ہوئی تھی۔

۲۔ دونوں بالکل جاہل تھے نہ ان کے پاس علم تھا نہ اخلاق اور نہ ہی ثقافت تھی۔

۳۔ دونوں بہت ہی سحت اور فسی القلب تھے، رحم نام کی کوئی چیز ان کے پاس

نہیں تھی۔

۴۔ حائرہ شینوں کی مدد سے دونوں کی ولی عہدی کی بیعت ہوئی پھر حکومت

ملی ان کے انتخاب میں شوری کا کوئی دخل نہیں تھا۔

۵۔ دونوں کے زمانہ میں فتنے، فساد، جنگوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

۶۔ یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور واقعہ حرہ میں کتنی لوٹ مار، زنا، قتل

ہوا ہے یہ مورخین سے پوچھئے مکہ مکرمہ پر یزید نے حملہ کیا اور کعبہ پر منجھنق سے پتھر

برسائے گئے۔ اسی طرح عبدالعزیز سعودی نے اپنے بیٹے سعود کی قیادت میں ایک

لشکر تیار کیا پھر مکہ مکرمہ پر حملہ کیا، مولد البنی کے قبر کو مسمار کر دیا مولد ابی بکر، جناب

خدیحہ کا قبر، زمزم کا قبر، کعبہ کے ارد گرد جتنے قبے تھے ان سب کو منہدم کر دیا۔ یہ

۱۲۱۸ھ میں جہنم رسید ہوا۔ ۱۲۲۱ھ میں مدینہ پر حملہ کیا ائمہ بقیع کے مزارات اور

دیگر مزارات کو کھدوا ڈالا۔ تاریخ جبرتی میں ہے: جب مدینہ منورہ پر وہابیوں کا قبضہ

ہو گیا تو حجرہ نبی کے جتنے بھی ذخائر و جواہر تھے ان سب کو لے لیا یہاں تک کہ چار

بڑے صندوق میں جواہرات کو بھر کر لے گئے جس میں ہیرے، یاقوت وغیرہ تھے

ان میں چار تو زمر کے شمعدان تھے اور تقریباً سو تلواریں تھیں جنکے نیام خالص

سونے کے تھے اور ان پر یاقوت جڑے ہوئے تھے قبضہ زمر کا تھا۔ کشف

الاریاب (السید الامین)

۷۔ یزید نے حضرت سید الشہدار، ریحانہ رسول اللہ، امام حسین کو قتل کیا، ان

کے اطفال کو ذبح کیا، کربلا میں ان کی عورتوں کو گرفتار کیا، اسی طرح عبدالعزیز نے اپنے

بیٹے سعود کی قیادت میں ایک لشکر لے کر کربلا پر حملہ کیا امام حسین کی قبر کو منہدم کر ڈالا

وہاں جو کچھ ذخیرے تھے ان کو لوٹ لیا، کربلائیوں کا قتل عام کیا مردوں اور عورتوں کا کیا

ذکر ہے بچوں تک کو نہیں چھوڑا یہ واقعہ ۱۳۱۶ھ میں ہوا۔

۸۔ کربلا میں یزید کے لشکر کے کروت نے پوری دنیا کو ہلا کے رکھ دیا اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو یزید کا خصوصاً اور بنی امیہ کا عموماً دشمن بنا دیا۔ بالکل یہی صورت حال ہوئی جب عبدالعزیز کے لشکر نے کربلا میں قتل و غارتگری اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔ تاریخ نجد کے ص ۹۹ پر فیلیپی لکھتا ہے: سعود اپنے باپ کے لشکر کو لے کر کربلا میں آیا اور مختصر سے حصار کے بعد کربلائیوں کا قتل عام شروع کر دیا، حسینؑ کی ضریح کو برباد کر ڈالا وہ جو اہرات جن سے ضریح ڈھکی ہوئی سی تھی ان سب کو لوٹ لیا اور کربلا میں جتنی بھی قیمتی چیزیں تھیں سب کو لے لیا۔ حق تو یہ ہے کہ اس کے اس عمل نے پوری دنیا کو لرزہ بر اندام کر دیا صرف شیعوں کا ذکر نہیں ہے اور یہ سب کچھ وہابیوں نے اپنے نظریہ کے پیش نظر کیا تھا اور اس کا بہت برا نتیجہ اس حکومت کے لئے ثابت ہوا یہ اب آپ نے یزید بن معاویہ اور عبدالعزیز اور اس کے بیٹے سعود کے درمیان مشابہت کو ملاحظہ فرمایا: اور مسلمانوں کے دل میں اس کی کتنی نفرت ہے اس کا اندازہ لگایا اور جو شخص بھی آثار رسولؐ و آل رسولؐ کی توہین کرے گا اس کا یہی حشر ہوگا۔ ذرا سوچئے کیا اس طرح کا قتل، لوٹ مار، اسلام اور روح اسلام سے مطابقت رکھتی ہے؟ جس کا ان وہابیوں نے دعویٰ کیا ہے یا جس کا یہ اعلان کرتے ہیں ان کا عقیدہ کچھ ہے اور عمل کچھ اور ہے۔

عبدالعزیز کا پورا زمانہ جنگوں، فتنوں، تخریب و تدمیر، لوٹ مار، قتل و غارتگری دینی

لہ: اس مورخ کا نام سینٹ جون فیلیپی ہے یہ انگریز تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ سعودی سرزمین پر مدتوں رہا ہے اور سعودی حکام کے خصوصی دوستوں میں سے تھا۔ پھر سعودی لوگ اس سے ناراض ہو گئے اور اس کی کتاب تاریخ نجد کو روک دیا جس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس نے ان کے ڈھول کے پول کھول دیئے تھے۔

مقدسات کی توہین، غریب و مستضعفین، ننگے بھوکے لوگوں پر دن رات کے حملوں میں گزر گیا۔ اسی طریقہ سے اس نے ابن دواس سے ریاض مہین لیا اور نجد کی دوسری چھوٹی چھوٹی حکومتوں پر قابض ہو گیا۔ یہاں تک کہ پورا نجد اس کے زیر نگیں آ گیا۔ عسیر، حجاز، قطیف کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

امام حسینؑ کی ضریح کے ساتھ جو بے حرمتی اس نے کی تھی اس کا انتقام لینے کے لئے ایک شیعہ نے اس کو ۱۲۱۸ھ میں قتل کر ڈالا۔ فیلیپی کہتا ہے: قاتل درویشوں کے لباس میں تھا اور اسی طرح وہ درعیہ پہنچا اور چند دنوں تک عبدالعزیز کے پیچھے نماز پڑھتا رہا۔ ایک دن اس نے اپنے کو عبدالعزیز کے اوپر نماز پڑھتے ہوئے گرا دیا اور اس کی پشت پر ایسا خنجر مارا جو اس کے پیٹ کو بھی پھاڑتا ہوا باہر نکل گیا اور فوراً اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر لوگوں کا ہجوم قاتل پر ٹوٹ پڑا اور انھوں نے قاتل کو قتل کر ڈالا۔

اس حادثہ کے بعد آل سعود کی رسم ہو گئی کہ جب وہ نماز پڑھتے تھے تو ان کے پیچھے دو نگہبان ان کی حفاظت کے لئے کھڑے رہتے تھے تب وہ نماز پڑھتے تھے۔۔۔۔۔ لیکن جو حاکم عادل ہوتا ہے کتاب و سنت پر عمل کرتا ہے وہ نماز بھی پڑھتا ہے بازاروں میں بھی آزاد گھومتا ہے اور کسی باڈی گارڈ کے بغیر جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے کیونکہ اسکی عدالت خود اس کی باڈی گارڈ ہے اس کا دین خود اس کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ رسول خدا کے جانشین ایسے ہی تھے۔

سعود بن عبدالعزیز

عبدالعزیز کے مرتے ہی اس کا بیٹا سعود تخت نشین ہوا اور اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے عراق کے دو شہروں، بصرہ اور بناؤ الزبیر پر حملہ

کیا اور لوگوں کا قتل عام کیا۔ طلحہ وزیر کی قبروں کو کھود ڈالا۔ یہ ۱۲۱۸ھ کا واقعہ ہے۔ ۱۲۲۰ھ میں اس نے نجران پر حملہ کیا اور ۱۲۲۵ھ میں شام پر حملہ آور ہوا۔ حوران میں عمومی قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ دمشق کے دروازے تک پہنچ گیا تھا یا پہنچنے ہی والا تھا۔

۱۲۲۶ھ میں محمد علی پاشا نے اپنے بیٹے طوسون کو حجاز کو وہابیوں کے پنجہ سے آزاد کرانے کے لئے بھیجا۔ پہلی مرتبہ تو وہابیوں نے حملہ کر رکھا مگر دوبارہ وہ مغلوب ہو گئے اور طوسون مکہ و مدینہ پر غالب آگیا۔ اس نے نجد کو بھی فتح کرنے کا ارادہ کیا مگر اس میں ناکام ہو گیا۔

سن ۱۲۲۸ھ میں محمد علی پاشا نے حج کیا اور غالباً شریف مکہ کو معزول کر دیا اور اس کو ملک بدر کر کے سلانیک بھیج دیا۔ اور اس کی جگہ پر شریف محمد بن عون کو حاکم بنا دیا۔ یہاں سے اشراف کی ایک شاخ سے حکومت دوسری شاخ میں منتقل ہو گئی۔ یہ محمد بن عون وہی ہیں جو شریف حسین ابی فیصل بادشاہ عراق اور عبداللہ بادشاہ اردن کے جد تھے۔

یہ بات بتا دینا بہتر ہے کہ یہی وہ سعود پہلا بادشاہ ہے جس نے امر بمعروف و نہی از منکر کے لئے لوگوں کی ایک کمیٹی بنائی جس کا کام یہ تھا کہ نماز کے اوقات میں اس کمیٹی کے افراد بازاروں میں گھوما کرتے تھے لوگوں کو نماز کی ادائیگی پر ابھارتے تھے اور مرد و ایام کے باوجود سعودیوں میں آج تک یہ طریقہ جاری ہے۔ اور اب اس کا دامن زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ اب تو لوگ ڈنڈے لے کر بازاروں میں سڑکوں پر گھوما کرتے ہیں جہاں کوئی ڈاڑھی منڈا نظر آیا یہ اس پر پل پڑتے ہیں۔ یا اگر کسی نے قبر رسول کو مس کر دیا یا ائمہ بقیع میں سے کسی امام کی قبر کو چھو لیا یا اسی قسم کا کوئی ایسا کام کر ڈالا جو عقیدہ وہابیت کے خلاف ہے تو اس کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں۔ بلکہ کچھ دنوں پہلے تک تو سگریٹ پینے والوں کو مارا کرتے تھے۔ چاہے وہ غیر ملکی ہوں۔ کما قبل۔ سعود کی حکومت ۱۲۱۸ھ سے ۱۲۲۹ھ تک رہی ہے۔

عبداللہ بن سعود

سعود کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ قائم مقام ہوئے مگر ان کے چچا نے ان کی مخالفت کی اور وہ خود مدعی سلطنت ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور اتفاق اختلاف سے بدل گیا۔

سن ۱۲۳۱ میں محمد علی پاشا نے اپنے بیٹے ابراہیم کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا وہ شکر حجاز کی طرف متوجہ ہوا اور ابراہیم اپنے باپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ یہ لشکر حجاز سے نجد کی طرف متوجہ ہوا اور رفتہ رفتہ کر کے آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ ۱۲۳۲ میں وہا بیوں کے مرکز درعیہ تک پہنچ گیا۔ پانچ مہینے کے مکمل حصار کے بعد عبداللہ بن سعود نے شکست تسلیم کر لی۔ تو ابراہیم نے ان کو آستانہ بھیج دیا جہاں یہ اور ان کے تمام ساتھی میدان ریا صوفیا میں قتل کر دیئے گئے۔

ابراہیم کا لشکر پانی کی موج کی طرح بڑھتا رہا۔ تمام شہروں میں اس نے بغاوت پھیلا دی فساد و بربادی کا دور دورہ ہو گیا۔ آل سعود اور آل محمد عبدالوہاب کے تمام اموال چھین لئے اور بہت سے مردوں، عورتوں، بچوں کو ملک بدر کر دیا۔ اچھی خاصی تعداد کو مصر بھیج دیا۔ وہا بیوں نے امت محمد کے ساتھ جو مظالم کئے تھے یہ ان کا بدلہ تھا۔ ان وہا بیوں نے خدا اور اس کی کتاب نبی اور ان کی سنت کے ساتھ جو خیانتیں کی تھیں اور جو کھلو اور کیا تھا یہ سب اس کا ان کو بدلہ مل رہا تھا۔ اسی طرح ہر ظالم اپنے سے بڑے ظالم کے پنجہ و ظلم میں اسیر ہوتا ہے، عبداللہ بن سعود کی حکومت ۱۲۲۹ سے ۱۲۳۴ تک رہی۔

ترکی بن عبداللہ

عبداللہ بن سعود کے چچا کا ایک لڑکا تھا جس کا نام ترکی بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود تھا

اور یہ محمد جو ترکی کے دادا تھے یہی محمد بن عبدالوہاب کے دستوں میں تھے اور پہلے سعودی امیر تھے۔

جب ابراہیم پاشا نے درعیہ پر حملہ کیا تھا تو یہ ترکی رات کی تاریکی میں درعیہ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور صحرائے نجد میں عربوں کو بزرگوں کے مجد کے احیاء پر ابھارتا پھر رہا تھا اور اسی دوران اس نے آل تامر کی ایک عورت سے شادی کرنی جس سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام ”جلوی“ رکھا گیا کیونکہ یہ جلا وطنی کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ ترکی کے اردگرد تیس شخص جمع ہو گئے اس کے کچھ دنوں کے بعد بعض قبیلے بھی شریک ہو گئے تو اس نے ۱۲۳۵ میں ریاض کو پاشا سے چھین کر اسی کو عاصمہ یعنی دارالسلطنت بنا لیا۔ اسی دن سے سعودیوں کا دارالسلطنت درعیہ سے ریاض منتقل ہوا اور اب تک وہی ہے۔ ترکی کا ایک لڑکا فیصل نامی بھی تھا جس کو ابراہیم پاشا نے اور لوگوں کے ساتھ مصر بھگا دیا تھا۔ جب اس نے اپنے باپ ترکی کے حالات سنے تو مصر سے وہ بھی چلا آیا۔

اب تک کا خلاصہ یہ ہوا کہ وہابی سعودی حکومت کی ابتدا محمد بن سعود — جو محمد بن عبدالوہاب کا داہنا ہاتھ تھا — سے ہوئی۔ اس کے بعد محمد کا بیٹا عبدالعزیز امیر ہوا پھر عبدالعزیز کا بیٹا سعود حاکم بنا اس سعود کا بیٹا عبداللہ تھا جس سے سلطنت چھین لی گئی تھی اور آستانہ میں اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔

ابراہیم پاشا کی کامیابی سبب ہوئی کہ حکومت عبدالعزیز بن محمد بن سعود کی شاخ سے نکل کر عبداللہ بن محمد بن سعود پہلے وہابی حاکم کی طرف عبداللہ بن محمد بن سعود کے ذریعہ سے پہنچی اور یہ عبداللہ وہی ہے جو ترکی کے باپ تھے اور ان کو حکومت نہیں ملی تھی۔ بلکہ حکومت ان کے بھائی عبدالعزیز دوسرے وہابی حاکم کو ملی تھی پھر ترکی کو۔ اس طرح ترکی محمد بن سعود کی دوسری شاخ کا پہلا وہابی امیر ہوا۔ اور اسی کے ذریعہ سے عبدالعزیز بن محمد بن سعود کے خاندان سے حکومت اس کے بھائی کے خاندان عبداللہ بن محمد بن سعود

کو منتقل ہوئی۔ اور اب تک اسی خاندان میں ہے۔

عبدالعزیز کی نسل سے حکومت کا نکل جانا ان لوگوں کو بہت شاق گزرا تھا۔ چنانچہ مشاری نے جو ایک سعودی تھا ترکی کو دھوکہ سے قتل کر دیا اور اپنے کو امیر کہلایا۔ لیکن اسکی حکومت کو بھی دوام حاصل نہ ہو سکا۔ کیونکہ فیصل ابن ترکی نے مشاری کو قتل کر دیا اور اپنے باپ کی حکومت واپس لے لی۔ اس ترکی کی حکومت جس نے اپنے خاندان کی طرف اثر و نفوذ کو پلٹایا تھا ۱۲۳۵ء سے لے کر ۱۲۴۹ء تک تھی۔

فیصل بن ترکی

اپنے باپ کے بعد فیصل تخت نشین ہوا لیکن محمد علی پاشا نے اس کو زیادہ جہلت نہیں دی۔ اس نے نجد پر ایک زبردست حملہ کیا اس حملہ میں خالد بن سعود بھی شریک تھا جس کو دیگر ان سعودیوں کے ساتھ مصر بھیج دیا گیا تھا اور جنکو درعیہ سے ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ محمد علی پاشا کا شکر بغیر کسی مقابلہ کے دارالسلطنت میں داخل ہو گیا کیونکہ فیصل بھاگ گیا تھا۔ اب مصریوں نے فیصل بن ترکی کی جگہ پر خالد بن سعود کو حاکم بنا دیا اور یہ واقعہ سن ۱۲۵۲ء کا ہے۔ اور حجاز برابر محمد علی پاشا کے قبضہ ہی میں رہا۔

۱۲۵۴ء میں فیصل نے اپنے کچھ مددگاروں کو لے کر مصریوں کو بھگا کر وہاں پر دوبارہ اپنی حکومت قائم کرنی چاہی مگر ناکامیاب رہا۔ اور مجبوراً اس کو اپنے کو سپرد کر دینا پڑا۔ اور جن سعودیوں کو دس نکال دیا گیا اور ان کو مصر بھیج دیا گیا ان میں فیصل بھی تھا۔

جب جزیرہ العرب محمد علی پاشا کے زیر تصرف آ گیا جس میں نجد، حجاز، عسیر، ہماہ، سب ہی شامل ہیں تب محمد علی نے فلسطین، لبنان، شام پر بھی قبضہ کر لیا اور آستانہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ لیکن آستانہ کے حلیفوں نے محمد علی پاشا کو سمجھے ہٹنے پر مجبور کر دیا

اور مجبوراً جن شہروں پر اس کا قبضہ تھا ان سب کو ترکوں کے حوالہ کرنا پڑا صرف مصر پاشا کے ہی قبضہ میں رہا جہاں وہ اور اس کے خاندان والے سلطنت آستانہ کے نام سے حکومت کرتے رہے اور یہ ۱۲۵۶ کا واقعہ ہے۔

۱۲۵۹ میں فیصل ان سعودی امراء کے ساتھ جو پہلے مصر بھیج دیئے گئے تھے مصر سے نجد واپس آیا اور یہ لوگ شمالی نجد کے شہر حائل میں وہاں کے امیر ابن رشید کے یہاں مہمان ہوئے۔ یہ ابن رشید پہلے ہی سے سعودیوں کا تابع تھا۔ بلکہ مصریوں کے قابض ہونے سے پہلے اسی فیصل ہی نے اس کو حائل کا حاکم بنایا تھا کیونکہ مشاری نے فیصل کے باپ ترکی کو جب قتل کیا تھا تو مشاری کے خلاف ابن رشید نے فیصل کی مدد کی تھی اس کی جزا میں ابن رشید کو حائل کا حاکم بنایا گیا تھا (فیلیسی ص ۱۶۹)

ابن رشید نے ان لوگوں کو مہمان بنا کر فیصل کے احسان کا بدلہ چکایا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ مال اور لوگوں سے بھی مدد کی اور لوگوں کو فیصل کا ساتھ دینے کے لئے ابھارا۔ سب سے پہلے اہل عنزہ نے اس کی دعوت پر لبیک کہی۔ چنانچہ فیصل نے ان لوگوں کو ساتھ لے کر ابن رشید کی مدد سے ریاض پر حملہ کر دیا۔ اس وقت ریاض کا حاکم عبداللہ بن ثیمان تھا اس کو مصریوں نے حاکم بنایا تھا بھڑی سی جنگ کے بعد فیصل نے عبداللہ سے ریاض واپس لے لیا۔ فیصل نے ۲۰ دن تک حصار جاری رکھا اس جنگ میں عبداللہ گرفتار کر لیا گیا مگر فیصل نے اس کو معاف کر دیا۔

فیصل نے ریاض پر قبضہ کرتے ہی ان علاقوں کو واپس لینا شروع کر دیا جو سعودیوں سے چھین لئے گئے تھے۔ چنانچہ نجد، عیسر، احسا، قطیف سب پر قبضہ کر لیا اور یہی نہیں بلکہ بحرین، مسقط، سواحل عمان کے امراء نے بھی اطاعت کا دم بھرنے شروع کر دیا۔ سن ۱۲۸۲ میں فیصل کا انتقال ہو گیا۔

طاقتوں کے دکا اور سب ملکر اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کا اجتماع ریت کے ٹیلے سے زیادہ اہم نہیں ہے۔ انہیں سابقہ آیات کے بعد قرآنی ندا کو ملاحظہ کیجئے۔

قُلْ لِلذِّیْنِ كَفْرٌ وَّآرِنُ بِنْتُهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ مَّا فَعَدُّ سَلَفٌ ۚ
وَأِنْ یُعُودُوا فَعَدُّ مَضَتْ سُنَّتِ الْاَوَّلِیْنَ ۗ وَفَا نَلُوهُمُ حَتّٰی
لَا نَكُوْنُ فِتْنَةً وَّیَكُوْنُ الذِّیْنُ كُلُّهُ لَیْلَةً اَنْتَ هُوَ اَفَا نْتَ اللهُ
بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ مُوَلِّیْكُمْ نِعْمَ الْمُوَلِّیْ

نِعْمَ النَّصِیْرُ ۗ (اے رسول) تم ان کافروں سے کہدو کہ اگر یہ (اپنے کفر سے) باز آجائیں گے تو ان کے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر یہ پھر پلٹ کر واپس آجائیں گے تو سابق امتوں کے حق میں (ان سے کہہ دو کہ) خدا کا قانون (عذاب) پہلے ہی نافذ ہو چکا ہے اور (اے مسلمانو!) تم ان (کافروں) سے لڑے جاؤ تا انیکہ فساد (عقیدہ شریک) باقی نہ رہے اور دین سب کا سب (خالص) اللہ کا ہو جائے اس کے بعد اگر یہ لوگ کفر سے باز آجائیں تو خدا ان کے اعمال کا خوب دیکھنے والا ہے اور اگر باز نہ آئیں تو خوب جان رکھو کہ خدا تمہارا سرپرست اور سب سے بہتر مددگار ہے۔ (سورہ انفال آیت ۲۸، ۲۹، ۳۰)۔

یہ عظیم ندا ہے، صدائے حق ہے، کائنات کی وہ آواز ہے جو حق و عدالت و حکمت پر مبنی ہے، یہ سچی انسانی فطرت کی ندا ہے، یہ آسمان کی زمین سے وہ آواز ہے جو کافرین کی صف سے زمین میں حرکت الہی کے سامنے تسلیم مطلق کا مطالبہ کرتی ہے، ہتھیار ڈال دیتے اور اپنے نفس کے لئے نجات اور عفو کے ذریعہ کامیابی کا مطالبہ کرتی ہے۔ ورنہ تاریخ میں سنت الہی کا مقضیٰ یہ ہے کہ کافرین کا بدترین انجام ہو۔

اسی طرح قرآن مومنین کی جماعت کو آواز دے رہا ہے کہ وہ استکبار اور ان کے ایجنٹوں کے خلاف اپنے جہاد و قتال و جنگ کو جاری رکھیں۔ یہی استکباری اور ان کے ایجنٹ فتنہ اٹھانے والے، فساد برپا کرنے والے، قبیلوں کی نیکیاں چھین لینے والے، انسان و انسانیت کا

عبداللہ بن فیصل

فیصل بن ترکی کے چار بیٹے تھے ۱۔ عبداللہ ۲۔ سعود ۳۔ محمد ۴۔ عبدالرحمن۔
فیصل نے اپنی خاندانی روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب سے بڑے لڑکے عبداللہ کی
ولی عہدی پر اپنی زندگی میں لوگوں سے بیعت لے لی تھی۔ لیکن سعود نے اپنے بھائی کی مخالفت
کی اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور دونوں بھائیوں میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے
اور ۲۵ سال تک دونوں میں جنگ کا بازار گرم رہا جس سے حکومت ضعیف ہو گئی۔ سلطنت کا
وقار جاتا رہا، اور ہر شخص کی حکومت اپنے گھر کی چہرہ دیواری تک محدود ہو گئی اور احسار و
قطیف پر ترکوں نے قبضہ کر لیا۔

سعود ریاض سے بھاگ کر دیار عتبہ میں پناہ گزیں ہو گیا اور آخر کار اپنے بھائی
عبداللہ سے ریاض کو چھین لیا ۱۲۹۰ء میں سعود کا انتقال ہو گیا تو اس کا بھائی عبدالرحمن
دارش تخت و تاج ہوا اور یہی عبدالرحمن مشہور بادشاہ عبدالعزیز کا باپ تھا۔ اور موجودہ
شاہ سعود کا دادا یہی ہے۔ لیکن عبدالرحمن کے بھائی سعود کے لڑکوں نے عبدالرحمن کے
خلاف ہنگامہ کھڑا کر دیا اور اس کو ریاض سے بھگا دیا تو یہ بھاگ کر دیار عتبہ میں اپنے بھائی
عبداللہ کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ یعنی ایک پناہ گزیں کے پاس دوسرا پناہ گزیں آ گیا۔ عبداللہ
نے اس اختلاف کو غنیمت شمار کیا اور اپنے بعض عرب ساتھیوں کو ہمراہ لے کر ریاض کی طرف
بڑھا، ادھر عبداللہ کے آنے کی خبر سن کر سعود کی اولاد ریاض چھوڑ کر بھاگ گئی۔

لیکن ابھی عبداللہ کے پاؤں باقاعدہ جگے نہیں تھے کہ محمد بن سعود نے اس پر
یلغار بول دی اور دونوں میں زبردست جھڑپیں ہوئیں۔ عبداللہ نے حائل کے رئیس ابن رشید
سے مدد مانگی لیکن ابن رشید کی مدد پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ کے چچا محمد علی

ریاض پر قبضہ کر کے ریاض میں داخل ہو گئے اور عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ ابن رشید اپنی مدد لے کر آدھمکا۔ تو محمد بن سعود وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ابن رشید نے عبداللہ کو قید خانہ سے تو نکال لیا لیکن اس کو دوبارہ حاکم نہیں بنایا بلکہ اس کے بھائی عبدالرحمن کو جو اپنے بھائی سعود کے بعد امیر رہ چکا تھا۔ حاکم بنا دیا۔ ابن رشید نے ریاض سے واپسی سے پہلے ریاض میں اپنا ایک نمائندہ عبدالرحمن کی مراقبت پر چھوڑ دیا۔ اس مراقب کا نام ”سالم السبہان“ تھا۔ اس واقعہ کے بعد ابن رشید پورے نجد کا حاکم درمیں ہو گیا۔

عبداللہ بن فیصل، ۱۳۰ھ میں اس دنیا سے چل بسا۔

عبدالرحمن بن فیصل

یہ عبدالرحمن وہی شخص ہے جو اپنے بھائی سعود کے بعد کچھ دنوں تک حاکم ریاض رہا تھا اور اسی کو اس کے بھتیجے محمد بن سعود نے ریاض سے نکال باہر کیا تھا۔ اور یہی وہ شخص ہے جس کو دوبارہ ابن رشید نے پھر ریاض کا حاکم بنا کر اپنا ایک مراقب ریاض میں چھوڑ دیا تھا۔ اور یہی شخص مشہور بادشاہ عبدالعزیز کا باپ ہے۔

میں پہلے کہہ چکا کہ ابن رشید نے اپنا ایک نمائندہ و رقیب ریاض میں معین کر دیا تھا لیکن عبدالرحمن اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں تھا لہذا اس نے ایک مرتبہ ”سالم السبہان“ کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس گرفتاری کی وجہ یہ ہے کہ ابن رشید کے اشارہ پر سالم نے عبدالرحمن کو دھوکہ سے قتل کر دینا چاہا تھا اس لئے عبدالرحمن نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تھا بہر حال جو بھی ہو ابن رشید پھر ریاض کی طرف متوجہ ہوا اور قیدی کو آزاد کر لیا۔

عبدالرحمن نے جب ریاض کے اندر ابن رشید کی قوت و طاقت کا اندازہ لگایا تو اس کو یہ احساس ہو گیا کہ وہ دو چیزوں میں ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ ۱۔ ابن رشید سے کھل کر جنگ کرے۔ ۲۔ اور یا پھر ابن رشید کا وظیفہ خوار ہونے کے اعتبار سے اس کا تابع رہے۔ ابن رشید سے جنگ کرنے کی طاقت اس کے اندر نہیں تھی اور دوسری بات پر اس کا نفس راضی نہیں تھا۔ اس لئے اس نے وہاں سے کوچ کر جانا اچھا سمجھا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر ۱۳۰۹ھ میں نجد کو خیر باد کہہ دیا۔ اور شہروں شہروں پھرتا رہا۔ پہلے تو احسا گیا پھر وہاں سے کویت چلا گیا پھر وہاں سے قبائل بنی مرہ چلا آیا۔ پھر قطر گیا اس کے بعد دوبارہ کویت آیا اور یہیں پر ڈیرہ خمیمہ ڈال دیا اس وقت اس کے لڑکے عبدالعزیز کی عمر صرف دس سال کی تھی۔ شیخ محمد ابن الصباح امیر کویت نے اس کا کچھ وظیفہ معین کر دیا۔ یہاں تک کہ جب عثمانی حکومت کی طرف سے ماہانہ ساٹھ لیرہ اس کا وظیفہ ہو گیا تو امیر کویت نے اپنا وظیفہ بند کر دیا مختصر یہ کہ عبدالرحمن نے اپنے خاندان کے ساتھ بڑی تنگدستی میں زندگی بسر کی۔

شاہ عبدالعزیز

عبدالعزیز بن عبدالرحمان سعودیوں میں پہلا شخص ہے جس نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ ہمیشہ سے سورج مشرق سے نکل کر مغرب میں ڈوبتا رہا ہے اور آج بھی یہی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مغرب سے نکلا ہو یا مشرق میں ڈوبا ہو البتہ مشرق و مغرب کے درمیان ہونے والے واقعات روزانہ ہی رونما ہوتے رہتے ہیں بلکہ ہر ساعت اور ہر وقت واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ حالات میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے ان کا نہ کوئی قاعدہ ہے نہ ضابطہ، نہ کوئی پیمانہ ہے کبھی تو محسوس ہوگا کہ بس کامیابی قدم چومنے والی ہے اور پھر معلوم ہوا کہ ہم میں اور کامیابی میں زمین آسمان کا فاصلہ ہے کبھی احساس ہوگا کہ ڈوب

رہے ہیں موجوں کے رحم و کرم پر، ہیں لیکن یکا یک اپنے کو خشکی پر پائیں گے اور مسرت و خوشی کے گہوارے میں جھول رہے ہوں گے۔

کبھی نظر آئے گا کہ وہ کچھوے کی چال چل رہا ہے اور دفعتاً معلوم ہوگا کہ وہ مریخ پر پہنچ گیا۔ پلک جھپکتے ہی کچھوے کی چال چلنے والا سب سے آگے دکھائی دے گا۔ اور سب سے آگے جانے والا ایک جماد کی طرح کہیں پڑا ملے گا اس میں حرکت کی بھی طاقت نہیں ہوگی۔

آپ کا اس سلسلہ میں جو بھی نظریہ ہو میرا خیال ہے کہ اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ ضعیف یا دوس ہو کر قوی کے سامنے گھٹنے نہ ٹیک دے اور قوی گھمنڈ میں آکر کمزوروں کا تیا پانچہ نہ کر دے، کسی چیز کا نہ پانے والا غمگین نہ ہو، پا جانے والا مغرور نہ ہو، بلکہ سب کے پیش نظر رہے کہ حالات بدل سکتے ہیں، انقلاب آ سکتا ہے۔ غالب مغلوب ہو سکتا ہے، مغلوب غالب ہو سکتا ہے صحیح درس تاریخ ہی سے ملتا ہے: قوموں کے عروج و زوال سے ملتا ہے نظریات و فلسفے ڈھکوسلے ہیں۔

اس کی تصدیق ماضی قریب کی تاریخ کرے گی۔ وہ بیس سالہ جوان جس نے آبا و اجداد کی برباد شدہ تمام جائداد و حکومت کو پھر واپس لے لیا اور یہ بیس سالہ جوان وہی عبدالعزیز

سے: اسی لئے یا اس پختہ ایمان کی بنا پر ہم کو یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اسرائیل دنیا سے مٹ جائے گا چاہے وہ کتنا قوی ہو، مشرق و مغرب کی کتنی ہی مدد ہو کیا فرماں الہی قابل شہ ہے: یہ جہاں بھی ہونگے ذلیل ہو کے رہیں گے البتہ خدا یا لوگوں کی مدد سے "طاقتور یا حاکم ہو سکتے ہیں" ان پر غضب الہی ہے ان کی رسوائی ہے۔ (آل عمران) اور بھلا وہ حکومت کیسے دوام حاصل کر سکتی ہے جس کا نظریہ یہ ہو کہ جب تک زندہ ہو ساری دنیا کو فنا کر دو!

ہے جو اپنے باپ عبدالرحمان کے ساتھ کویت میں پناہ گزینوں کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس نے اپنے آباؤ اجداد کی حکومت کسی مال و دولت، جیش و لشکر، دوط و انتخاب کے ذریعہ سے اور نہ جذبات بھڑکانے والے لغزوں یا تالیف احزاب کے ذریعہ سے اور نہ ہڑتالوں اور مظاہروں کے ذریعہ سے اور نہ پہلی عالمگیر جنگ کی وجہ سے زمانہ میں انقلاب آجانے کی وجہ سے اور نہ کسی اور وجہ سے واپس لے لی۔ بلکہ ایک کہانی جس کو مختصر بیان کرتا ہوں اس کے ذریعہ حکومت واپس لے لی۔

عبدالعزیز اور اس کا باپ دونوں امیر کویت شیخ مبارک کے پاس پناہ گزیں تھے کہ ایک دن عبدالعزیز شیخ مبارک کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نجد کو ابن رشید کے چنگل سے آزاد کرانا چاہتا ہوں کیا آپ مال و اسباب سے میری مدد کر سکتے ہیں؟ شیخ کو اس کی بات پر بہت ہنسی آئی مگر اس نے اس خیال سے کہ جوان کو ہدم نہ پہنچے اس کو دو سو ریال، تیس بندوقیس، چالیس اونٹ دے دیئے۔ جوان ان چیزوں کو لے کر اپنے بعض رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ ”جنکی تعداد چالیس سے ہرگز زیادہ نہیں تھی“ روانہ ہو گیا۔ یہ لوگ راتوں کو سفر کرتے تھے اور دن میں کہیں چھپ جایا کرتے تھے۔ جب بھوک لگتی تھی تو ادھر ادھر سے کوئی بکری یا اونٹ پکڑ کر ذبح کر لیتے تھے۔ یہ لوگ مسلسل سفر کرتے کرتے آخر کار ایک رات کو ریاض پہنچ گئے۔ اور چونکہ یہ لوگ یہاں کے رہنے والے تھے لہذا ہر چیز کو اچھی طرح جانتے تھے۔ چنانچہ رشیدی حاکم عجلان کے محل کی دیوار پر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ اور پھر سب سے پہلے ملازموں کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پیر باندھ دیئے اور عبدالعزیز ایک بندوق لے کر حاکم رشیدی کے کمرہ کی طرف چلا اور اس میں داخل ہو گیا۔ اس کمرہ میں صرف عجلان کی بیوی اور سالی تھی اور کوئی نہ تھا اس نے ان دونوں سے پوچھا حاکم کہاں ہے؟ انھوں نے بتا دیا کہ اس کمرہ کے بغل جو قلعہ ہے وہ اس میں سویا کرتا ہے۔ رات تقریباً گزر چکی تھی اور صبح نمودار ہو چکی

تھی اس لئے سب نے باقاعدہ وضو کیا اور نماز پڑھی اور نماز بھی فرادی نہیں بلکہ حاکم
عجلان کے گھر میں عبدالعزیز کی اقتدا میں نماز جماعت ہوئی۔ نماز پڑھ کر یہ لوگ گھر میں اس
طرح بیٹھ گئے جیسے گھر کے مالک یہی ہوں۔ جب سورج نکلا اور قلعہ کا دروازہ کھلا اور
ان لوگوں نے قلعہ پر دھاوا بولنا چاہا ہی تھا کہ ادھر سے حاکم نکلا ہوا اپنے گھر کی طرف
جا رہا تھا۔ عبدالعزیز نے اس کو گولی ماری لیکن وہ نہیں لگی۔ لیکن ابن جلوی سعودی نے
اس کا کام تمام کر دیا اور اس کے بعد حملہ آوروں نے حاکم کے بہت سے حمایتیوں کو قتل
کر ڈالا۔

اس خبر کا شہر میں نشر ہونا تھا کہ شہر والے خوفزدہ ہو گئے اور اپنے انجام سے
گھبرا کر سب لوگ عبدالعزیز کے پاس آکر اطاعت کا دم بھرنے لگے یہ واقعہ ۳ شوال
۱۳۱۹ھ (۱۵ جنوری ۱۹۰۲ء) کا ہے اس کے بعد عبدالعزیز نے اپنے باپ
کو کویت سے ریاض منتقل کیا۔ اور اس کو ”امام“ کا لقب دیا اور خود حکومت کی باگ
ڈور سنبھال لی اور شکر کی قیادت بھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور پے در پے فتوحات کرنے
لگا۔ قسمت نے بھی ساتھ دیا۔ ابن رشید کو قتل کر کے نجد پر اپنی حکومت قائم کی۔ اور احساء،
قطیف، حجاز، عسیر، سب پر قبضہ کر لیا۔ اس کے والد عبدالرحمان کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہو گیا
موتے وقت اس کی عمر ۸۷ سال تھی باپ کا انتقال اس وقت ہوا جب اس نے اپنی
آنکھوں سے دیکھ لیا کہ پورے علاقہ — یعنی سعودی حکومت کا وہ علاقہ جو آج بھی
اس کے پاس ہے — پر اس کے بیٹے کی حکومت مسلم ہو گئی ہے۔

جس طرح ابن رشید ترکوں کا مخلص اور حلیف تھا اسی طرح زندگی بھر عبدالعزیز انگریزوں
کا حلیف، مخلص، دوست و فادار رہا۔ چنانچہ خطبوں میں اور دیگر جگہوں پر انگریزوں کا ذکر کرتا
تھا اور ان کا شکر یہ ادا کرتا تھا۔ میں ایک مثال پیش کرتا ہوں ۱۳۶۲ میں عبدالعزیز نے مکہ مکرمہ
میں ایک خطبہ دیا تھا اس میں کہا۔ میں اس جگہ آپ لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص لوگوں

کاشکر یہ نہیں ادا کر سکتا ہے وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں ادا کر کے گا۔ اس کے بعد برطانوی حکومت کی بہت زیادہ تعریف اس بات پر کی کہ اس نے حاجیوں کے جہازوں کو آگے بڑھانے میں اور سفر کی سہولت دینے میں بڑی کوشش کی ہے اسی طرح اس کی اور اس کے حلیفوں کی مدد کا تذکرہ کیا اور بہت تعریف کی اور اس بات کی تعریف کی کہ انگریزی حکومت نے ان شہروں کی تمام ضروریات کو پورا کیا خواہ وہ معیشت کی چیزیں ہوں یا اور کچھ۔ اور آخر میں کہا کہ انگریزوں کی سیرت اور ان کا سلوک ابتدا سے انتہا تک ہمارے ساتھ بہت اچھا رہا ہے۔

لیکن ہر چھوٹے بڑے کو یہ جان لینا چاہیے کہ انگریز اور ان کے حلفاء یا کوئی دوسری استعماری حکومت محض خیر و انسانیت دوستی کی بنا پر کچھ نہیں کرتی اور اگر کسی ملک کے ساتھ یہ لوگ سلوک و احسان کریں تو اس کا مطلب یہی سمجھنا چاہیے کہ یہ اس ملک کی قسمت اور اس کے بازار پر تسلط حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھئے استعمار ہمیشہ منافقت برتا ہے اور رشوت دیتا ہے کہ عوام کا خون چوس لے۔

سب سے زیادہ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ یہ حقیقت عبدالعزیز پر کیونکر پوشیدہ رہ گئی؟ اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہے کہ وہ اتنے پکے وہابی تھے کہ دشمن کے گھر پر بھی اول وقت نماز پڑھتے تھے پھر بھی وہ انگریزوں کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ جو لوگوں کا — یعنی انگریزوں کا — شکر یہ ادا نہ کرے وہ خدا کا بھی شکر نہ ادا کرے گا؟ یعنی وہ انگریزوں کے شکر یہ کہ خدا کے شکر یہ کے ساتھ ملا رہے ہیں یہ کوئی بات نہیں ہے لیکن کسی نبی یا ولی کے قبر کے پاس نماز پڑھنی اس لئے بدعت ہے کہ اس سے صاحب قبر کی عبادت کا شائبہ پیدا ہوتا ہے یا ان کے خیال میں صاحب قبر کی عبادت تک منجر ہوتی ہے — پھر انگریزوں کے شکر یہ کے ساتھ خدا کا شکر یہ؟ اس کی کیا تاویل ہوگی؟ — کیونکہ خدا کا شکر قابل قبول نہیں ہوگا جب تک انگریزوں کا شکر یہ

نہ قبول ہو جائے! خیر۔ اور جب انگریز کمزور ہو گئے تو اب ان کی جگہ امریکہ نے لے لی ہے۔ عبدالعزیز کی حکومت ۶۴ سال رہی۔ یعنی ۱۳۰۹ سے ۱۳۷۳ تک اس کی حکومت رہی اس کے بعد ان کی اولاد حاکم ہوئی۔ سعود ان کے بعد فیصل، ان کے بعد خالد اور اب فہد کی حکومت ہے

اس فصل کے مدارک

- ۱۔ کشف الارتیاب از سید محسن الامین
- ۲۔ تاریخ نجد " فیلیپی
- ۳۔ تاریخ الدولۃ السعودیۃ " امین سعید
- ۴۔ الامام العادل ج ۱، ۲ " عبدالحمید خطیب
- ۵۔ تاریخ الكويت سیاسی ج ۱، ۲، ۳ " حسین ابن الشیخ فرغل

اظهار حقیقت نہ معذرت

اس کتاب کی ہر ہر سطر کو میں نے دفاع کی نیت سے تحریر کیا ہے۔ کسی پر حملہ کرنا مقصود نہیں ہے میرا مقصد صرف اسلام کی وفاداری کو ثابت کرنا ہے۔ وہابیت کی رد مقصود نہیں ہے اور یہ اس کتاب میں نہیں بلکہ ہر کتاب میں میری حالت یہی رہی ہے کہ جو لوگ افتراء و بہتان سے کام لیتے ہیں اور حملہ آور ہوتے ہیں۔ میں صرف ان سے دفاع کرتا ہوں۔

بھلا مجھے محمد ابن عبدالوہاب یا دوسروں کے عقیدوں سے کیا لینا دینا ہے۔ ہر انسان اپنے عقیدہ اور اپنی ثقافت میں آزاد ہے۔ طرز زندگی اختیار کرنے میں آزادی رکھتا

ہے۔ وہ جو کرے یا جو بھی عقیدہ رکھے اس کی پوری ذمہ داری خود اس کے اوپر ہوتی ہے۔ کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کے اقوال و افعال کے بارے میں بحث و فحش کرے جب تک اس کے اقوال و افعال اس کی ذات تک محدود ہوں۔ دوسروں سے ان کا کوئی دور یا قریب کا واسطہ نہ ہو۔

میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں نے پہلے جن لوگوں یا کتابوں کی رد لکھی ہے یا بعد میں جن کی رد کروں گا ان میں میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ عقیدہ تشیع کے دشمن پر حملہ کروں۔ بلکہ میں صرف اس نیت سے لکھتا ہوں کہ لکھنے والے میں جو مورد ثنی غلطیاں ہیں اور جن کا وہ التزام کئے ہوئے اس سے باز آجائے۔ میرا پہلا اور آخری مقصد صرف اتنا ہے کہ اس کی غلط فہمی کو ختم کر دوں اور جو لوگ افتراء اور چار سو بیسی سے کام لیتے ہیں ان کا آگے کا راستہ بند کر دوں اور وہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ میں ہر وقت ان کی گھات میں ہوں۔ اور وہ لوگ بھاگنے کا راستہ نہ تلاش کر سکیں۔

مجھے محمد بن عبدالوہاب، اس کے عقیدہ، اس کی دعوت سے کیا سروکار ہے خصوصاً جب کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا کر چکا؟ اگر محمد بن عبدالوہاب یہ نہ کہتا کہ: شیعوں کی وجہ سے قبروں کی عبادت اور شرک کا رواج ہوا ہے اور یہ کہ بعض بزرگوں نے شیعوں کو مسلمانوں کے ۷ فرقہ سے خارج کر دیا ہے یہ یا اس کے پوتے عبدالرحمان کا یہ کہنا کہ: جو شیعہ دہابیوں کی مخالفت کرے اور پھر توبہ نہ کرے تو اس کا قتل واجب ہے یہ: تو مجھے اس سے کوئی غرض ہی نہیں تھی میرا اور اس کا کوئی واسطہ ہی نہیں تھا۔ اس طرح محمد بن عبدالوہاب نے شیعوں کو پیش کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ شرک کا سبب یہی ہیں اور ہلاک ہونے والے فرقوں میں سب سے بدتر یہی ہیں اور ان کے پوتے نے

تو شیعوں کے قتل کا حکم دے دیا ہے۔ اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان دلوں کو پتے نے شیعوں کی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی۔ بلکہ کسی شیعہ کتاب کا ایک صفحہ بھی نہیں پڑھا۔ اور نہ کسی شیعہ عالم و جاہل کے ساتھ ان کی نشست و برخاست رہی ہے ان کی حیثیت وہی ہے جو ہر افتراء بہتان لگانے والے کی ہوا کرتی ہے۔

اگر محمد عبدالوہاب کے اقوال پر پردہ ڈال دیا جاتا اور زمانہ کے ساتھ اس پر نسیان کی چادر پڑ جاتی تو ہم بھی اس کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتے اور اس سے تجاہل بڑتے۔ لیکن اس کے اقوال کو عقیدہ راسخ بنا لیا گیا ہے۔ اور وہابیوں نے دین و حقیقت کا مثالی نمونہ قرار دے لیا ہے۔ اور اس کے نظریات و خیالات سب کے سب ان کے یہاں نقش کا لچر ہو گئے ہیں۔ کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ ابن عبدالوہاب نے کہا ہے۔ اور ان کے پوتے عبدالرحمن نے فرمایا ہے۔ تو جب یہ صورت حال ہے تو اس پر خاموشی اور اس سے تجاہل غلط فہمی کا سبب بن سکتا تھا اور ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ اگر شیعہ ان چیزوں کے قائل نہ ہوتے تو اس کی رد کرتے۔ گویا رونہ کرنا شیعوں کا ضمنی اعتراف سمجھا جاتا اس لئے تردید ضروری تھی۔

اور ہم جھوٹا افتراء کو کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں؟ اور ہم غزم و طاقت کے ساتھ ان کا جواب کیوں نہ دیں جبکہ ہم میں اتنی طاقت ہے کہ ہم جھوٹ بولنے والوں کا منہ توڑ جواب دے سکیں ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتے ہیں تو کیوں خاموش ہوں؟ خلاصہ جو شخص کتاب التوحید۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں وہابیوں کی انجیل سے کو پڑھ لے گا اس کو پتہ چل جائے گا کہ پوری کتاب میں جیسے اس کے مولف کو شرک کا بیضہ ہو گیا ہے اور وہ مسلمانوں کو دین و ایمان سے خارج کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس کتاب میں شرک کے جو عنوانات دیے گئے ہیں چند کو ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ خرقہ کا پہننا شرک ہے ۲۔ غیر خدا کے لئے نذر کرنا شرک ہے ۳۔ خدا کے

خون چوسنے والے ہیں۔ اسی کے ساتھ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ اصلی مقصد فتنہ کو مٹانا، اس کے عوامل و مظاہر کو ختم کرنا، عقائدی، اقتصادی، سیاسی، اعلامی، عسکری فتنوں کو نابود کرنا ہے۔ بلکہ ہر اس تحریک کو ختم کر دینا ہے جو بشریت کو الہی حاکمیت مطلقہ کے خط سے متحرک کرنے والی ہو، اور گمراہ شیطان کے پھندے میں پھنسانے والی ہو، اس لئے یہ طے ہے کہ فتنہ اس وقت تک مجھ نہیں ہو سکتا جب تک بشریت اپنے وجود کو خدا اور اس کی حاکمیت کے سپرد نہ کر دے۔ اور دیانت کا انحصار خدا میں نہ کر دے۔

حق و اسلامی انقلاب کی جماعت اپنے پیروں کی قلت سے کبھی متوحش نہیں ہوتی کیونکہ اس کو خدا کی مدد ملتی ہے اور خدا کی ولایت تمام قوتوں سے اعظم اور تمام نصرتوں سے اکبر ہے۔ اس کو خالق بشر اور مومنین سے وعدہ کرنے والے خدا پر بھروسہ ہے جس سے اس کا ارادہ محکم رہتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں خدا ان کے لئے محبت پیدا کرے گا!

میں ہر اس شخص کو جو مخلص ہے اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ دونوں جماعتوں کے درمیان عظیم فرق کے بارے میں غور و فکر کرنے۔

اول: رسمی اسلام — بشرطیکہ یہ تعبیر صحیح ہو — اس سے مراد میں

وہ اسلام لیتا ہوں جس کو ہمارے عالم اسلامی کے سلاطین و شیوخ اور نچا اٹھا رہے ہیں اور ان کے واعظین اس کی ترویج کر رہے ہیں یہ اسلام سر بلندی و سرنگونی کا اسلام ہے۔ حکومت کو دوام بخشنے کا اسلام ہے، دین کو سیاست سے جدا کرنے والا اسلام ہے۔ اسلامی عبادت کی روح کو چھین لینے والا اور کافر اقتصاد کو تقویت پہنچانے والا اسلام ہے۔

دوم: حقیقی اسلام ہے جو ہر قوت — تسلط، مکاری، عیاشی — سے

علاوہ کسی سے پناہ چاہنا شرک ہے ۴۔ غیر خدا سے مدد مانگنا شرک ہے۔ ان کے اقوال
ملاحظہ فرمائیے۔ فال شرک ہے۔ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت ہے۔ قبروں پر
چراغ جلانے والوں پر لعنت ہے یہ

پس اگر شیعوں، ہی کی وجہ سے شرک و عبادتِ قبور کا سلسلہ چلا ہے تو پھر اس
بھرو پر لعنتوں اور شرک جو ابن عبد الوہاب کے کلام میں ہے اس کا سبب کون ہے؟
واقعہ یہ ہے کہ کتاب التوحید کے مولف کے انداز فکر پر اسکو ڈاکٹر ہیٹ کی ڈگری ملنی
چاہیے۔ !!!

نوٹ :- سید احسان عبداللطیف البکری کی کتاب ”الوہابیت فی نظر علماء السلفین“
میں ان کتابوں کے نام ہیں جن میں علمائے اہل سنت نے وہابیت کی رد کی ہے ہم اس
مختصر رسالہ کا بھی ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

نوٹ :- التوحید جو الرسائل التسع کے ساتھ، ۱۹۵۷ء میں چھپی ہے اس کے ص ۵۹ پر زائرین قبور
اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

رسالہ

الوہابیہ فی نظر علماء المسلمین

مسلمان علماء کی نظر میں وہابیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے مسلمان بھائیو! کیا تم لوگ وہابیت کی حقیقت سے واقف ہو؟ اور کیا تم جانتے ہو کہ وہابی مذہب کی ایجاد محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کی ہے؟ جن کا انتقال ۱۷۰۶ء میں ہوا ہے۔ اور کیا تم جانتے ہو کہ یہ مذہب ہمارے چاروں مذہبوں — مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی سے الگ ہے؟ یا تم لوگ ان چیزوں کو نہیں جانتے؟

اس کے بعد کیا تم لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے چاروں مذاہب کے علماء وہابیوں کو گمراہ جانتے ہیں؟ اور ان کو سبیل مومنین سے خارج مانتے ہیں؟ خود قرآن مجید نے فرمایا ہے: اور جو شخص راہ راست کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور ایمان والوں کے طریقہ کے علاوہ اور کسی راستہ پر چلے گا تو ہم اس کو (دنیا میں) جو کچھ وہ کتاب ہے کرنے دیں گے۔ اور (آخرت میں) اس کو اصل جہنم کریں گے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۱۱۵)

نیز کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے علمائے اہل سنت نے اختلاف مذاہب کے باوجود اس بدعتی — محمد بن عبد الوہاب — اور اس کے پیروکاروں کی رد میں کتابیں لکھی ہیں؟ یا آپ اس کو نہیں جانتے؟

بھائیو کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ اسمعیل پاشا بغدادی نے اپنی کتاب (ہدیۃ العارفین) کے ج ۲ ص ۳۵۰ پر تحریر کیا ہے کہ محمد ابن عبد الوہاب نے اپنی کتاب میں بہت سے مسائل میں رسول اکرم کی مخالفت کی ہے؟

نیز کیا آپ کو معلوم ہے کہ شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نجدی، جو محمد بن عبد الوہاب کے حقیقی بھائی تھے انھوں نے سب سے پہلے اپنے بدعتی بھائی کی رد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ”فصل الخطاب فی الرد علی محمد بن الوہاب“ رکھا اس بات کو ”ایضاح المکنون“ کے جلد ۲ ص ۱۹۰ طبع بیروت دار الفکر ۱۳۰۲ھ پر اسماعیل پاشا بغدادی نے اور ”معجم المؤلفین“ کے جلد ۴ ص ۲۶۹ طبع بیروت دار احیاء التراث العربی پر عمر رضا کحالی نے تحریر کیا ہے اسی طرح ایک اور کتاب ”الصواعق الالہیۃ فی الرد علی الوہابیۃ“ لکھی ہے۔ اس کے بعد تو علمائے حجاز، مہر، ہند، شام، عراق جن کا شمار چوٹی کے علمائے اہل سنت والجماعت میں ہوتا ہے مسلسل و متواتر اس کی رد لکھی اور اس پر اعتراضات تحریر کئے۔ بلکہ شیعوں نے بھی اس کی رد لکھی۔

حسن بن عیدان نے شیخ سلیمان سے سوال کیا تھا کہ وہابی مذہب کے باطل ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیلیں ہیں؟ تو جناب شیخ سلیمان نے الصواعق الالہیۃ کو ان کے پاس بھیج دیا تھا جن میں وہابیوں کی جہالت ان کی گمراہی و بدعت کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان میں استنباط کی لیاقت نہیں ہے اور اس میں ان کے باطل خیالات اور منحرف آراء پر ملامت کی گئی ہے کہ یہ لوگ تمام ان مسلمانوں کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں جو ان کے فاسد عقائد کی مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً نذر، رسول مقبول سے شفاعت

چاہنا، دعا، میت سے سوال، اور اس قسم کی دوسری چیزیں جنکو سارے مسلمان کرتے ہیں اور شرعاً کوئی حرج نہیں جانتے خواہ سنی ہوں یا غیر سنی اور ان چیزوں کو صحیح سمجھتے ہیں اور ہر چیز پر معتبر شرعی دلائل رکھتے ہیں، صحاح متواترہ پیش کرتے ہیں، ائمہ اربعہ سے حکایت شدہ اجماعات کو ثابت کرتے ہیں۔ اور وہابی ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں اور ان کے بجالنے والے کو کافر کہتے ہیں۔

یہ کتاب ترکیہ میں سن ۱۲۹۹ھ میں تیسری مرتبہ شائع کی گئی ہے۔

جناب شیخ سلیمان صاحب اسی کتاب کے ص ۴۱ پر وہابیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نجات پانے والے فرقہ کے رسول خدا نے کچھ صفات بیان کئے ہیں۔ اسی طرح اہل علم نے بھی اس فرقہ کے کچھ صفات بیان کئے ہیں۔ لیکن وہابیوں میں ان صفات میں سے ایک صفت بھی نہیں پائی جاتی۔

پس مرحوم ان کے جنتی ہونے کے منکر ہیں کیونکہ مسلمانوں کے ۲ فرقوں میں سے جو فرقہ قیامت کے دن نجات پانے والا ہے اس کی کوئی بھی صفت وہابیوں میں نہیں ہے۔

● جناب شیخ داؤد بن سلیمان بغدادی جو سلسلہ خالدیہ نقشبندیہ کے خلیفہ تھے انھوں نے وہابیوں کی رد میں ایک ”صلح الاخوان فی الرد علی من فال علی المسلمین بالشک والعدوان“ نامی کتاب تحریر فرمائی ہے نیز موصوف ہی نے ”المنحة الوهابیة فی رد الوهابیة“ ایک اور کتاب لکھی ہے یہ کتاب ترکی کے مشہور شہر استانبول میں ۱۹۷۱ء میں چھپی ہے۔

● عمر رضا کحالی نے ”معجم المؤلفین“ کے ج ۱ ص ۲۹ پر تحریر کیا ہے کہ ابراہیم بن عبدالقادر الریاحی التونسی المالکی نے بھی وہابیوں کی رد میں کتاب لکھی ہے۔

● طریقہ رفاعیہ کے رئیس شیخ ابراہیم الرادی نے ”الاورافی البغدادیة فی الحوادث النجدیة“ نام کی ایک کتاب وہابیوں کے خلاف لکھی ہے جس میں کتاب و

سنت کی واضح دلیلوں سے اس کی رد کی ہے یہ کتاب بغداد میں ۱۳۴۵ھ میں مطبوعہ النجاح سے اور استنبول سے ۱۹۷۶ء کے اندر چھپ چکی ہے۔

● خواجہ حافظ محمد حسن نے ”العقائد الصحيحة فی تردید الوهابیۃ النجدیۃ“ نام کی ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہابیوں کے تمام عقائد کی ایک ایک کر کے تردید و تفسید کی ہے۔ اور اولہ فاطعہ و براہین ساطعہ سے ان کی دلیلوں کو باطل کیلئے اور رد کرنے میں صرف کتاب خدا اور رسول خدا کی معتد سنت پھر عقل اس کے بعد عرف عام کا سہارا لیا ہے۔ یہ کتاب ہندوستان کے شہر امرتسر کے اندر ۱۳۶۰ھ میں چھاپی گئی ہے پھر دوبارہ آفسیٹ سے استنبول ترکیہ کے اندر ۱۳۹۸ھ میں چھپی ہے اس کو چھاپنے والے حسین حلمی استنبولی تھے۔

● شیخ جمیل آفندی زہادی نے ”الفجر الصادق فی الرد علی منکری النوسل و الکرامات والخوارق“ لکھی ہے یہ کتاب بھی ترکیہ کے مشہور شہر استنبول میں ۱۳۹۶ھ میں شائع ہوئی ہے۔

● جناب حمد اللہ واجوی نے ”البصائر لمنکری النوسل باہل المقابر“ نام کی کتاب وہابیوں کی رد میں لکھی ہے جو ۱۹۵۷ء میں استنبول سے چھپ چکی ہے۔

● پاکستان میں کراچی کے اندر ”دارالعلوم القادریہ“ کے مدرس جناب عامر القادری نے بھی وہابیت کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ”المدارج السنیۃ فی رد الوہابیۃ“ ہے اس کتاب کو ترکیہ کے شہر استانبول میں ۱۹۷۸ء میں حسین حلمی ابن سعید استانبول نے آفسیٹ پر چھاپا ہے۔

● جناب ابراہیم بن عثمان السنہود المصری نے وہابیت کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ”سعادۃ الدارین فی الرد علی الفرقین الوہابیۃ والمغلذۃ الطاہریۃ“ ہے یہ کتاب بھی ۱۳۷۰ھ میں مصر کے اندر چھپ چکی ہے۔

● جناب عبداللہ بن عیسیٰ الصنعانی نے بھی وہابیوں کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے ”السيف الہندی فی ابانۃ طریقۃ الشیخ النجدی“ شیخ نجدی سے مراد محمد عبدالوہاب ہے اس کتاب کا تذکرہ اسماعیل پاشا نے ”ہدیۃ العارفين“ کے ج ۱ ص ۳۸۸ پر کیا ہے۔

● شیخ احمد سعید السمرہندی النقشبندی نے بھی ”الحی المبین فی الرد علی الوہابین“ نامی کتاب وہابیوں کی رد میں لکھی ہے اس کا بھی تذکرہ ”ہدیۃ العارفين“ کے ج ۱ ص ۱۹ پر اسماعیل پاشا نے اور ”معجم المؤلفین“ کے ج ۱ ص ۷۳۲ پر عمر رضا کحالت نے کیا ہے۔

● محمد الکسم الحنفی فقیہ نے ”الافوال المرصیۃ فی الرد علی الوہابیۃ“ وہابیوں کی رد میں لکھی ہے اس کتاب کا تذکرہ ”معجم المؤلفین“ کے ج ۱ ص ۲۹۳ پر عمر رضا کحالت نے کیا ہے۔

● عبدالمحسن الاشیقری حنبلی نے بھی ایک کتاب بنام ”الرد علی الوہابیۃ“ لکھی ہے جس کا تذکرہ عمر رضا کحالت نے ”معجم المؤلفین“ کے ج ۱ ص ۲۷۶ پر کیا ہے۔

● جناب محمد عطار اللہ المعروف بہ عطانے بھی وہابیوں کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ”الرسالۃ الردیۃ علی الطائفۃ الوہابیۃ“ معجم المؤلفین کے ج ۱ ص ۲۹۴ پر اس کا تذکرہ ہے۔

● جناب اسماعیل التیمی التونسی ابولفدا مورخ نے بھی وہابیوں کی رد میں کتاب لکھی ہے جس کا نام ”عقد نفیس“ ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ ”معجم المؤلفین“ کے ج ۲ ص ۲۶۳ پر کیا ہے۔

● اس کے علاوہ دوسری کتابیں بھی وہابیت کی رد میں لکھی گئی ہیں مثلاً ”النومسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین“ ہے یہ کتاب اتا بنول میں ۱۹۴۵ء میں چھپ چکی ہے۔ اسی طرح ایک اور کتاب بنام ”الدر والسینۃ فی الرد علی الوہابیۃ“ ہے۔ اس کتاب کے مصنف سید احمد زینی وحلان مکہ مکرمہ میں شافعیوں کے مفتی تھے۔ اس کتاب کا تذکرہ (ہدیۃ العارفين)

کے ج ۱۹ پر ہے انھیں کتابوں میں ایک کتاب ”ضلالت الوہابین“ بھی اتانبول کے اندر ۱۹۷۶ء میں چھپ چکی ہے۔

● ”الاصول الاربعة فی تردید الوہابية“ خواجہ محمد حسن کی ہے۔ اس کا تذکرہ خود انھوں نے اپنی کتاب ”العقائد الصحيحة فی تردید الوہابية النجدية“ میں کیا ہے۔ اسی طرح ”المسائل المنتخبة“ اور ”التوسل بالموتی“ بھی کتابیں ہیں جو اتانبول میں ۱۹۷۶ء میں چھپ چکی ہیں۔ ایک کتاب بنام ”علماء المسلمین والوہابیتہ“ بھی ہے اس کو حسین حلمی الشیخ نے جمع کیا ہے یہ بھی ۱۹۷۳ء میں اتانبول کے اندر چھپ چکی ہے۔ کتاب درحقیقت پانچ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۔ (میزان الکبریٰ) شیخ عبدالوہاب شعرانی مہری کی ہے ۲۔ دوسری (من شواہد الحق) شیخ یوسف بن اسماعیل البھانی کی ہے۔ جو پہلے بیروت کے اندر محکمہ حقوق کے رئیس تھے ۳۔ تیسری کتاب ”العقائد النفی“ ہے جو شیخ عمر بن محمد الحنفی کی تالیف ہے ۴۔ چوتھا رسالہ (من معربات المکتوبات) ہے جو احمد بن عبدالاحد فاروقی حنفی نقشبندی کی تالیف ہے ۵۔ پانچواں رسالہ ”رسالة فی تحقیق الرابطة“ ہے اس کے مولف شیخ خالد بغدادی ہیں۔ یہ ساری کتابیں مطبعہ الشیخ کتاب آوی اتانبول ترکیہ کی نشر کردہ ہیں۔

● محمد بن عبدالوہاب کی رد میں احمد بن علی بھری نے جو قبانی کے نام سے مشہور ہیں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ”فصل الخطاب فی رد ضلالت ابن عبدالوہاب“ ہے۔ اسماعیل پاشا نے اس کتاب کا تذکرہ ”ایضاح المسکون“ کے ج ۲ ص ۱۹ پر کیا ہے۔ یہ کتاب دارالفکر سے ۱۴۰۲ھ میں شائع کی گئی ہے۔

● فضیلة الشیخ سید احمد بن زینی دحلان (جو مکہ مکرمہ کے مفتی تھے) نے اپنی کتاب ”الفتوحات الاسلامیة“ کی جلد دوم میں وہابیت کی رد کی ہے۔ یہ کتاب بھی مصر سے ۱۳۵۴ھ میں مصطفیٰ محمد کے مطبع سے چھپ چکی ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۵۶ سے ۲۶۹ تک۔

موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اور بہت سی کتابیں اور رسالے ہیں جو محمد بن عبدالوہاب کی رد میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن موصوف نے ان کے ناموں کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ موصوف فرماتے ہیں: محمد بن عبدالوہاب کی رد میں جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں ان میں بیشتر ان کے اساتذہ ہیں اور ان کے سب سے بڑے استاد شیخ محمد بن سلیمان کردی نے بھی رد لکھی ہے جو ابن حجر کی بافضل پر جو شرح ہے اس شرح کے حواشی کے مولف ہیں۔

مفتی مکہ مکرمہ نے اپنی کتاب ”الفتوحات الاسلامیۃ“ سے اس حصہ کو الگ کر کے جو وہابیوں کی رد میں ہے مستقل ”فتنة الوهابية“ کے نام سے شائع کیا ہے یہ کتاب استنبول سے ۱۹۷۵ء میں چھپ چکی ہے۔

جناب اسماعیل پاشا بغدادی نے اپنی کتاب ”هدیۃ العارفين“ جو استنبول سے ۱۹۵۱ء اور دوبارہ آفسیٹ بیروت سے ۱۴۰۲ھ میں چھپ چکی ہے۔ کے جلد اول کے ص ۱۹۱ پر سید احمد بن السید زینی دحلان کے مولفات میں ایک کتاب ”الدرر السنیۃ فی الرد علی الوهابیۃ“ کا بھی ذکر کیا ہے اور شیخ یوسف البھانی نے اپنی کتاب ”شواہد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق“ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں: سید احمد دحلان شافعیوں کے مفتی نے ایک مستقل کتاب وہابیوں کی رد میں لکھی ہے۔

اور اپنی کتاب شواہد الحق کے تیسرے باب میں جتنا لکھا ہے وہ اثبات حق اور ابطال باطل کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح موصوف نے وہابیوں کے شبھات کی تردید بھی قوی دلیلوں سے کی ہے اور ۲۶ صفحہ میں مکمل کیا ہے۔ اسی کتاب کو ص ۱۵۱ سے ۱۷۷ تک دیکھئے کہ سب کا سب وہابیوں کی رد اور ان پر طعن ہے۔ شواہد الحق میں یہ بھی لکھا ہے کہ مصطفیٰ ابن احمد اشطیٰ جنبلی نے بھی وہابیوں کی رد میں ایک مخصوص رسالہ لکھا ہے جس کا نام ”القول الشرعیۃ فی الرد علی الوهابیۃ“ ہے یہ کتاب بھی چھپ کر منتشر ہو چکی ہے۔

اسے میرے مسلمان بھائیو! اب جبکہ میں نے دہائی مذہب کی حقیقت آپ لوگوں پر واضح کر دی اور یہ ثابت کر دیا کہ یہ مذہب ہمارے مذاہب اربعہ۔ حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی کے خلاف ہے اور نیا مذہب ہے اور ان کتابوں کو بھی تحریر کر دیا جسکو علمائے اسلام نے انکی رد میں لکھا ہے تو اب آپ کافر فیض ہے کہ اس مذہب سے بچئے اور اسکی پیروی نہ کیجئے، اس کے مننے والوں سے علیحدگی اختیار کیجئے۔

خبردار آپ لوگ قرآن کی اس آیت کے مصداق نہ بنئے: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اسکی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کو جو کرتے ہوئے پایا ہے اسکی پیروی کیونگی۔ تب خدا نے انکی رد کی اور انکی مذمت کی اور فرمایا: کیا ان لوگوں کو شیطان جہنم کی طرف بلارہا ہے۔ اور اس آیت کے بھی مصداق نہ بنئے: ان لوگوں نے کہا اے رسول! کیا آپ اس لئے آئے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو جس (دین) پر پایا ہے ہم کو اس سے پٹا دیں؟ تو خدا نے ان کو جواب دیا: تم اور تمہارے آباء سب ہی کھلی گمراہی میں تھے۔

آخر میں اے مسلمانو! ہم آپ کیلئے خدا سے توفیق و تسدید کی تمنا کرتے ہیں اور پروردگار سے دعا کرتے ہیں کہ سب مسلمان بھائیوں کو ہر اس بدعت و ضلالت سے محفوظ رکھے جو جہنم تک پہنچانے والی ہو۔

میں آپ حضرات سے امید کرتا ہوں کہ بغیر کسی تعصب کے آپ اس کو پڑھیں گے اور اس کا مطالعہ فرمائیں گے۔ آزادی فکر کو اپنے عقیدہ اور ایمان میں جگہ دیں گے، جیسا کہ خدا آپ لوگوں سے چاہتا ہے۔ اور جب آپ کی ماں نے آپکو آزاد پیدا کیا ہے تو دوسروں کے غلام نہ بن جائیے۔
والسلام علیک وعلی من اتبع الہدیٰ وحاد عن سبیل الغی والضلالۃ والردیٰ و
رحمة اللہ وبرکاتہ — آپ کا بھائی۔

احسان عبداللطیف البکری۔

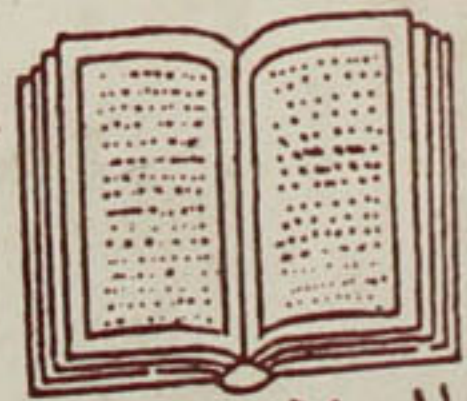
ٹکرائے والے یہی وہ اسلام ہے جو پوری زندگی پر قرآنی شریعت کی حکومت چاہتا ہے اور امت مسلمہ کا گذشتہ جاہ و جلال واپس لانا چاہتا ہے اور اس سلسلہ میں شعائر اسلامیہ کے ذریعہ استفادہ کرنا چاہتا ہے۔ ان شعائر میں سب سے زیادہ بلند مسئلہ حج کا ہے۔

آخر کلام میں ہم اپنے اس عقیدہ کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں کہ جرم کی وسعت اور اس کی شدت کا احساس۔ امام امت اسلامیہ، مستضعفین کے قائد امام خمینی دام ظلہ کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو اس سال حج کے موقع پر آپ نے حجاج بیت اللہ الحرام کو لکھا تھا، اس مکتوب نے عالمی استکبار کے سینہ کو نشانہ بنایا ہے جس سے عالمی استکبار چیخ پڑا اس کی رات کی نیندیں حرام ہو گئیں، اس کے قصرِ ظلم میں زلزلہ آگیا۔ اس مکتوب نے واضح کر دیا کہ حق کی جماعت فتوں کے مٹانے اور دین الہی کے اعلاء کے لئے اپنے راستہ پر عزم مصمم کے ساتھ رواں دواں رہے گی۔ چاہے اس کے خلاف جتنی سازشیں کی جائیں اور خبیث طاقتیں اکٹھا ہو جائیں۔

میں تمام مسلمانوں، مفکرین، مخلصین، امت مسلمہ کے حالات سے دلچسپی رکھنے والوں کو آواز دیتا ہوں کہ بہتر یہ ہے کہ آپ اس بیان کو غور سے پڑھیں جو قرآن کریم، سنت شریفہ، احادیث معصومین کی روشنی میں جاری کیا گیا ہے۔ جو گہرے ایمان باللہ کی بنیاد پر اور انتصار حق کے یقین مطلق، اور امر کی گہرائی تک بصیرت نافذہ کی بنیاد پر قائم ہے۔ تاکہ یہ لوگ راہ راست پر آسکیں واللہ الی سوا السبیل

العلاقات الدولية

في منظمة الاعلام الاسلامي



دارالوحدہ

پوسٹ بیک نمبر ۷

نئی دہلی (۱۱۰۰۰)

مقدمہ مولف^{7۱}

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ الطَّاهِرِیْنَ — وبعده نہ تو میں نے کسی وقت وہابی کتابوں کے بارے میں سوچا تھا اور نہ ہی کبھی اس ارادہ سے بحث و تفتیش کی تھی کہ اس موضوع پر کوئی کتاب — اس کتاب کی طرح — لکھوں گا۔ اور اگر میں فکر کرتا بھی اور چاہتا بھی تب بھی یہ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرا نظریہ یہ ہے کہ محض ارادہ کر لینا، یا موضوع کی معرفت حاصل کر لینا یا دونوں کے ہو جانے کے باوجود کوئی نتیجہ اس وقت تک نہیں نکلتا جب تک ایک تیسرا عنصر نہ شامل ہو جائے یعنی آدمی کتاب کیا ایک مقالہ بھی نہیں لکھ سکتا — یہ بات میں اپنی ذات کی حد تک عرض کر رہا ہوں — اور وہ تیسرا عنصر مجھ میں اور موضوع میں ایک دلچسپی کا پیدا ہونا ہے اور جب تک وہ مخصوص دلچسپی پیدا نہ ہو جائے میں کتاب نہیں لکھ سکتا اور جب یہ بات حاصل ہو جاتی ہے تو میں بہت ہی آسانی و سہولت سے لکھ لیتا ہوں۔

اور شاید یہی راز ہے کہ میں کتاب جلدی مکمل کر لیتا ہوں۔ ورنہ میں بھی رومال دھٹی نچوڑنے

والا ہوتا۔

اور جب تک میں اپنے اور موضوع کے اندر دلچسپی نہیں محسوس کرتا چاہے وہ زیادہ ہو یا کم! اس وقت تک کتاب لکھنے پر قادر نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ میں نے اب تک جو کچھ لکھا ہے یا آئندہ جو کچھ بھی لکھوں گا وہ اسی علت کی بنا پر ہو گا۔ کیونکہ چاہے میرے اندر

ارادہ کتنا ہی ہو اور موضوع کی معرفت بھی بھر پور ہو پھر بھی میں لکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ نتیجہ ہمیشہ
ضعیف مقدمہ کے تابع ہوتا ہے۔

اور اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے یہی کچھ میرے اور موضوع کے درمیان
پیش آیا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے حجاز کا سفر کیا تھا اور اپنا فریضہ واجبی
یعنی حج ادا کیا تھا اور وہابی علماء کے ساتھ ملاقات میں جو بات چیت ہوئی تھی، جس کو میں نے
اسی کتاب میں ”وہابی علماء کے ساتھ“ کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

وہابیت کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب میں نے علامہ سید محسن الامین کی —
کشف الارتیاب فی اتباع محمد ابن عبدالوہاب — پڑھی۔ اس وقت میں نجف اشرف میں تحصیل
علم کر رہا تھا۔ اس واقعہ کو بھی تقریباً ۲۵ سال یا اس سے زیادہ گزر چکے ہیں۔

اس کتاب کے پھیننے کے بعد وہابیوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں اور وہ
بہت ہی دل تنگ ہو گئے تھے۔ کیونکہ مولف نے انکی بہت ہی عالمانہ طریقہ سے تردید کی تھی۔
اور کتاب و سنت کے حوالوں سے ان کا جواب دیا تھا۔ اور ۱۴ وہابی علماء نے جو عبدالعزیز سے
مطالبہ کیا تھا کہ احبار اور قطف کے شیعوں کو وہابیت پر مجبور کیا جائے۔ اور اگر یہ لوگ نہ مانیں
تو ان کو بادشاہ جہاں چاہے ملک بدر کر دے۔ اس کتاب کے بعد ان لوگوں کے موقف میں
اعتدال پیدا ہو گیا تھا۔

علامہ سید امین مرحوم کی کتاب پڑھنے کے کئی سالوں کے بعد مجھے رسالۃ التوحید، رسالۃ
کشف الشبہات، رسالۃ شروط الصلاة، رسالۃ ہذہ اربع قواعد کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ رسالے
وہابیت کے بانی محمد ابن عبدالوہاب کے تالیف کردہ ہیں۔

۵۔ جناب سید حسن نے اس کتاب کو ۱۹۶۲ء میں دوبارہ شایع کرایا اور اس میں کچھ جدید فصلوں اور

مفید حواشی کا بھی اضافہ فرمایا ہے چنانچہ اب یہ کتاب بڑے سائز کے ۴۰۰ صفحہ تک پہنچ گئی ہے۔

اس سال — ۱۳۸۲ھ — میں اپنے ساتھ محمد ابن عبدالوہاب کی کتاب ”مسائل النجاہلیۃ“ مکہ مکرمہ لے گیا اور ان کے پوتے عبدالرحمن کی کتاب ”فتح المجید فی شرح التوحید“ اور محمد بن علی الشوکانی کی کتاب ”شرح الصدور بتحریم رفع القبور“ بھی اپنے ہمراہ مکہ مکرمہ لے گیا۔
 صنعانی اور شعرکانی دونوں محمد بن عبدالوہاب کے معاصر تھے۔ اور جب میں نے مکہ مکرمہ کے قاضی القضاة سے اپنے اس ارادہ کا ذکر کیا کہ میں دہابی عقیدہ کے بارے میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں لہذا مجھے دہابیوں کے موثق ترین مصادر بتائیے؟ تو قاضی القضاة — یعنی سلیمان بن عبید نے ان کتابوں کی نشاندہی کی تھی۔

ان کتابوں میں سب سے زیادہ اہم بات جو قاری کی توجہ ادھر مبذول کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جیسے ان کتابوں کے مصنف دہابیوں کے علاوہ پوری امت محمد کو کافر بنانے پر قسم کھائے بیٹھے ہیں۔ شہوت و انتقام کی حد تک مسلمانوں کو کافر بنانے پر آمادہ ہیں اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دینی، سیاسی، اجتماعی بنیاد ہی یہ ہے کہ ”مسلمانو! یاد دہابی بن جاؤ اور یا اپنے قتل، مال کے لوٹنے، بال بچوں کے قید ہونے پر تیار ہو جاؤ“

اگر کسی کو میرے قول کی پرکھ مقصود ہو تو اسی کتاب میں جو کچھ میں نے ان لوگوں کے لئے نقل کیا ہے اس کا مطالعہ کرے اور اسی لئے میں نے کتاب کا نام ’صفحہ سطرین طباعت‘ مطبع وغیرہ کا حوالہ دے دیا ہے تاکہ پڑھنے والے کے لئے آسانی ہو۔

اور جو شخص بھی ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا جن کو ہر دہابی صحیح، معتبر اور قابل وثوق سمجھتا ہے۔ اس کو یقین ہو جائے گا کہ دہابیوں کا آخری مقصد اپنے علاوہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ہلاک کر دینا ہے یا کم از کم ان مسلمانوں کا ہلاک کر دینا ہے جو ان کی دسترس سے باہر نہیں ہیں جیسے حکومت سعودی عرب کے مسلمان۔ اور اس سلسلہ میں ان کی نظر میں سنی و شیعہ کا کوئی فرق نہیں ہے اور ان کی پیاس بغیر اس جہنمی سیارے کے کسی طرح بھی بجھ نہیں سکتی۔

لیکن ان کے اپنے اس ارادہ کی تکمیل میں جو چیز کا ورٹ بنی ہے وہ مسلمانوں کی طاقت و قوت ہے اور مشرق سے لے کر مغرب تک کی رائے عامہ کا مخالف ہو جانا ہے۔ اور جگہ جگہ اس نظام کے خلاف انقلاب کا برپا ہو جانا ہے۔ کیونکہ تمام دنیا کے لوگوں کا۔ علاوہ وہابیوں کے۔ یہ عقیدہ ہے کہ دین میں ہر شخص آزاد ہے۔ اور اپنے دین کی وضاحت کرنے کا ہر شخص کو اختیار ہے کوئی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا ہے۔ اور غالباً اپنی اسباب کی وجہ سے اپنی ظلم و بربریت کو چھوڑ کر وہابی حضرات سال بہ سال حاجیوں کے ساتھ کچھ کمی کرنے لگے ہیں اور حاجیوں کو غلام سمجھنا چھوڑ رہے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اب وہابیوں کو اتنی عقل آگئی ہے کہ غلامی کا دور گزر چکا ہے اور اب حالات اس کے متقاضی نہیں ہیں کہ حاجیوں کے ساتھ تعصب یا تحکم برتا جائے۔ ہم اس اقدام پر سعودیوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ خصوصاً متوسط قسم کے وہابیوں میں اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو بہت اہم ہے۔ بہر حال یہ اقدام مستحسن ہے، خواہ اطاعت کے ساتھ کیا گیا ہو یا کراہت کے ساتھ اور ہم خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں کہ رفتہ رفتہ یہ لوگ اور چند قدم آگے بڑھیں یہاں تک کہ حرمین شریفین میں پہلے والی آزادی حاجیوں کو نصیب ہو سکے بلکہ ہر قدم پر یہ آزادی مل جائے جہاں جہاں وہابیوں کا تسلط ہو۔

بہر حال میں نے وہابیت کا جو عقیدہ ہے وہی بیان کیا ہے اور انہی چیزوں کو لکھا ہے جو ان کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ وہابیوں کی سیاست کیا ہے یا حاجیوں اور زائرین کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے۔ ان کے عقیدہ کی رد کرنے یا ملامت کرنے میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اقوال کی کاٹ کی گئی ہے اور ان مفاسد کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کا عقیدہ مان لینے پر لازم آتے ہیں۔ میں ان کے اقوال کے بارے میں کافی تلاش و جستجو کرتا ہوں اور ان کو ایک دوسرے سے متصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن جب بالکل تضاد نظر آتا ہے کوئی جمع کی صورت نہیں ہوتی تب میں اس تناقض کا اعلان کرتا ہوں۔

میں نے سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ میرے اعتراضات اس جال کے مانند ہوں جو صرف انھیں لوگوں کے اقوال و آراء سے براہ راست بنا گیا ہو۔ جو بھی تاگا اس میں ہو وہ انھیں کا ہو۔ دوسری بات یہ کہ میں نے آیات و روایات کا ذکر کرنے کا کوئی خاص اہتمام نہیں رکھا۔ کیونکہ وہابیت کی رد میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں اکثر کے اندر اس کا التزام رکھا گیا ہے۔

اشارہ

سعودی حکومت نے اپنی سرزمین پر ہر اس کتاب کے لانے پر پابندی لگا دی ہے جس پر میرا نام لکھا ہو۔ اور اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ جو لوگ اسلام و مسلمانوں کے ساتھ مکاری و دھوکہ بازی کرتے ہیں، میں ان کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اس طرح جو شخص رسول و آل رسول سے کینہ رکھتا ہے اور جو شخص کسی بھی اسلامی ملک میں زہر اور وبا پھیلانا چاہتا ہے تاکہ امن عامہ کو غارت کر دے، میں اس کا بھی مقابلہ کرتا ہوں اور یہی وہ لوگ ہیں جو عربوں کا اور مسلمانوں کا خون پیتے ہیں جیسے جہان، خنداوی، محب الدین خطیب وغیرہ۔

سعودی حکومت نے میری اس تالیف کو بھی ممنوع قرار دے دیا ہے جس میں دور یا قریب کہیں سے بھی عقیدہ وہابیت کو چٹھ نہیں کیا گیا۔ تو اس کتاب کو تو بدرجہ اولیٰ منع کرے گی بلکہ اگر ممکن ہوگا تو جلانے کا حکم دیدے گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ دشمنانِ عدالت و فضیلت اور دوستانِ ظلم و درذالت کو سب بے شتم کے لئے خرید ہی لیا جائے گا۔ سعودی حکومت جو چاہے کرے ایک نہ ایک دن حرمین شریفین کی زمین پر حریت کا سونچ چمک کر رہے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہوں پر چمکا ہے۔ اور کتابوں کے چھین لینے کا زمانہ بہر حال ختم ہوگا جس طرح وہ محکمے ختم ہو گئے جو علماء اور ان کی علمی کتابوں کو جلا دینے پر مامور تھے۔

مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا تاویل کروں کہ سعودی حکومت نے میری کتابوں پر کیوں پابندی لگائی ہے یا میری کتابوں کی طرح دوسری ہدایت و ارشاد کی کتابوں پر کیوں پابندی عائد کی ہے جبکہ

بد اخلاقی و فساد پیدا کرنے والی کتابوں پر پابندی نہیں ہے۔ جو کتابیں فسق و فجور پر آمادہ کرتی ہیں جو مخشیات و بدکاری کا اضافہ کرتی ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

میں نے مکہ مکرمہ کے کتابوں کے بازار میں تقریباً ایک دوکان پر جا کر دیکھا — اور میرا خیال ہے کہ کوئی دوکان مجھ سے نہیں بچی — اور میں نے تمام کتابوں کو یا اکثر کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا جیسا کہ میری عادت لبنان میں بھی یہی تھی۔ میں نے یہ دیکھا کہ علانیہ طور پر بازاروں میں کوئی شیوہ کتاب — سوائے مجمع البیان و مکارم الاخلاق طبرسی کے — نہیں فروخت کی جاتی۔ البتہ ایسی نادلوں کی کتابوں کو ضرور دیکھا جن پر عریاں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ بہت سی عورتیں چڑھی پہنے اور چہرہ چھپائے ہیں باقی پورا بدن ننگا ہے۔

اور وہ دوکانیں جو خانہ کعبہ کے چاروں طرف کتابوں کی ہیں ان سب میں ایسی ہی کتابوں کی بھرمار ہے۔ خصوصاً وہ دوکانیں جو صفا و مردہ کے سامنے بنی ہیں۔

دہائیوں کو وقت ضرورت جواب دینے کے لئے بہت سی کتابوں کے نام میں نے لکھ لئے تھے۔ مثلاً راللیل (رات کی عورتیں) شہر العسل (ہنی مون) امرۃ من باریس (پیرس کی ایک عورت) الشریۃ (شری عورت) الخ میں نے صرف ناموں کو پڑھا ہے ان کے اندر کیا لکھا ہے یہ مجھے نہیں معلوم۔ البتہ میں نے کتابوں کے کور پر ایسی تصویریں دیکھی ہیں جو جذبات بھڑکانے والی ہیں۔ ننگی عورتوں پر مرد سوار ہیں، بوس و کنار کا منظر ہے۔ حاجی حالت احرام میں طواف کر کے جب خانہ کعبہ سے باہر آئے گا تو سب سے پہلے انہی تصویروں کو دیکھے گا۔ اور مخش مناظر پر نظر ڈالے گا جس کی اجازت امر بالمعروف کرنے والی جماعت نے دے رکھی ہے۔ کیونکہ یہ چیز تو دین کے منافی ہے نہ آداب کے۔ لیکن قبر نبیؐ کو چھونا شرک و الحاد ہے۔ یہ دہائیوں کی منطق ہے اور یہ ان کی سیرت ہے۔ سانپوں کو آزادی ہے کہ وہ زہر پھیلاتے رہیں یہاں تک کہ کعبہ کے دروازے پر بھی لیکن نور و ہدایت کی کھڑکیوں کا بند رکھنا واجب ہے کہیں کوئی ہدایت نہ حاصل کر لے۔ اس کا فلسفہ کون جان سکتا ہے! ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی بیہودہ چیزوں کی اجازت دے کر

یہ ثابت کرنا مقصود ہو کہ سعودی حکومت ترقی کے میدان میں مشرق و مغرب کو چھپے چھوڑ گئی ہے! میرے محترم قارئین! میں اپنی عادت کے خلاف تھوڑا سا وقت اور لینا چاہتا ہوں کیونکہ وہابیوں کے تناقصات کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔ ذرا ایک واقعہ سنئے ایک دن شام کو میں مکہ مکرمہ میں ایک کتابوں کی دوکان پر پہنچا تو دیکھا عمر ابوالنصر کی کتاب۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ اعلانیہ طور پر بیچی جا رہی ہے اور پھر میں حسب عادت کتابوں کو تلاش کرنے لگا جیسے سعودیہ میں پیڑوں تلاش کیا جاتا ہے تو میں نے دیکھا استاد جورج جرداق کی کتاب (الامام علی) بھی رکھی ہے مگر دوکاندار نے اس کو لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے۔ میں نے بھی اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے کہ اگر وہابیوں کو اس کے جرم کی اطلاع ہو جائے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ کتاب اٹھا کر اس سے کہا تم یہ کتاب کیسے بیچتے ہو؟ (چونکہ وہ دوکاندار مجھے پہچانتا نہیں تھا اور میں نے بھی اپنے کو پوشیدہ رکھا تھا) کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ یہ ممنوع ہے؟ اور بہت ہی مخفی طریقہ سے میں نے اس پر یہ بات واضح کر دی کہ میں تمہاری شکایت پولیس سے کر دوں گا۔ اس نے میری طرف بہت ہی خوفزدہ نظروں سے دیکھا اور کہا ہاں ہاں آخر علیؑ کی کیا غلطی ہے کون سی خطا ہے؟ میں نے کہا یہ سب کچھ نہیں ہے یہ ممنوع ہے تو اس نے کہا کیا علیؑ باطل پر تھے؟

اے علیؑ تم پر خدا کا سلام ہو۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آپ کو عظمت بخشی کہ اگر آپ باطل کو دوست رکھتے تو جس کتاب پر بھی آپ کا نام ہوتا وہ سعودی حکومت میں اعلانیہ بیچی جاتی۔ پوشیدہ طور سے اس کی خرید و فروخت نہ ہوتی۔ اور بالغ و مشتری جس طرح کتاب معاویہ پسر جگر خوارہ کو بازاروں میں بیچ رہے ہیں اور خرید رہے ہیں آپ کی بھی کتاب بیچی جاتی خریدی جاتی۔

میں خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے غالی اور ناصبی ہونے سے بچائے اور اپنے جاہ و جلال کے صدقہ میں ہمارے ایمان میں اضافہ کرے۔ اور محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت ہمارے دلوں میں بھر دے۔ مولف

کے

پہلے وہاں بیٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حج کے اسرار

بارگراں

میں اپنے اوپر ایک بہت بڑا بوجھ مدتوں سے محسوس کرتا تھا۔ خصوصاً اس زمانہ سے یہ احساس شدید تر ہو گیا جب سے حج کرنے کی استطاعت پیدا ہو گئی میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے کب بکدوش ہو سکوں گا۔ اور حج کے بارے میں میرے تصورات کچھ اس قسم کے تھے کہ یہ بہت بڑا بوجھ ہے اس کی ادائیگی کے لئے بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ رقم اتنی ہے کہ جلدی سے نفس اس کے خرچ پر آمادہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح یہ بھی سوچتا تھا کہ ایک زمانہ میں ایک ہی جگہ پر ایک ہی شہر میں اتنے لوگوں کا جمع ہونا باعث زحمت ہونے کے ساتھ تھکا دینے والا عمل ہے۔ اتنا پر مشقت عمل ہے کہ نفس جلدی سے اس کے برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اور ان باتوں کے علاوہ سب سے بڑا خوف یہ تھا کہ کہیں غلط نہ ہو جائے، ریاکاری نہ ہو جائے جس کی وجہ سے میرا عمل میرے منہ پر مار دیا جائے۔ اور میرا حج حج مشکور نہ ہو سکے اور نہ میرے لئے قیامت کے دن کا ذخیرہ ہو سکے۔

یہ میرے تصورات تھے اور میں بڑی شدت سے اس کو محسوس کر رہا تھا اور یہی تاخیر و
تفصیر کی علت بھی تھی۔ البتہ میرا یہ عذر کہ — سعودی حکام مجھے حج سے روک دیں گے اور اپنے
شہر میں مجھے طرح طرح کی اذیتیں دیں گے کیونکہ میں نے سعودیوں کے خلاف صحف و رسائل میں
کافی کچھ لکھا ہے اور واقعہ جہان کے بعد تو میں نے مستقل طور سے کتابی صورت میں لکھا ہے۔
تو یہ صرف میرا وہم تھا جس کی کوئی بنیاد نہیں تھی اور ہو سکتا ہے میری کاہلی دستی اس قسم کے
عذر تلاش کرنے کا سبب رہی ہو۔

بہر حال جو بھی ہو اس سال ۱۳۸۳ھ میں اپنے اندر میں نے ایک شدید رغبت کا احساس
کیا اور طے کر لیا کہ اس سال حج کر کے رہوں گا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ انتہا یہ ہے کہ چاہے مجھے پھانسی
کے تختہ پر چڑھا دیا جائے۔ مگر اس سال اس فریضہ کو ادا کروں گا۔ اس عزم محکم کی علت خود مجھے بھی
نہیں معلوم اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ مختصر یہ کہ جو بھی ہو میرے ارادہ و اختیار کو اس میں کوئی دخل
نہیں تھا۔ کیونکہ ارادہ کی علت ارادہ نہیں ہوا کرتی۔

بیت عتیق

۱۰ اپریل ۱۹۶۴ء مطابق ۲۶ رذی الحجہ ۱۳۸۳ھ کو بیروت ہوائی اڈہ سے میرا ہوائی جہاز شام
کے سات بجے روانہ ہوا اور تقریباً ۹ بجے رات کو جدہ ایر پورٹ پر اترا۔ میں نے یہ رات المنصفہ
نامی ہوٹل میں بسر کی اور دوسرے دن نذر کر کے شام کو احرام باندھ کر جدہ سے مکہ معظمہ کے لئے
روانہ ہو گیا۔ اور حدیبیہ پہنچ کر دوبارہ تجدید احرام کیا۔ اور رات ہونے سے پہلے میں مکہ پہنچ گیا۔
جدہ اور مکہ کا فاصلہ تقریباً ۷۴۲ کیلومیٹر ہے اور یہ دن پنجشنبہ کا تھا۔ جیسے ہی میں مکہ پہنچا میری

۱: حدیبیہ وہ جگہ ہے جہاں سے قریش نے رسول اعظم کو مکہ مکرمہ میں عبادت کیلئے داخل نہیں
ہونے دیا۔ اور پھر رسول خدا اور قریش کے درمیان صلح ہو گئی اور اسی جگہ کے نام سے اس صلح کا نام "صلح حدیبیہ" ہو گیا۔

بے خودی کا عالم یہ ہو گیا کہ مجھے نہ حال نہ استقبال کی خبر رہی بلکہ میں خود اپنے وجود کو بھول گیا۔ اور توفیق الہی کو سوچ کر کہ فریضہ حج کی ادائیگی کی توفیق شامل حال ہو گئی یہ احساس میرے پورے شعور پر چھا گیا اور بے ساختہ حمد و شکر الہی کے کلمات میری زبان پر جاری ہو گئے اور اس بار اور زحمت میں آسانی کا احساس ہونے لگا۔

بعض حضرات کو خدا صحت دیتا ہے تو وہ مال سے محروم ہوتے ہیں اور بعض کو مال دیتا ہے تو وہ جسمانی صحت سے معذور ہوتے ہیں اور بعضوں کے پاس مال و صحت دونوں ہوتی ہے مگر وہ کاہلی و سستی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جس کے پاس تمام اسباب مہیا ہوں اس کو حق پہنچتا ہے کہ اظہار مسرت کرے اور غبطہ کا احساس کرے اور پھر اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ خدائے برتر و بالا کی حمد و ثنا کرے۔ الحمد للہ یہ ساری باتیں مجھے حاصل تھیں، صحت بھی، مال و دولت بھی لہذا اس کا شکر ہے اور اس کے لئے حمد لائق و سزاوار ہے۔

مکہ کی گھاٹیاں

سب سے پہلے جو بات میرے ذہن میں مکہ مکرمہ پر نظر ڈالتے ہوئے آئی وہ عربوں کا مشہور قول ”مکہ کی گھاٹیوں کو مکہ ولے ہی جانیں“ تھا۔ چنانچہ میں دائیں بائیں دیکھنے لگا اور ان گھاٹیوں کے بارے میں کھوج لگانے لگا تو میں نے نشیبی زمین میں مکہ کے صف در صف اور گھنی آبادیوں کو دیکھا جن کے چاروں طرف پہاڑ اور ٹیلے گھیرا ڈالے ہوئے ہیں جیسے کلانی میں کنگن گھیرا ڈالتا ہے اور ان پہاڑوں پر چھوٹے چھوٹے مکانات دیکھے جیسا کہ ہر دیکھنے والے کو یہی محسوس ہوتا ہے دوسرے دن میں نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے کہا مجھے وہاں تک لے چلو! تو اس نے کہا گاڑیاں وہاں تک نہیں جاسکتیں نیز ان گھروں کے باشندے سب کے سب فقیر ہیں۔ ان کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ حرم مبارک کے ارد گرد جو سطح زمین ہے اس پر مکانات تعمیر کر سکیں۔

عبادت کے معنی

چراغ جلنے سے کچھ پہلے میں ”بلدِ امین“ میں داخل ہوا اس کے بعد بیتِ عتیق، مسجد الحرام مسلمانوں کے کعبہ کی زیارت کا قصد کیا چنانچہ وہاں پہنچ کر ہزاروں آدمیوں کو ننگے سر احرام باندھے طواف کرتے ہوئے، نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ طواف کرنے والے طواف میں یا کریم یا غفار کے جملے دہرا رہے تھے وہ سب خدا کی طرف متوجہ تھے وہ اپنے رشتہ داروں کو اور اپنی ذات کو بھول چکے تھے، پاکیزہ نفوس، قلب لرزاں، رحمت پروردگار کے متمنی تھے۔

دفعاً بغیر سابق تصور کے میرے وجود کی گہرائیوں میں ایک رعشہ پڑ گیا جس کا اثر میرے گریہ و تضرع میں ظاہر ہوا۔ اور مجھے یہ احساس ہوا کہ گویا میں پروردگار عالم کے روبرو کھڑا ہوں اور میں ایک ایسے عالم میں ہوں جو کل کا کل نور و روح ہے۔ درحقیقت روح عبادت اور جوہر عبادت یہی ہے۔ عبادت ہر چیز سے پہلے خدا پر یقین کا نام ہے اور اس کے ساتھ اخلاص اور تضرع و زاری میں سچائی کا نام ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے: عبادت رکوع، سجد، سعی و طواف ہے اور بس۔ بعض حضرات کہتے ہیں عبادت تفکیر فلسفی ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے عبادت ریاضت و مکاشفہ کا نام ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ عبادت۔ رحمت پروردگار کا جو یاں قلب، مغفرت الہی پر اعتماد کا نام ہے اور میرے خیال میں ہر حاجی ایسے قلب کا حامل ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جنہوں نے حج کو ذریعہ معاش و وسیلہ فائدہ قرار دے لیا ہو۔ میں ذاتی طور سے ہر چیز میں شک کر سکتا ہوں مگر یہ بات شک سے دور ہے کہ جن حاجیوں کا مقصد ذاتِ خدا ہے، خدا ان سب کو بخش دے گا۔ یہاں تک کہ وہ جاہل بھی شمول رحمت ہوتا ہے جو طواف کی باریکیوں سے ناواقف ہے اور جو مزدلفہ میں باصفات کنکریوں کے چھنے سے بھی عاجز ہے۔ میں نے ایک عورت کو کہتے سنا وہ کعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ

رہی تھی پروردگار تیری رحمت تمام لوگوں کے لئے ہے یعنی خدا کا حق ہے کہ لوگوں پر رحم کرے اور ان تمام لوگوں پر رحمت نازل کرے جو اس کی چوکھٹ پر کھڑے اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں۔

طواف کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں کے ساتھ

مکہ مکرمہ میں میرا قیام ۱۹ دن تھا نو ذی الحجۃ کے علاوہ روزانہ شام کو حرم جایا کرتا تھا۔ جب کسی گروہ کو طواف کے لئے آتے ہوئے دیکھتا تھا تو میں بھی انھیں کے ساتھ شریک ہو جاتا تھا۔ جو وہ کرتے تھے وہی میں کرتا تھا جو وہ کہتے تھے وہی میں کہتا تھا۔ مخصوصاً میں کالے افریقیوں کے ساتھ خلط ملط پسند کرتا تھا کیونکہ میں نے ان میں جو خلوص و محبت محسوس کی تھی وہ دوسروں میں نہیں دیکھی۔ میں نے ان کے اندر توجہ و انقطاع کو بھی محسوس کیا اور سچی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ میں نے متعدد مرتبہ طواف کیا تھا لیکن جو حظ و لطف ان افریقیوں کے ساتھ طواف میں آیا وہ میں نے کبھی محسوس نہیں کیا۔ ایک رات میں نے یمن والوں کی ایک جماعت کو دیکھا ایک دوسرے کا بازو پکڑے ہوئے طواف کرنے کے لئے چلے اور ایک سیلاب کے مانند رواں دواں تھے کہ میں نے بھی آخری آدمی کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا تو میں بھی انھیں لوگوں کے ساتھ طواف کرنے لگا اور جس طرح وہ لوگ اچھل پھاند کر رہے تھے میں بھی کرتا تھا اور انھیں کے ساتھ میں بھی کہتا تھا۔ حج حج یا حاج حج

ایک دن صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے لئے گیا تو معلوم یہ ہو رہا تھا کہ ان دونوں کا پہاڑ ہے جو صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی طرف جا رہا ہے اور زمین ان لوگوں کو آسمان کی طرف بلند کر رہی ہے اور حنت المادنی کی طرف لے جا رہی ہے اور ملائکہ ان سے خوش ہو ہو کر گلے لگا رہے ہیں اور آوازیں لگا رہے ہیں اس جنت کے تم اس لئے وارث ہوئے ہو کہ تم نے

اچھے اعمال کئے ہیں۔

حجاج و شورو و غل

امام زین العابدینؑ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: کتنا شور و غل ہے اور حاجی کتنے ہیں؟ میرے اور میرے ناکہ اور شخص بصری کے علاوہ کسی نے بھی حج نہیں کیا! یہ بات محل تامل ہے اولاً۔ یہ بات حضرت کے دعائے عرفہ سے متعارض ہے دعائے عرفہ میں فرمایا ہے: خدایا یہ وہ دن ہے جس کو تو نے شرف و کرامت و عظمت بخشی ہے، اس دن تو نے اپنی رحمت کو عام کر دیا ہے اور بندوں کو معاف فرما کے ان پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس دن تو نے بڑے بڑے عطیے دیے ہیں۔ اپنے بندوں پر فضل و کرم نازل کیا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ نشر رحمت کا مطلب ہے تمام لوگوں کو یہ شامل ہے نہ کہ صرف بصری اور ناکہ کے علاوہ کسی کو شامل نہیں ہے۔ یہ بھی امام نے فرمایا ہے: اے وہ خدا جس کا عفو اس کے عقاب سے زیادہ اور جس کی خوشنودی اس کے غضب پر بھاری ہے۔ اے وہ ذات جس کی حمد اس لئے کی جاتی ہے کہ اس نے اپنی مخلوق سے درگزر کیا۔

ثانیاً: اگر یہ بات صحیح ہے کہ صرف میں نے اور میرے ناکہ اور بصری کے علاوہ کسی نے حج نہیں کیا تو پھر امام کے اس قول اور بدو عرب کے اس قول میں کیا فرق ہے؟ جس میں اس نے کہا تھا: خدایا مجھ پر اور محمدؐ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر! اور رسولؐ نے اس کی اس بات کو یہ کہہ کر ناپسندیدگی کا اعلان فرما دیا کہ اے شخص تو نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔

ثالثاً: انسان کا حج کرنا تو خیر سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن ناکہ کے حج کرنے کا کیا مطلب؟ اگر یہ کہا جائے کہ ناکہ نے ایک حاجی کو یعنی امام کو اپنے اوپر سوار کیا تھا اس لئے اس کی طرف نسبت دے دی گئی تو پھر مرد بصری کے ناکہ کی کیا خطا ہے کہ اس کا حج قبول نہیں ہوا۔

ہاں اگر بصری نے پیادہ حج کیا ہو تو بات دوسری ہے۔

بہر حال اگر حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ امام اور مرد بصری تو ثواب بالاستحقاق پائیں گے لیکن ان دونوں کے علاوہ دوسروں کو ثواب من باب التفضل ملے گا۔ جو بھی ہونے کی ایک ہی ہے یعنی رحمت الہی سب کو شامل ہے۔ لیکن پھر بھی ناقہ کے حج والی بات درست نہ ہو پائے گی۔

حج کے مناظر

میں نے حج کے اندر ایسی باتوں کا مشاہدہ کیا ہے جس نے میرے دل میں گہرا اثر چھوڑا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو چیزیں چھوٹ گئیں ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔۔۔۔ میں نے ایک بہت بوڑھے آدمی کو دیکھا جو سر سے پیر تک کانپ رہا تھا۔ اس کے منہ سے تھوک بہ رہا تھا۔ ناک بہہ رہی تھی ایک نوجوان جو تیس سال کا بھی نہیں تھا یا تیس سے بہر حال آگے نہیں تھا اس کو طواف کر رہا تھا۔ سعی کر رہا تھا اور بڑے خلوص سے اس بڑھے کی خدمت کر رہا تھا اور اس کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا میں نے اس جوان سے پوچھا آپ کہاں کے ہیں؟ جواب دیا عراقی ہوں۔ میں نے پھر پوچھا یہ کون ہے؟ کہا میرا باپ! میں نے کہا خدا تمہاری توفیق میں اضافہ کرے اس نے کہا اس خدا کے لئے تمام حمد ہے جس نے مجھے باپ کے اولئے حق کی توفیق دی اور اس کی خدمت کر کے مجھے سعید ہونے کا موقع دیا۔

ایک اور شخص کو دیکھا جو اپنی بوڑھی ماں کو اپنے کندھوں پر بٹھائے ہے اور ماں کے دونوں پیر جوان کے سینہ پر لٹکے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی ماں کے ہاتھوں کو پکڑے

۱۔ علمائے کلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گنہگار کو استحقاق کی بنا پر عذاب کیا جائے گا لیکن ثواب پانے والے کے لئے اختلاف ہے کہ ثواب از روئے استحقاق ملے گا یا از روئے تفضل!

ہوئے ہے۔ اور طواف وسعی میں مشغول ہے۔ میں بھی اسی کے پیچھے پیچھے طواف وسعی کرتا رہا اور اس کو دیکھ کر یہ سوچتا رہا کہ یہ شخص اپنے کو کتنا خوش قسمت جان رہا ہوگا کیونکہ ماں کا حق ادا کر کے اس نے جنت الخلد میں اپنا عظیم مکان بنا لیا اور ماں کے عہد وفا کو پورا کیا۔ میں نے ان دونوں مناظر کو دیکھ کر ان لوگوں کے بارے میں غور شروع کر دیا جو ماں باپ کی عطا شدہ محبت کا مقابلہ اپنے بھیڑیے پن سے کرتے ہیں اور ان کی نافرمانی کرتے ہیں۔

۱۲ رذی الحجۃ کی شام کو حرم کے ایک کونے میں کچھ مصری مردوں اور عورتوں کو میں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ تالی بجارہے ہیں اور رسولؐ و آل رسولؐ کی شان میں کچھ نغمے ادا کر رہے ہیں اور وہ اس طرح خوش تھے جیسے شادی بیاہ میں لوگ خوش ہوتے ہیں اور انھیں کے بغل ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا تلاوت کر رہا ہے تیسرا تضرع و زاری میں مبتلا ہے یہ دیکھ کر میں نے کہا یہ شخص عذاب کے خوف سے رو رہا ہے اور یہ لوگ ثواب کی امید میں خوشیاں منا رہے ہیں اور رحمت باری سب پر نازل ہوتی رہے گی جب تک سمجھوں کہ دلوں میں دین و ایمان ہوگا۔ عظمت و جلال الہی گھبرائے ہوں گے۔ خدا اس شخص پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے یہ بات کی کہ انفاس خلاق کے برابر خدا تک پہنچنے کے راستے ہیں۔

حج کی تھکاوٹیں

فقہار نے فرمایا ہے کہ تکلیف کلفت سے مشتق ہے اور کلفت کے معنی مشقت کے ہیں اس لئے ہر تکلیف کا تھکن پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔ اور سب سے زیادہ زحمت حج میں ہوتی ہے ہاں روزہ میں بھی زحمت ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو چائے اور سگریٹ کے عادی ہوتے ہیں۔ عرفہ، منی، مزدلفہ میں میں نے بہت زیادہ تھکاوٹ کا احساس کیا۔ لیکن حج کی زحمتیں ان زحمتوں کے مشابہ ہیں جن کو ماں بچہ کی ولادت کے وقت محسوس کرتی ہے لیکن جب وہ اپنے بچہ کو صحیح و سالم دیکھتی ہے تو وہ تمام تکلیفیں لذت و سرور میں بدل جاتی ہیں۔ بلکہ ماں کی یہ تکلیف بچہ

سے محبت و تعلق کی ابتدا ہوتی ہے اسی طرح حاجی جب مناسک حج کو پوری طرح ادا کر لیتا ہے تو تمام تکالیف و زحماتوں کو بھول جاتا ہے اور احساسِ خوشبختی اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے واجب کو ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔

جھگڑوں کا فیصلہ

اگر آپ کو ایک بات کے صحیح ہونے کا سو فیصد اطمینان ہے اور دوسرا شخص اسی بات کو صدور صد غلط بتاتا ہے یا کم از کم اس میں تردد و شک میں مبتلا ہوتا ہے تو وہاں آپ کیا کریں گے؟ کیا بغیر کسی حجت و دلیل کے اپنی بات پر ڈٹے رہیں گے؟ اور دوسرا بھی اپنی بات پر اڑا رہے گا؟ اگر ایسا ہوا تو جھگڑے کا فیصلہ ہی نہیں ہو پائے گا۔ اور یہ نزاع اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک آپ دونوں کسی ایسے مبدع کو نہ مان لیں جو حجت و قول فیصلہ ہو۔

مثلاً اگر کسی بیماری کے علاج کے سلسلہ میں آپ کا خیال ہے کہ اس کا علاج فصد ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ فصد نقصان دہ ہے تو آپ دونوں کے درمیان حکم اس طبیب کو ماننا چاہیے جو اس بیماری پر اتھارٹی ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ آپ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا قول تسلیم کرے جب تک کہ پہلے سے کوئی معیار طے نہ کر لیا گیا ہو۔

مذاہبِ ادیان

ابھی جو بات میں نے افراد کے بارے میں کہی وہی بات ادیان کے بارے میں بھی منطبق

۱۰ شعرا الحرام کی رات جھگڑ کی طرح بہت سرد تھی نہ کوئی پناہ کی جگہ تھی نہ لحاف نہ گدا تھا۔ سر بھی کھلا تھا اور میرے جسم پر صرف احرام کے دو ٹکڑے تھے جنکے اندر سے ہوا ہو کر جسم میں تیر کی طرح لگتی تھی جس سے مجھ کو شدید بخار آ گیا اور میں بیس دن اس میں مبتلا رہا۔

ہوتی ہے کہ جہاں بعض مذاہب بعض کے مخالف ہوتے ہیں اور ہر مذہب والا کہتا ہے کہ اسی کا مذہب حق ہے۔ لیکن اس بات کو سب ہی — یہاں تک کہ جو دہریہ ہیں وہ بھی — مانتے ہیں کہ جس چیز میں بشریت کی فلاح و بہبود ہو اور وہ چیز بشریت کو بام ترقی پر پہنچاتی ہو وہ خیر ہے اور سب لوگ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ صلح، عدالت، حریت، علم، تعاون یہ چیزیں صلاح و ترقی کے ذرائع ہیں اسی لئے جو مذہب اور جو دین بھی صلح و تعاون کی دعوت دیتا ہو اور علم و عدالت کی کمک کرتا ہو اور حریت و مساوات کی ضمانت دیتا ہو وہ تمام ان مذاہب و ادیان سے افضل و بہتر ہے جو بغض و عناد پھیلاتے ہیں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، علم و ترقی کی مخالفت کرتے ہیں ظلم و جہالت کو مضبوط بناتے ہیں۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات غلط ہے کیونکہ ہر مذہب و دین خیر و صلح کی دعوت دیتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں۔ اگر کوئی الیکشن میں ناکامیاب ہو جائے اور پھر دعویٰ کرے کہ میں جیت گیا تو کیا یہ سچ ہوگا؟ کیا لوگ اس کا مذاق نہیں اڑائیں گے؟ میں اس شخص کو سب سے بڑا جاہل سمجھتا ہوں جو کہنے والے کی اس بات میں اسی کا راگ الاپے کہ: ہر شخص اپنے دین کو اچھا سمجھتا ہے کاش مجھے یہ معلوم ہو سکتا کہ اس میں صحیح کون ہے؟ ساری دنیا اس پر متفق ہے کہ محبت بغض سے افضل ہے، تعاون تنافس سے زیادہ نفع بخش ہے۔ صلح جنگ سے بہتر ہے، علم جہالت سے اچھا ہے۔۔۔۔ اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ عالم ادیان و مذاہب کے بارے میں پڑھتا ہے مطالعہ کرتا ہے، اس کے مبادی اور تعلیمات کو سیکھتا ہے پھر ان کا متفق علیہ مبادی پر قیاس کرتا ہے، پھر حق و باطل کا فیصلہ کرتا ہے۔۔۔ اگر ادیان کے بارے میں کہنے والے کا یہ قول: کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ کیا صحیح ہے؟ درست ہے تو پھر ہر دعویٰ میں چاہے وہ دینی ہو یا ذاتی ہو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہو جائیگا۔ میں نے عرض کیا عالم تمام و کمال تحقیق و تدقیق کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرتا ہے جیسا کہ ہر وہ شخص کرتا ہے جو حق کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہو اگر یہ بات غلط ہے تو پھر کسی چیز کے بارے میں

بحث و تمحیص کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ ہم کو تمام تحقیقاتی اداروں، یونیورسٹیوں وغیرہ کو بند کر دینا چاہیے اور صرف اسی کو کافی سمجھنا چاہیے کہ: کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ صحیح کیا ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ ایسا کہنے والا دین کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

ہر جھگڑے کو خدا و رسول کی طرف پٹاؤ

تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو بھی نزاع افراد یا گروہوں میں ہو اس کے فیصلہ کے لئے خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کیونکہ فرض یہ ہے کہ جھگڑا کسی دینی معاملہ کے بارے میں ہے تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ ایسی صورت میں خدا اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ **فَاِنْ تَمَّازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء - ۵۹)**۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نزاع کسی ایسی آیت کے بارے میں ہوتی ہے جس میں دو یا اس سے زیادہ معانی کا احتمال ہوتا ہے یا کسی حدیث کی صحت کے بارے میں یا حدیث کے مفہوم کے بارے میں نزاع ہوتی ہے۔ مثلاً پہلی چیز کی مثال قرآن میں ہے: **واشهدوا ذوی عدل منکم (اطلاق - ۲)** اب شیعہ اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ طلاق میں گواہ بنانا واجب ہے اور اہل سنت کہتے ہیں نکاح میں گواہی واجب ہے۔ اسی طرح قرآن میں ہے: **وَ یَحِلُّ لَہُم الطَّیِّبَاتُ وَ یَحْرَمُ عَلَیْہُمُ الخَبَاثُ (اعراف - ۱۵۷)** اس پر سب متفق ہیں کہ خباث حرام ہیں۔ لیکن اختلاف اس کے افراد و مہادیق میں ہے جیسے کیڑوں، مکوڑوں، مکھیوں، چوہوں، مینڈھکوں، کیڑوں کا کھانا حرام ہے کہ نہیں۔ امام مالک کہتے ہیں ان چیزوں کا کھانا حلال ہے۔

۱۷: شیخ ابو زہرہ اپنی کتاب (الاحوال الشخصیۃ) میں فرماتے ہیں: اگر ہم کو مہر کے اندر اپنی رائے پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا جائے تو ہم شیعوں کی رائے اختیار کریں گے۔ انکے استاد شیخ خفیف نے انکی تصویب کی ہے اور ڈاکٹر محمد موسیٰ بھی اپنی کتاب (احوال شخصیۃ) میں اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

کیونکہ یہ جہالت میں نہیں ہیں اور باقی حضرات ان چیزوں کے کھلنے کو حرام کہتے ہیں کیونکہ یہ جہالت میں ہیں۔

دوسری چیز کی مثال : رسول خدا کی طرف ایک حدیث منسوب ہے کہ : جو شخص عاشورہ کے دن اپنے عیال کے لئے فراخ روزی کا انتظام کرے گا خدا پورے سال اس کو وسعت دیگا! علامہ سیوطی، عقیلی، ابن حجر وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ — الاصحیح المصنوعۃ للسیوطی ج ۲ ص ۱۱۱ —

اسی طرح سنی و شیعہ اس حدیث پر متفق ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا : من کنت مولاه فعلى مولاه الخ لیکن ولایت کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں اہل سنت کہتے ہیں ولایت سے مراد محبت و دوستی ہے اور شیعہ قرینہ سیاق سے یہاں حکومت و سلطنت مراد ہے۔

طریقہ حل کیا ہے؟

اور یہ قسم بہت زیادہ ہے۔ اسلامی مذاہب میں اختلاف کا سب سے بڑا سبب بھی یہی ہے۔ بلکہ ایک مذہب کے علماء میں بھی یہی چیز باعث اختلاف ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود درحقیقت یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ آیا کتاب و سنت نے ان جھگڑوں کا کوئی حل پیش کیا ہے کہ نہیں؟ اور جب تک یہ اختلاف ہے ان دونوں — کتاب و سنت — کی طرف رجوع ناممکن ہے اور کوئی ایسی قطعی نص بھی متفق علیہ طور سے موجود نہیں ہے جو طرفین کا فیصلہ کر دے اور اس میں اجتہاد کی گنجائش بھی نہ ہو۔ بہر حال ان تمام باتوں کے باوجود اس اختلاف کے سلسلہ میں آخری فیصلہ سرکارِ دو عالم ہی کا ہے اور آپ ہی کی ذات مرجع ہے۔ چنانچہ سب نے متفق علیہ ہو کر کہا ہے کہ رسول خدا کا ارشاد ہے : اگر حاکم اپنے اجتہاد میں صحیح ہے تو اس کو دواجر ملیں گے اور اگر اس نے اجتہاد میں غلطی کی ہے تو صرف ایک اجر ملے گا! (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ) لہذا جو عالم بھی بحث و تمحیص کے بعد کسی نتیجہ تک پہنچے اس پر

اس نتیجہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے چاہے وہ نتیجہ صحیح ہو یا غلط! بشرطیکہ وہ اپنی غلطی سے غافل ہو۔ اور کوئی شخص اس علم۔ نتیجہ۔ پر عمل کرنے سے اس کو روک نہیں سکتا اور بھلا کوئی روکے گا کیونکر؟ جب اس کو علم حاصل ہو گیا تو علم پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے بلکہ اگر کوئی اس علم کی مخالفت کرے تو نظر شرع و عقل میں قابلِ مذمت ہوگا۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کو دلیلوں سے اور منطق سے قائل کر دے کہ وہ غلطی پر ہے اور وہ مان لے پھر بھی اسی غلط بات پر اصرار کرے تو وہ حق کا دشمن ہے اور جان بوجھ کر حق کی مخالفت کر رہا ہے۔ اور ایسا شخص مذمت و عقاب کا مستحق ہے۔ جیسے وہ لوگ کہ جن پر حضرت محمدؐ کی نبوت دو پہر کے سورج کی طرح روشن ہو چکی تھی مگر پھر بھی وہ آنحضرتؐ کی مخالفت کر رہے تھے قرآن نے کہا ہے: **وَجِدُوا بَهَا وَاسْتَيْفَنَهَا انفسهم ظلما**

علوا۔ (النمل۔ ۱۴۔)

مختصر یہ کہ جس پر مجمع علیہ قطعی حجت خدا کی طرف سے ثابت ہو جائے تو پھر اس حجت کی مخالفت نہیں کر سکتا اور اسکے خلاف اجتہاد کر سکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں اسکا اجتہاد خدا اور رسولؐ کی تردید کرنا ہے اور اس پر وہی حجت ثابت ہوگی جو سورج کی طرح ظاہر ہو اور ایسی ہو کہ اسکو عدم علم کا عذر پیش کرنے کی گنجائش باقی نہ رکھے لیکن یہ عدم علم کا عذر پیش نہ کر سکتا اسی وقت تک ہو سکتا ہے جب تک علم آسان اور واضح ہو اس میں کوئی غموض و التباس نہ ہو۔ اور اگر اس حد تک واضح نہ ہو تو اجتہاد کی گنجائش رہے گی اور اگر وہ واقع کے مخالف ہو گیا تو معذور بھی ہوگا بشرطیکہ یہ عزم محکم رکھتا ہو کہ اگر میری غلطی واضح ہو گئی تو میں اس سے پلٹ جاؤں گا۔ اور خود عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص غلطی کرے اور اس میں اس کی تقصیر نہ ہو تو وہ معفو ہے اور شرع بھی من باب الارشاد عقل کے حکم کی تائید کرتی ہے البتہ شرع کی تائید من باب التامح نہیں ہے کیونکہ ہر انسان کا اپنی فہم کے مطابق رفتار کرنا فطری بات ہے اس سے نجات کا کوئی طریقہ نہیں ہے بلکہ اصل حرکت و زندگی یہی ہے۔

اسی لئے ہر عصر و مہر میں اپنی امکانی طاقت بھر تحقیق و جستجو کے بعد اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اسے معذور سمجھا جاتا ہے چاہے غلطی کرنے والا فقیہ ہو یا طبیب یا انجینئر ہو یا معمار یا کوئی اور کیونکہ ہر انسان اسی چیز پر عمل کرتا ہے جو اس کے عقیدہ میں حق ہونہ کہ جو خدا کے نزدیک حق ہو کیونکہ خدا کے نزدیک حق کیا ہے یہ کسی کو نہیں معلوم۔

اسی طرح تمام آسمانی و خود ساختہ شریعتیں بھی اس بات پر متفق ہیں کہ محض اختلافِ رائے پر عقاب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اختلافِ رائے فطرتِ بشری کا خاصہ ہے اور بسا اوقات یہ چیز یعنی اختلافِ رائے تصفیہ و تمحیص اور اصل کو نقل سے متمیز کرنے کا سبب بنتی ہے۔ صرف وہابیوں کے یہاں اختلافِ رائے کو بدعت و ضلالت سمجھا جاتا ہے چاہے مخالفت کرنے والا اعلم العلماء ہو، سب سے زیادہ مستقی ہو اور اس کی علت صرف یہ ہے کہ اس نے وہابی عقیدہ سے اختلافِ رائے کیا ہے۔

ابن تیمیہ جو وہابیوں کے امام ہیں اور اس مذہب کے مجدد اول ہیں وہ اپنی کتاب ”نقص المنطق“ کے ص ۱، طبقہ ۱۹۵۱ پر فرماتے ہیں: صرف وہابی حضرات نظر و قیاس درائے میں تمام لوگوں سے زیادہ شدید اور کشف کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے ہوتے ہیں۔ جس کے پاس تھوڑی سی عقل اور تھوڑا سا دین ہے کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ یہی حضرات صدق و علم و ایمان و تحقیق میں اپنے مخالفین کے مقابلہ میں زیادہ حق پر ہیں اور حق مبین انھیں کے پاس ہے اور ان کے عقیدہ سے جاہل اور ان کا مخالف گمراہ ہے۔ انتہی۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ علم، ایمان، صدق، حق مبین انھیں کے پاس ہے اور ان کے مخالفین کے پاس جو ہے وہ محض جہل، کفر، کذب، بدعت و ضلالت ہے کیونکہ ابن تیمیہ اور ان کے مریدین معصوم ہیں اور باقی تمام لوگ خطا کار ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ جناب ابن تیمیہ انسان کی عصمت کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اور میں انشاء اللہ انہی کے معتبر کتابوں سے ان باتوں کو ثابت کروں گا۔

دوبابی علماء کے ساتھ

فریضہ حج کی ادائیگی اور زیارت رسولؐ کے سلسلہ میں مکہ مدینہ میں اپنی موجودگی کو میں نے
غنیمت سمجھا اور دوبابی علماء میں سے جن لوگوں سے ملاقات ممکن ہو سکی۔ ملاقات بھی کی اور اسلام
کے مفہوم کے سلسلہ میں ان حضرات سے گفتگو بھی ہوئی حقیقتِ شرک کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔
اور یہ موضوع خاصکر محلِ بحث رہا کہ تمام اسلامی مذاہب کے درمیان کس طرح قربت پیدا کی
جائے اور اتحاد المسلمین کے لئے کون سا طریقہ استعمال کیا جائے اور سب کو پرگندگی سے کیسے بچایا جائے
ایک کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے جس میں تسامح سے کام لیا جائے اور تعصب کو ترک
کیا جائے، ایک فرقہ دوسرے کو کافر نہ کہے اور سب فرقوں میں ایک جامع چیز ”لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ“ کو قرار دیا جائے۔

اس گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ کچھ لوگ تو بہت ہی سخت تھے وہ تمام ان سوراخوں کو بھی بند
کرنے پر مصر تھے جس سے اتحاد و اخوت کی نسیم آتی ہو۔ اور کچھ حضرات قبروں کی تعمیر اور ان
پر قبوں کے بنانے کے ”کیونکہ یہ شرک ہے“ علاوہ ہر اختلاف کو ختم کرنے پر تیار تھے۔ بس
قبوں وغیرہ میں تو کسی قسم کے بھی استثنائے کے قابل نہیں تھے۔ مختصر یہ کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا
کہ چاہے کتنی ہی کوشش کر لی جائے یہ لوگ ماننے پر تیار نہیں تھے۔ کیونکہ تعمیر قبور کے
مسئلہ کو وہ کسی کے لئے جائز نہیں سمجھتے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ اس لئے کہ یہ ان کی نظر
میں شرک و کفر و الحاد ہے۔ اور یہی وہ موضوع ہے کہ جس پر ان کے مسلمات و مبادی کو پیش
نظر رکھتے ہوئے بحث کرنی چاہیے میں نے بھی اس مقصد کے لئے ایک مخصوص فصل لکھی ہے۔

شرعی محکمے

سعودیہ میں تقریباً ہر محکمہ ہی محکمہ شرعیہ ہے اور ہر قاضی شرعی قاضی ہے۔ کیونکہ یہ

حضرات وضعی قوانین پر عمل نہیں کرتے بلکہ امام احمد بن حنبل کے مطابق اسلامی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں تین منزلیں ایک عمارت صرف حجوں کے لئے بنائی گئی ہے اور حجوں کی تعداد سات ہے اور ان سب کا ایک رئیس ہے۔ جس کے سامنے تمام دعویٰ پیش کئے جاتے ہیں چاہے وہ جس قسم کے ہوں وہ رئیس مقدمہ کو کسی حج کے سپرد کر دیتا ہے۔ البتہ شادی اور جبری طلاق کے تمام مقدمات خود طے کرتا ہے۔ اور وہ عمارت جس میں تمام حج رہتے ہیں اس کا نام (المحکمۃ الشرعیۃ الکبریٰ) ہے۔

چنانچہ میں بغیر کسی رہبر یا دوست کے اس محکمہ میں گیا اور ایک حج سے دوسرے حج کی طرف جاتا رہا۔ دو حجوں کے پاس دو مقدموں کے فیصلے بھی سنے۔ ایک مقدمہ دو پڑوسی عورتوں کا تھا جن میں اپنی اپنی حد کے لئے جھگڑا تھا دوسرا مقدمہ ایک مرد اور اس کی بیوی کا تھا۔ مجھ سے نہ کسی نے کچھ پوچھا اور نہ میری موجودگی کو کوئی اہمیت دی گئی پھر میں تیسرے کمرے میں داخل ہوا تو ایک شخص کو میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے اخبار پڑھتے دیکھا میں نے کہا مجھے کچھ پوچھنا ہے کیا آپ جواب دیں گے؟ اس نے کہا شیخ سلیمان بن عبید جو رئیس ہیں ان سے پوچھو میں نے کہا وہ کہاں ہیں؟ جواب ملا سب سے اوپری منزل میں — چنانچہ میں اوپری منزل پر جب گیا تو ایک بہت وسیع کمرہ دیکھا جس میں ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔ اور کچھ کرسیاں رکھی تھیں۔ ان پر کچھ لکھنے والے اور متعلقہ افراد بیٹھے تھے۔ اور صدر میں ایک میز کے پیچھے ایک بوڑھا شخص کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور اس کے بغل میں ایک دوسری خالی کرسی رکھی تھی وہ سرخ رنگ کی ٹوپی اور سفید لباس پہنے تھا۔ میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا یہی رئیس ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا اور ان کے بغل خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ شخص کچھ لکھے ہوئے کاغذات پر بغیر دستخط کئے ہوئے اپنی مہر لگا رہا تھا۔ جب اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میری طرف متوجہ ہوا اور اس کے کچھ کہنے سے پہلے میں نے خود ہی کہنا شروع کر دیا کہ میں ایک لبنانی حاجی ہوں اور میں نے سنا تھا کہ آپ لوگ مقدمہ میں مدعی اور مدعا علیہ

کی بات سننے کے بعد اس شخص کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں جو باطل پر ہوتا ہے۔ اس نے پوچھا پھر تم نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا۔ یہ سب جھوٹ ہے ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے بعد اس نے کچھ دعوے، فیصلے، رجسٹر وغیرہ دکھائے تو مجھے احساس ہوا کہ بہت باریک بینی اور منظم طریقہ سے کام ہوتا ہے۔

پھر میں نے اس شخص سے کہا: آپ حضرات کے بارے میں مشہور ہے کہ اپنے علاوہ تمام اسلامی مذاہب کو کافر سمجھتے ہیں۔ خصوصاً شیعوں کو! اور آپ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شیعوں حضرت علیؑ کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں شیعوں میں اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ اور اس رسولؐ کو مانتا ہوں جس نے علیؑ کے لئے فرمایا۔ اے علیؑ تم کو صرف مومن دوست رکھے گا اور صرف منافق تم کو دشمن رکھے گا۔ اور اس علیؑ کو دوست رکھتا ہوں جس نے کہا: میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک بغض رکھنے والا دشمن اور غلو کرنے والا دوست! اور اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ خدا نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربی۔ اور اس لئے بھی دوست رکھتا ہوں کہ دشمنان دین اور مشرکوں سے جتنے بھی معرکے ہوئے علیؑ نے ان میں بے مثال شجاعت پیش کی ہے۔

اس نے کہا: ہاں یہ درست ہے مگر مشرک سے دوری ضروری ہے۔ میں نے کہا اصلی راز یہی ہے۔۔۔ آپ لوگ مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں۔ لیکن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ شرک کیسے جمع ہو سکتا ہے؟ کیا اگر میں یہ عقیدہ رکھوں کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب میرے مکان سے کہیں زیادہ ہے تو یہ شرک ہے؟ میری بات کاٹتے ہوئے اس نے کہا ہاں رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: میری مسجد میں ایک نماز مسجد الحرام کے علاوہ دیگر مساجد کے مقابلہ میں ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد الحرام میں ایک نماز میری مسجد میں ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ میں نے عرض کیا آپ نے میرے منہ کی بات چھین لی پھر آپ ہی بتائیے یہ شرک کیونکر ہے؟

اس نے کہا: شرک یہ ہے کہ نمازی یہ عقیدہ رکھے کہ یہ فضیلت صاحب قبر کی وجہ سے ہے! میں نے کہا سنے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ عقیدہ شرک نہیں ہے کیونکہ شرک کے معنی خدا کے ساتھ کئی خداؤں کو ماننا ہے۔ یہ بات اور ہے اور یہ بات کہ اس زمین کو صاحب قبر کی وجہ سے شرف حاصل ہو گیا اور بات ہے! دوسری بات یہ ہے کہ اگر صاحب قبر یہاں نہ ہوتے تو اس زمین کو دیگر زمین کے حصوں پر از روئے تقدس کیوں فضیلت ہے؟ ابک جگہ کو دوسری پر فضیلت صرف اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہاں کوئی محترم شخصیت ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مکان کی قدر و قیمت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ہر انسان اسی مٹی کو مقدس سمجھتا ہے جہاں صالحین و بزرگوں کی بوسیدہ ہڈیاں ہوں۔ یا اس کے آبار و اجداد وہاں مدفون ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اس نے کہا بارک اللہ کاش تمام شیعہ ایسے ہی ہوتے۔

میں نے کہا آپ کس شیعہ کو پہچانتے ہیں؟ اور شیعوں کے بارے میں آپ نے کیا پڑھا ہے؟ پہلے آپ ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کو سمجھیں پھر کوئی حکم لگائیں۔ یہ بات عالم کے شان سے بعید ہے کہ بغیر مدرک کوئی بات کہے۔ اس کے علاوہ امام اور مسلمانوں کی قوت۔ محبت، اخوت اور اتحاد میں پوشیدہ ہے نہ کہ بغض و کینہ میں مظہر ہے ہم لوگ کسی کو دشمن نہیں رکھتے اور نہ چاہتے ہیں کہ کوئی ہم کو دشمن رکھے... اس نے گردن اس طرح ہلانی جیسے میری بات مانتا ہو۔

اس کے بعد میں نے پوچھا آپ کے یہاں قاضی کی تقرری کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اس نے کہا: مکہ مکرمہ کے کلیتہ الشریعہ کی ڈگری رکھنا ہو یا ریاض اور یا جامعہ ازہر کا سند یافتہ ہو اور کسی قاضی کے پاس دو سال رہ کر مشق کر چکا ہو جس سے اس کی صلاحیت کا اندازہ ہو۔ میں نے پوچھا جناب عالی کے پاس کتنی ڈگریاں ہیں؟ تو مسکرائے اور فرمایا میں نے اپنے یہاں کے شیوخ سے پڑھا ہے۔ میں نے کہا: میں وہابی عقیدہ پر ایک کتاب لکھنے والا ہوں۔ کہنے لگے ایسی صورت میں تم پر واجب ہے کہ ہمارے یہاں جو مصادر معتد ہیں انھیں کے سہارے لکھنا۔ میں نے کہا جی ہاں اور یہی میری بھی شرط ہے اگر آپ مجھ سے

گفتگو کریں۔ اب آپ اپنے یہاں کے معتبر مصادر بتا دیجئے، تو انھوں نے کچھ کتابوں کے نام بتائے جنہیں سے بعض تو میرے کتب خانہ میں ہیں اور بعض کو میں نے مکہ مکرمہ سے خریدا۔ اس کے بعد میں نے کہا لگے ہاتھوں ان مصادر کو بھی بتا دیجئے جن پر آپ احکام کے سلسلہ میں عمل کرتے ہیں تو جواب دیا: فقہ حنبلی کی کتابیں۔ میں نے کہا ان میں بھی جو افضل ہوں ان کو بتائیے۔ کہا ابن قدامہ کی مغنی اور پھر اس کی تعریف کرنے لگے اور کافی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی۔ میں نے اس کتاب کو سولہ سال پہلے خریدا تھا اس کی ۱۲ جلدیں ہیں۔ میں نے کہا ابن قدامہ مغنی میں فرماتے ہیں: اگر مرد اپنی بیوی سے ہم بستری کرے پھر کوئی اجنبی اس سے شہتہا مجامعت کرے اور بچہ کا الحاق دونوں سے ممکن ہو تو لڑکے کو قیافہ شناس حضرات کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ پہلے سے ملحق کر دیں تو شوہر کا ہے اور اگر دوسرے سے ملحق کریں تو اجنبی کا ہے اور اگر دونوں سے ملحق کریں تو دونوں کا ہے۔ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ ایک شخص کے بہت سی اولاد ہو سکتی ہے لیکن ایک شخص کے کئی باپ ہوں یہ بات عجیب و غریب ہے۔ انھوں نے کہا ممکن ہے دونوں کا مادہ منویہ مخلوط ہو گیا ہو اور بچہ دونوں سے پیدا ہوا ہو۔ میں نے کہا بچہ ایک جراثیم سے پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک ہی مرد کا ہوتا ہے۔ دو کا نہیں! یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور میں رخصت ہو کر چلا آیا۔

اگرچہ ہمارے انکار و وہابی انکار میں شدت سے اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف حق بات کہنے سے نہیں روکتا کہ میں نے خود دیکھا ہے تمام ضرورت مند خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے بڑی آزادی کے ساتھ حکام سے ملتے ہیں اور بہت آسانی سے ان تک پہنچاؤں سے گفتگو کرنا، مناقشہ کرنا، زمرہ کی بات ہے اور حکام بھی بڑی دسعت صدر کے ساتھ اور عربی اخلاق کے ساتھ چھوٹوں کی باتوں کو بھی اسی طرح کان لگا کر سنتے ہیں جس طرح بڑوں کی باتوں کو۔ بالکل اسی طرح

جیسے جبل عامل کے پہلے والے علماء کہ جن کی پوری کوشش سادہ زندگی کی طرف مائل تھی تکبر و نخوت کا دور دور بھی وجود نہیں تھا۔

کلیتہ الشریعتہ

دوسرے دن ٹیکسی لے کر میں کلیتہ الشریعتہ پہنچا۔ یہ ایک نئی اور عظیم عمارت ہے۔ نئے اسلوب سے بنائی گئی ہے۔ وسعت و کشادگی کے اعتبار سے یہ دوسرے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی طرح ہے۔ لیکن جس چیز نے اس کی عظمت کو دوچند کر دیا ہے وہ اس کا مسلمانوں کے قبلہ مکہ مکرمہ میں وقوع ہے۔

پہلی منزل پر پہنچ کر میں ایک بازو سے دوسرے بازو کی طرف منتقل ہوتا رہا لیکن عید قربان کی وجہ سے وہاں نہ کوئی استاد دکھائی دیا نہ طالب علم اور نہ ہی چہرہ اسی۔ بالکل آخر میں ایک کھلا ہوا کمرہ ملا جس کے دروازے پر پیتل کے ٹکڑے پر جلی حرفوں میں ”عمید“ لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کمرہ میں داخل ہو کر دیکھا کہ میز کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا ہے جو کوٹ و تپلون پہنے ہے۔ میں نے داخل ہوتے ہی سلام کیا اور پوچھا کیا جناب عالی ہی عمید ہیں؟ کہا ہاں! میں نے کہا اسم شریف؟ بولے احمد علی اسد اللہ! میں نے کہا میں ایک لبنانی حاجی ہوں۔ حج کے لئے حرم شریف آیا تھا۔ یہاں آپ کے کالج کے بارے میں سنا تو سوچا چل کر کلیتہ اور اس کے رئیس سے ملاقات کی جائے۔ اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ کیا جناب مجھے کالج کے طلاب اور نصاب تعلیم کے بارے میں کچھ بتانا پسند فرمائیں گے؟ بولے۔ طلاب تقریباً دو سو ہیں۔ اور یہاں عربی زبان، توحید و فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

میں نے پوچھا یہاں کے سند یافتہ میں کس چیز کی صلاحیت ہوتی ہے۔ کہا مدارس ثانویہ کی تدریس اور قضاوت کے اہل ہوتے ہیں۔ میں نے پھر کہا: پہلے تمام مدارس خصوصاً دینی مدرسے گوشوں، کناروں اور فقیروں کے تکیوں پر ہوا کرتے تھے۔ لیکن یہ عظیم عمارت اپنے فن و مظاہر

کے اعتبار سے عصرِ جدید کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اسی کے مطابق اس میں تعلیم بھی ہو اور اس کے مقاصد بھی بلند ہوں اور شریعتِ اسلامیہ کو اس طرح پیش کیا جائے جس کو سب ہی محبوب رکھتے ہوں۔ طلاب کے اندر مسلمانوں سے بغض و کینہ نہ پیدا ہو اور یہ دیگر مسلمانوں کو کافر نہ قرار دینے لگیں۔ کیونکہ لوگوں کو الفت و محبت کی زیادہ ضرورت ہے۔ (عمید سے خطاب کرتے ہوئے) اور میرا خیال ہے آپ بھی جانتے ہوں گے کہ لوگوں میں نجدیوں کی سختی اور تعصب کا بہت چرچا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ غیر دہابی حاجیوں کے ساتھ بہت برا برتاؤ کرتے ہیں۔ عمید نے میری بات سمجھتے ہوئے کہا ہاں حقیقت یہی ہے کہ تعصب موجود ہے۔ لیکن یہ صرف ایک طرف سے نہیں ہے بلکہ سب ہی کی طرف سے ہے۔ ویسے پہلے کے بہ نسبت تیزی کم ہو گئی ہے۔ مثلاً پہلے اگر کوئی نجدی کعبہ میں کسی داڑھی منڈے کو دیکھتا تھا تو جھٹک دیتا تھا بلکہ کبھی کبھی تو نکال دیتا تھا۔ لیکن آج اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن بعض حاجی مسائل کو حقیقت سے زیادہ پیش کرتے ہیں اور ہم کو بعض اوقات مشکلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر نیت صاف ہو تو ایسے مسائل کو برداشت کیا جاسکتا ہے اور ان سے چشم پوشی کی جاسکتی ہے۔ اب اسی سال کا ایک واقعہ سنئے ایک جزائری ماہ رمضان میں عمرہ کرنے آیا۔ یہ حجر اسمعیل کے پاس کھڑا تھا اور ایک نمازی کو سجدہ کے لئے کثرت از دحام کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی تو اس نے اس کو ہاتھ سے ایک کنارے کر دیا۔ اور اتنی سی بات پر جزائری نے ہنگامہ کر دیا اسے یہ خیال تھا کہ یہ نمازی دہابی ہے حالانکہ وہ دہابی نہیں تھا جزائری نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا تم دہابیوں نے اسلام اور نبی اسلام کی توہین کر ڈالی اہل بیت کی قبور کو منہدم کر دیا اور یہ کیا اور وہ کیا۔ اس ہنگامہ سے چاروں طرف لوگ اکٹھا ہو گئے لیکن وہ چیخا رہا اور گالیاں دیتا رہا۔ اس سے خاصہ ہنگامہ ہو گیا اور ہم نے مجبور ہو کر جزائری کو روکا لیکن ہنگامہ ضرورت سے زیادہ ہو گیا۔

میں نے کہا پروردگار نے لوگوں سے دین کو اختیاری طور سے چاہا ہے نہ کہ جبری طریقہ سے اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا۔ کل تک لوگ دہابیوں کے تعصب اور سختی سے نالاں

تھے۔ آجکل یہ شکایت کم ہو گئی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ یہ شکایت بالکل ختم ہو جائے گی۔ آپ کے کالج کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ عقل و عفو کے راستوں پر چلے۔ تعصب کو چھوڑ دے۔ مذاہب اسلامیہ کو آپس میں قریب لانے کے اقدامات کرے۔ تمام کتابوں کا مطالعہ کرے اور حقائق کو نشر کرے اور اگر کالج میں فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے تو فقہ اسلامی کا انحصار صرف چاروں مذاہب میں تو ہے نہیں بلکہ تمام مذاہب کو شامل ہے اور شریعت کی فضیلت اسی وقت ظاہر ہوگی جب سارے مذاہب کے اقوال اکٹھا ہوں صرف ایک مذہب سے ظاہر نہیں ہو سکتی جیسے کہ احادیث رسولؐ صرف صحاح ستہ میں منحصر نہیں ہیں بلکہ ہر وہ حدیث معتبر ہوگی جو حضرت سے ثابت ہو خواہ صحاح میں ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسے کام کرے گا جس سے اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ میں نے اس شخص کے افکار و اسلوب سے اندازہ لگایا کہ یہ بہت ہی معقولیت پسند اور عارف شخص ہے۔

دینی حالات

کلیتہ الشریعتہ کی واپسی میں ڈرائیور ایک ایسے محلہ کی طرف سے گزرا جس کا نام محلہ الزہرا ہے۔ یہ جدید محلہ ہے۔ سڑکیں نئی بنی ہیں، عمارتیں شاندار ہیں، درخت لگے ہیں، دریچے بنے ہیں، اس محلہ میں ایک پھاٹک دیکھا جس کے اوپر ایک موٹے خط سے ”دینی تحقیقات کا ادارہ“ لکھا ہوا تھا۔ میں نے ڈرائیور سے کہا پھاٹک کے سامنے ٹھہر کر میرا انتظار کرو۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ اندر جا کر میں نے دیکھا کہ جدید طریقہ سے ایک حدیقہ بنایا گیا ہے۔ اس کے چاروں طرف قد آدم دیوار ہے۔ اور ایک بہت ہی شاندار عمارت ہے جس کا دروازہ کھلا ہے۔ میں دروازہ کھٹکھٹائے بغیر اندر چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا ایک بہت ہی وسیع مکان ہے جس کے کمروں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اندر جاتے وقت داہنی طرف ایک کمرہ پر نظر پڑی جس میں کوئی نہیں تھا۔ آگے بڑھ کر دوسرے کمرے کو دیکھا اس میں ایک شخص موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ بولا ادھر ادھر اور بائیں طرف کے کمرہ کا اشارہ کیا۔

میں نے اس کمرہ میں چار یا پانچ اشخاص کو دیکھا۔ سلام کر کے بیٹھنے کے بعد میں نے کہا: میں ایک لبنانی ہوں اس سال حج سے مشرف ہوا ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ دینی اداروں کو دیکھوں ان کی کارکردگی کا مطالعہ کروں۔ آپ حضرات کے بورڈ ”دینی تحقیقات“ کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہاں انسان کے دین کی تفتیش کی جاتی ہے اور یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ اس کا عقیدہ کیا ہے؟ اگر غلط عقیدہ ہے تو اس کو صحیح کیا جاتا ہے؟

ان میں کا رئیس ”جس کا نام الشیخ محمد بن عبداللہ آل الشیخ تھا اور اس کا بھائی وزیر اوقاف ہے“ بولا: نہیں نہیں یہ مطلب نہیں ہے بلکہ ہم مدارس کے اندر اسلامی عقیدہ و اخلاق کی تربیت کرتے ہیں اور اس کے نشوونما کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں پڑھائی جانے والی کتابوں پر نظر رکھتے ہیں اساتذہ اور ان کے مشاغل کی طرف ناظر رہتے ہیں۔

میں نے کہا: یہ تو اچھی بات ہے لیکن سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ اسلوب اور صحت فکر کو جانچا جائے اور دین کو اس طرح پیش کیا جائے جو زندگی کے ساتھ چل سکے تاکہ ہر چھوٹا بڑا دین کی طرف راغب ہو۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے دین کا دھارا رک جائے مثلاً تعصب نہ ہو لہذا میں امید کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس حقیقت کو فراموش نہ کریں گے۔ میری بات ابھی ناتمام تھی کہ حاضرین میں سے ایک صاحب متوجہ ہوئے جن کا نام الشیخ علی معجل تھا اور اس ادارہ کے وہی مفتش تھے۔ انھوں نے رئیس سے کہا کہ مجھے جواب دینے دیجئے گو یا وہ آمادہ پیکار تھے اور رئیس سے مبارزہ کی اجازت کے خواہاں تھے چنانچہ مجھ سے فرمایا: آپ کی مراد تعصب سے کیا ہے؟

میں نے کہا: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں سب کا دین ایک ہی ہے اور آپس میں جو اختلافات ہیں وہ جوہری نہیں ہیں۔ ترک تعصب سے میری مراد یہ ہے کہ جو شخص مومن ہو تو حیدر کا قائل ہو ان میں سے کوئی نہ آپ کو کافر کہے اور نہ آپ دوسروں کو کافر بنائیں جیسا کہ وہابیوں کے لئے مشہور ہے کہ وہ دوسروں کو صرف اس بنا پر کافر قرار دیتے ہیں کہ وہ وہابی نہیں ہیں۔

اس نے کہا: لیکن مسلمان کا فریضہ ہے کہ توحید پر اس طرح ایمان لائے جو اس میں نے کہا: حق تو معروف ہے یعنی دل سے ایمان لانا، زبان سے اقرار کرنا، اور ارکان پر عمل کرنا۔ اور ارکان سے مراد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہے اور تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں!

اس نے کہا: ہاں مگر ایک چیز اور بھی ہے۔ لیکن اتنے میں رئیس نے اشارہ کیا کہ تم چپ ہو جاؤ اور وہ چپ ہو گیا لیکن میری خواہش تھی کہ وہ اپنی گفتگو جاری رکھتا تاکہ یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ ایک چیز اور کیا ہے؟ میں اس کے علمی و منطقی درجہ سے بھی واقف ہوں۔ . . . میرا اندازہ ہے ایک اور چیز سے وہ تعمیر قبور اور ان کی زیارت اور ان کے پاس نماز پڑھنی مراد لیتا۔ بہر حال جو بھی ہو اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اس کے بعد رئیس اٹھ کر میرے پہلو میں بیٹھ گیا اور بہت ہی تواضع سے بولا: آپ جو فرما رہے ہیں وہ حق ہے واقعی ہم لوگ بھائی بھائی ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ ہم تعصب اور تعصب کر نیوالوں کو ناپسند کرتے ہیں لیکن پروپیگنڈے کو کیا کروں۔ . . . پھر رئیس نے مجھ سے کہا میں آپ کی اور ہر حاجی کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں بس آپ حکم کریں۔ میں نے کہا شکریہ میں صرف آپ حضرات کی معرفت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات صحیح ہے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے ایسا با اخلاق آدمی نہیں دیکھا اس لئے میں نے بڑے تعجب سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں! حالانکہ میں جانتا تھا وہ نجدی ہے اس نے زور دار قبیلہ لگایا اور کہا میں نجدی متعصب و باہبی ہوں۔ پھر جب میں چلنے لگا تو اس نے کہا آپ جہاں جانا چاہتے ہوں میری گاڑی آپ کو چھوڑ آئے گی۔ میں نے شکر یہ ادا کرتے ہوئے کہا میرے پاس گاڑی ہے۔ بہر حال وہ مجھے گاڑی تک چھوڑنے کے لئے آیا رخصت ہوتے وقت مجھ سے میرا نام و پتہ پوچھا۔ میں نے کہا آپ کیا کریں گے؟ اس نے کہا میں لبنان آنا چاہتا ہوں، وہاں آپ سے ملاقات کروں گا! میں نے کہا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک پیالی قبوہ لگا گھانا برداشت کرنا پڑے گا اور میں اس

کے لئے تیار نہیں ہوں، اس نے کہا جی ہاں اور ایک پیالی چائے کا بھی گھاٹا برداشت کرنا ہوگا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا اب کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا شیخ عبداللہ خیاط کے پاس جانا چاہتا ہوں یہ صاحب وزارت المعارف میں مشیر تھے۔ اور امام جمعہ والجماعت ہونے کے ساتھ حرم شریف کے خطیب بھی تھے۔ رئیس نے مجھ سے کہا خبردار ان سے نہ کہہ دینا کہ میں شیعہ ہوں! میں نے کہا حالات کے اوپر چھوڑ دوں گا۔ پھر شکر یہ کہ ساتھ رخصت ہوا۔ اگر میں سعودیہ میں مسولین کی جگہ ہوتا تو کسی بڑی حکومت کا اس کو سفیر بنا دیتا۔

امام الجمعہ والجماعت

میں عبداللہ خیاط امام جمعہ وجماعت حرم مکی کے خطیب، وزارت معارف کے مشیر کے پاس گیا اور اپنے پرانے جملہ کو دہراتے ہوئے خود ہی گفتگو میں پہل کی۔ میں ایک لبنانی حاجی ہوں اگر حج کے فوائد و برکات میں سے مسلمانوں سے تعارف ہے تو میرے لئے بہتر ہے کہ میں اپنے کو متعارف کراؤں اور یہاں کے بزرگوں سے ملاقات کروں چنانچہ میں نے رئیس القضاة الشيخ سلیمان بن عبید، کلیتہ الشریعہ کے عمید استاذ احمد علی، التفیش الدینی کے مدیر شیخ محمد ابن عبداللہ سے ملاقات کی۔ خصوصاً اس مدیر سے ملاقات کر کے بہت خوش ہو گیا کہ دیکھوں یہ شخص ہاں یا نہیں کچھ کہتا ہے کہ نہیں لیکن وہ خاموش ہی رہا تو میں نے پھر کہنا شروع کیا: پہلے پولیس حاجیوں کو بہت تنگ کرتی تھی لیکن آجکل اتنی سخت نہیں ہے۔ کیا آپ لوگوں نے طے کر لیا کہ تسامح کی سیاست افضل ہے؟ اس نے کہا: جو کچھ بھی کہا جاتا ہے وہ ہمارے خلاف پر دہکینڈا ہے۔

میں نے کہا اسلام کے پاس بہت زیادہ امکانات ہیں اور اس کے پاس بڑی طاقتیں ہیں اسلام کے مخلصین کو چاہیے کہ معاشرتی تعلقات کو اچھا بنانے کے لئے اس کو استعمال کریں۔ انھوں نے کہا: نماز دین کا ستون ہے اگر یہ قبول ہو گئی تو دیگر اعمال بھی مقبول ہوں گے۔

اور اگر اس کو رد کر دیا گیا تو سارے اعمال مردود ہو جائیں گے۔

میں نے کہا: یہ درست ہے اور حدیث بھی صحیح ہے لیکن اس کی جگہ دوسری ہے۔

اس نے کہا: حدیثِ نماز کے علاوہ ساری حدیثیں فائدہ مند نہیں ہیں۔

میں نے کہا: کیا مسلمانوں کا کوئی فرقہ تارکِ الصلوٰۃ بھی ہے؟

اس نے کہا: نوجوان نماز نہیں پڑھتے پھر انھوں نے نوجوانوں کی نماز کے بارے میں

ستی کا ذکر شروع کر دیا۔۔۔۔۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ شخص جب نماز کے لئے کعبہ میں کھڑا

ہوتا ہے تو حرمِ صفا و مروہ، سڑکیں، بازار نمازیوں سے بھر جاتے ہیں اور یہ بات خود یہ امام حرم

بھی جانتا ہے اور ان نمازیوں میں اکثریت جواؤں کی ہوتی ہے پھر بھی یہ شخص قانع نہیں ہے مزید

نمازیوں کا طالب ہے۔

میں نے کہا: اتحاد المسلمین سے کیا چیز مانع ہے؟ اور کیوں نہ سارے مسلمان مل کر

جواؤں کو نماز پر آمادہ کریں۔

اس نے کہا: نہیں نہیں پہلے نماز پھر اتحاد۔

میں نے کہا: اے شیخ دشمنانِ اسلام، اسلام و مسلمانوں کے خلاف وسیعہ کاری کرتے

رہتے ہیں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اپنا مقصد پورا

کریں۔ لہذا ہمارا فریضہ ہے کہ ان کو ان کے مقاصد میں کامیاب نہ ہونے دیں۔

اس نے کہا: خدا توفیق دے، خدا توفیق دے۔ اس کو اس طرح کہا جس سے ناپسندیدگی

کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس شیخ کی جو صورت میرے ذہن میں آئی ہے یقیناً وہی آپ حضرات کے

ذہنوں میں آئی ہوگی جس کا آپ نے ہماری اور اس کی گفتگو سے اندازہ کر ہی لیا ہوگا۔۔۔

جبلِ عامل کے دیہاتوں میں ایک حکایت بہت مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بہرا

شخص اپنی زمیں میں لوبیا کی کاشت کر رہا تھا۔ ادھر سے ایک اور شخص کا گزر ہوا اس نے سلام

کیا۔ بہرے کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ شخص پوچھ رہا ہے کہ کیا بوری ہے ہو؟ لہذا اس نے سلام کے

بدلے میں کہا: لوبیا! تو اس نے کہا اسی طرح اپنی ٹھڈی میں بھی بو لو۔ تو اس نے کہا پوری بوگئی۔ یعنی اس کی زراعت شروع سے آخر تک ہو چکی ہے۔ اس کا کوئی حصہ باقی نہیں ہے۔ یہی حالت اس شیخ کی تھی ہم کچھ کہتے تھے وہ کچھ اور بکتا تھا۔

یہ متعصب شیخ جو ابلیس کا پیرو ہے تعصب کرنے والوں کا امام ہے۔ بے عقل اور جڈگنوار اس کے پیرو ہیں۔ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ شیعوں ان کی پیروی کریں۔ امام بخاری نے اپنی کتاب کے پہلے حصہ میں ایک باب یہ قائم کیا ہے: ”اہل علم و فضل پیش نمازی کے زیادہ مقدار ہیں۔“

اگر وزارت معارف سعودیہ کے مشیر سب ہی اسی خیاط کی طرح کے ہیں اور یہی ان کی معرفت ہے تو اللہ ہی حافظ ہے۔

مدینہ منورہ

حج اور مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ ۶ رذی الحجہ مطابق ۲۶ نیسان ۱۳۴۲ بروز منگل مدینہ پہنچا اور جس گھر میں اترادہ بقیع سے قریب تھا اس لئے سب سے پہلے ائمہ بقیع کی زیارت کی۔ بقیع ایک وسیع زمین پر چار دیواری سے گھرا ہوا ٹکڑا ہے۔ اس کا ایک دروازہ ہے جس پر پولیس ہر وقت موجود رہتی ہے جو عورتوں کو اندر جانے سے روکتی ہے مردوں کو جانے دیتی ہے۔ اسی مقدس زمین پر امام حسن، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور بہت سے صحابہ و صالحین مدفون ہیں۔ مذکورہ بالا ائمہ اربعہ کے قبروں پر گنبد دار مقبرہ تھا جس کو وہابیوں نے ۱۳۶۴ھ میں جب شریف مکہ سے حجاز کو چھینا اور اس پر غالب ہو گئے تو مسمار کر دیا۔

اور اگر پوری دنیا کے مسلمانوں میں، سبحان نہ برپا ہوتا بلکہ اگر مسلمانوں نے یہ طے نہ کر لیا ہوتا کہ روئے زمین پر کسی وہابی کو زندہ نہ چھوڑیں گے تو یہ رسول خدا کے مزار کو بھی گرا دیتے۔ میں نے ایک خطیب کو روضہ رسول میں یہ کہتے ہوئے سنا: ہمارا فریضہ تھا کہ لوگوں کو یہاں آنے سے

روک دیتے۔ لیکن ہم کیا کریں مجبور ہیں۔ اور چونکہ اہلبیت کی عظمت بالذات رسول کی عظمت ہے اور ان کا حق مسلمانوں پر رہی ہے جو رسول کا ہے لیکن چونکہ شیعوں نے اس کا بہت اہتمام کیا۔ اور اہل بیت سے بہت زیادہ متمسک رہے اس لئے عام مسلمانوں نے وہابیوں کے اس اقدام شیعہ سے چشم پوشی کر لی۔

بقیع پہنچ کر میں نے دیکھا ہزاروں افراد قبور ائمہ کو گھیرے ہوئے زیارت کر رہے ہیں دعا کر رہے ہیں، تضرع و زاری کر رہے ہیں۔ البتہ عورتیں چار دیواری کے پیچھے کھڑی ہیں اور بقیع کی طرف منہ کر کے زیارت پڑھ رہی ہیں۔

اہلبیت کرام نے دین کی عمارت کو مضبوط کرنے اور اعلائے کلمہ حق کرنے میں جو قربانیاں پیش کی ہیں وہ بے مثال ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان پر جو مظالم و ستم ہوتے ہیں ان کو دیکھ کر میں بقیع میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکا۔ بقیع کے اندر وہابیوں نے جو کچھ کیا ہے اور بنی امیہ و بنی عباس نے اہل بیت کے ساتھ جو کچھ کیا ہے کیا ان دونوں میں کوئی فرق ہے؟ ہر ایک نے انتقام اور اپنے دل کو سکون پہنچانے کے لئے حق و انصاف کا گلا گھونٹا ہے اور سختی کی سیاست کو اپنایا ہے۔ اور عقائد و مبادل کے خلاف جنگ بھڑکائی ہے۔

بعض لوگوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ شیعہ ہوں مظلوم ہوں اور ائمہ کو دوست رکھنے والا ہوں۔ اپنے عقیدہ اور ائمہ کے دفاع کے لئے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ یہ خیال صحیح بھی ہو سکتا ہے غلط بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات بہر حال حق ہے اور اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے کہ آج کے وہابی کل کے اموی و عباسی کی طرح خود تو عیش و آرام میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کے آس پاس کے لوگ ننگے دھوکے ہیں آخر اس تفادوت کا کیا جواز ہے؟ کیا یہ وہی شرف و عظمت ہے جس کا دعویٰ بیوقوف اور جاہل لوگ کرتے ہیں؟ ذرا آل رسول کی طرف دیکھئے جو رسول اسلام کے بعد علی الاطلاق تمام کائنات سے اشرف و اعظم تھے لیکن ان کی زندگی کس طرح فقیرانہ تھی ایک دن کھاتے تھے

تو دوسرے دن فاقہ کی نوبت آجاتی تھی لیکن یہ سعودی کیسے ہیں؟ سوائے ظلم و جور کے اور کوئی مجوز نہیں ہے... اگر اہلبیت اور ان کے متبعین نہ ہوتے تو یہ حقیقت واضح نہ ہو پاتی اور ان دونوں کی رسوائی نہ ہوتی۔ اور اسی لئے متقی بد بخت کے اور حق پرست باطل پرستوں کے، شریف رزیلوں کے، عالم، جاہلوں کے مخالف رہے ہیں اور انھیں چیزوں نے وہابیوں کو اتنی بہت دلائی کہ مزاروں کو کھود ڈالیں، نشانات کو ختم کر دیں۔ ان لوگوں نے یہ اقدام اس لئے کیا کہ یہ سمجھ رہے تھے خلوص و حدانیت یہی ہے اور بت پرستی کا خاتمہ اسی طرح ممکن ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ وہابیت اپنے وجود کے ساتھ ساتھ قبروں پر مزار بنانے کے مخالف رہی ہے جب نہ پٹیروں ان کے پاس تھا نہ سونا چاندی، نہ لوہا وغیرہ۔

تو میں عرض کروں گا کہ یہ بات صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حاکم کے وعدے بھی یوں ہی ہوا کرتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ وہابیوں نے قبور ائمہ سے پتھروں کو تو ضرور ہٹا دیا لیکن شیعوں کے دلوں سے رسول و آل رسول کی محبت کو ذرہ برابر بھی نہیں کم کر سکتے نہ ان کے کسی کلام کو ٹٹا سکتے ہیں اور نہ ان کے کسی حکم کو ختم کر سکتے ہیں۔ پورے دور تاریخ میں تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آل رسول کی عظمت ارادۃ الہی سے وابستہ ہے کیونکہ اسی نے ان کو برگزیدہ کیا اور ان کے لئے عظمت قرار دیا۔ اور خدا جو چاہے اسکو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ یزید متوکل نے کیا کچھ نہیں کر ڈالا اور آج وہابی کیا کچھ نہیں کر رہے ہیں لیکن نتیجہ یہی رہا کہ آل محمد کا نام احترام سے لیا جاتا ہے اور ان کے دشمنوں کا تذکرہ برائی اور لعنت سے کیا جاتا ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے بیقع میں لعنت سنی ہے اور وہابی پولیس نے بھی سنا ہے۔ دل کی گہرائیوں سے یہ لعنت اس طرح نکلتی تھی جیسے ظالموں پر میزائل برس رہے ہوں۔

شیعوں کے نزدیک بذات خود پتھروں کی کوئی قیمت نہیں ہے اور نہ وہ لوگ پتھروں کی پوجا کرتے ہیں اور نہ ان سے محبت کرتے ہیں... یہ تو صرف قبروں کی جگہوں کو بتایا کرتے

تھے، نشانی تھے دراصل محبت تو اہل بیت سے ہے کیونکہ ان کو قتل کیا گیا، در بدر پھرایا گیا۔ خدا کی راہ میں ان پر مظالم ڈھائے گئے اور انہدام قبور سے شیعوں کے اذیت کی علت یہ ہے کہ مظالم کا سلسلہ ابھی تک باقی ہے۔ اصل وجہ یہی ہے۔ لیکن پتھروں کی پوجا یا صاحب قبر کی پوجا یہ ایک احمقانہ بات ہے۔ ایسے لوگ تو شیعوں کے وارث بھی نہیں ہو سکتے اور نہ شیعہ ان سے کھانے پینے میں اختلاط رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ عدل و اہل عدل کو مانتے ہیں۔ ظالموں کی طاقت جتنی بھی بڑھتی جائے یہ ہر حال میں عدل و حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ بہر حال شیعہ جو دنیا میں تقریباً دس کروڑ ہیں وہ دہائیوں کے افعال کو ناپسند کرتے ہیں اور ان کا مطالبہ ہے کہ ہم کو پوری آزادی دی جائے جس سے ہم قبروں کو دوبارہ بنا سکیں اور یہ ان کا شرعی حق ہے اور ہر اس شخص کا حق ہے جو اللہ اور اس کی کتاب، رسول اور ان کی سنت پر ایمان لایا ہو۔ اور یہی آزادی اتحاد المسلمین کا واحد طریقہ ہے اور پرانے کینوں کے ختم ہونے کا سبب ہے۔

حرم رسول

بقیع کو میں نے اس حال میں چھوڑا کہ دل و دماغ پریشان تھے۔ وہاں سے حرم رسول کی طرف چلا۔ اور لاشعوری طور پر حرم میں داخل ہوتے ہوئے دروازے کو چومنا شروع کر دیا۔ اور پھر قبر مبارک پر اپنے کو تقریباً گرا دیا۔ چوم بھی رہا تھا اور خدا اور اسکے رسول سے رو رو کر شکوے کر رہا تھا کہ اہلبیت کو زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی سکون نہیں ملا ان پر کیسے کیسے مصائب توڑے گئے۔ اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اتفاق سے کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ البتہ ایک آواز نہیں نہیں کی کانوں سے ٹکرانی تو قبر مبارک سے الگ ہو گیا کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ

۱۰: اگرچہ آج کی مردم شماری کی بنا پر تعداد مزید بڑھ گئی ہے۔

ہو جائے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا۔

زیارت و دعا کے بعد میں انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں گھس پڑا جو ریاض الجنۃ کی طرف جا رہا تھا۔ یہ جگہ قبر رسولؐ اور منبر رسولؐ کے درمیان ہے۔ اور یہاں مجمع بہت ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتا ہے بالکل اسی طرح جیسے خانہ کعبہ میں حجر اسود کے پاس ہوتا ہے اس کے لئے حدیث بھی ہے۔ میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس جگہ میں کسی مرتبہ نماز پڑھنے پر موفق ہوا۔ بلکہ میں نے قصر کے بجائے پوری نماز پڑھی۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ اس جگہ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے نمازیوں کے پیچھے کھڑا ہو کر انتظار کرتا تھا جیسے ہی کسی کی جگہ خالی ہوتی میں وہاں پہنچ جاتا تھا۔ ریاض الجنۃ کے اندر میں نے ان لوگوں کے لئے ”جنہوں نے صرف خدا کے لئے دوستی کی ہے اور جن سے صرف ایمان و علم کی بنا پر خلوص رکھتا ہوں یا وہ مجھے انہیں اسباب سے دوست رکھتے ہوں“ دعا کی۔ لیکن جن لوگوں کی محبت کمزور تھی کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ ان میں دوست و رفیق و ہمسرے سے کلمہ حق سننے کی طاقت نہیں تھی ان کے لئے میں نے خدا سے دعا کی کہ ان کے نفس پر ان کی مدد کر۔ اور برائیوں سے ان کے قلب و زبان کو پاک کر دے۔ اور علم و اخلاص و تقویٰ کی بنا پر ان کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دے۔

میں ابھی اس مدینہ ہی میں تھا جو مہبط وحی و تنزیل ہے، جہاں علیؑ و فاطمہؑ کے مکان ہیں، جہاں حسنؑ و حسینؑ سردار جوانان جنت کی ولادت ہوئی ہے کہ غدیر کا دن آپہنچا اور نخواستہ کے عالم علامہ الشیخ محمد علی العمری نے مجھ سے خواہش کی کہ ۱۸ رذی الحجۃ کی رات کو غدیر کی مناسبت سے ان کے امام باڑے میں تقریر کروں۔ میں نے بخوشی قبول کر لیا۔ بھلا میں اس چیز کو چھوڑتا یا اس میں تردد کیونکر کر سکتا تھا جس کے لئے اپنی پوری عمر وقف کر دی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تقریر کے وقت اندر و باہر کا حتمہ مجمع سے پھلک رہا تھا اور لوگ بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ آج کے دن کی اور صاحب دن کی عظمت و حالات لوگوں پر چھائی ہوئی تھی سب کے دل ایک، انداز فکر ایک اور محبت

دلار کا دریا ہر ایک سے موجزن تھا۔

وہ گھڑی ایسی تھی جس کو میں اپنی پوری زندگی کے برابر قرار دیتا ہوں۔ اور بھلا اس گھڑی سے افضل وارفع کونسی گھڑی ہو سکتی ہے کہ جس میں صادق و امین کے شہر میں تقریر کر رہا ہوں۔ اور دن بھی غدیر کا ہو۔ اور انھیں فضائل و مناقب کو دہرا رہا ہوں جنکو رسول رحمت نے حجۃ الوداع سے پہلے اور اس دن اور اس کے بعد بیان کیا تھا اور ایک چوراہے پر کھڑے ہو کر پوری دنیا کے لوگوں کو نسل بعد نسل یہ پیغام پہنچایا تھا۔

خدا کا شکر و حمد اس توفیق پر جو اس نے مجھے حج بیت اللہ اور زیارت رسول و آل رسول کی صورت میں مرحمت فرمائی اور اس فریضہ کو ادا کرنے کی توفیق دی جو آج کے عظیم دن میں مجھ پر واجب تھا۔ یہی وہ دن ہے کہ خدا نے حضرت علیؑ کو مومنین کے لئے پناہ گاہ اور رسول خدا کا خلیفہ بنایا۔ یہودی نور علی نور مہدی اللہ نورہ من یشاء۔ اور جس کو خدا نور نہ دے بھلا اس کو کون نور دے سکتا ہے؟

چیف جسٹس

دوسرے دن میں مدینہ منورہ کے محکمہ شرعیہ گیا وہاں بھی پانچ جج تھے اور ایک سب کا رئیس تھا جیسے مکہ مکرمہ میں تھا۔ ایک کے کمرے میں داخل ہو کر میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ قاضی نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا کوئی کام ہے؟ میں نے کہا کیا آپ قاضی ہیں؟ جواب ملا ہاں اور نائب رئیس ہوں۔ میں نے کہا: جناب کا اسم گرامی؟ فرمایا عبدالمجید بن حسن۔ میں نے کہا: کیا آپ مجھے فیصلوں کے رجسٹر دکھا سکتے ہیں؟ میں چاہتا ہوں کہ لبنان کے احکام اور یہاں کے احکام میں تقارفت پیدا کروں۔ انھوں نے پوچھا کیا آپ بھی قاضی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا حنفی محکمہ شرعیہ میں یا شیعہ محکمہ شرعیہ میں قاضی ہیں؟ میں نے کہا: میں شیعہ ہوں۔

اس کے بعد میں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں گفتگو شروع کر دی کہ یہ لوگ کس طرح

سیاسی اور سماجی طور پر متحد ہو سکتے ہیں۔ میری پوری تقریر میں وہ شخص جی ہاں جی ہاں کرتا رہا اور کچھ نہیں کہا۔ جب میں نے چلنے کا ارادہ کیا تو پوچھا اب کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا : شیخ عبدالعزیز بن صالح رئیس محکمہ کے پاس جا رہا ہوں۔ تو اس نے ایک پولیس والے کو میرے ساتھ کر دیا جو مجھے شیخ کے کمرہ تک پہنچا دے۔ دروازہ کھول کر جب میں اندر داخل ہوا تو اس نے اہلاً و مرجبا کہا۔ اور میں نے اپنی گفتگو کی ابتداء اس بات سے کی کہ حضور سرور کائنات کی حدیث ”اِخْتِلَافُ اُمَّتِي رَحْمَةٌ“ کی آپ حضرات کیا تفسیر کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا اس سے فروع میں اختلاف مراد ہے اصول کا اختلاف مراد نہیں ہے۔

میں نے کہا: پھر تو تمام اسلامی فرقے محمدؐ کی امت میں داخل ہیں کیونکہ سب کا اصول ایک - خدا، رسولؐ، آخرت پر ایمان لانا یہ سب میں مشترک ہے۔ اس نے کہا نہیں! ایک اصل اور بھی ہے میں نے کہا وہ کیا ہے؟ بولا حضرت ابو بکر کی خلافت! رسولؐ خدا کے بعد یہ ان کا حق تھا۔ میں نے تعجب سے پوچھا کیا: خلافت اصول میں داخل ہے؟ کہا ہاں! میں نے کہا اہل سنت نے تو اس بات کی نفی کی ہے بلکہ اس بات کو شیعوں کی طرف نسبت دی ہے اور اس کو بہت ہی ناپسند کیا ہے۔

رئیس نے کہا: اہل سنت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ خلافت ابو بکر اصول سے ہے اور اسی پر اصرار کرتا رہا۔

میں نے کہا: اصول دین کی کوئی بھی اصل یا تو بدایت عقل سے ثابت ہوتی ہے یا قرآن کی نص صریح سے یا پھر ایسی سنت سے جو ثبوتاً قرآن کی قوت کے برابر ہو یا پھر اس کی دلالت لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ کی طرح واضح ہو۔ اخبار احاد سے اصول دین کو ثابت نہیں کیا جاسکتا ہاں فروع دین

۱: کتاب مواقف اور اس کی شرح میں ہے (ملاحظہ ہو ج ۸ ص ۲۴۴) امامت اصول دین و عقیدہ میں سے

نہیں ہے برخلاف شیعوں کے۔ ہمارے یہاں امانت فروع میں شمار ہے۔

کا ثبوت احاد کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا: ہاں یہ صحیح ہے اور رسول خدا کی متواتر حدیث ہے: خدا و رسول ابو بکر کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کرتے۔ میں نے کہا: یہ حدیث متواتر کیونکر ہو سکتی ہے؟ بخاری و مسلم نے تو اس کو نقل بھی نہیں کیا اور نہ ابو بکر و عمر نے اور نہ کسی نے تصدیق کے دن اس سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ انصار کہہ رہے تھے ہم ابو بکر سے افضل ہیں اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگ اس سے استدلال کرتے۔ پھر اس نے حدیث و اقسام حدیث کی بات چھیڑ دی اور اسی پر مصر رہا کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ اور شیعوں کے علاوہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔ جب میرے پاس اس کو قانع کرنے کے لئے کوئی بات نہ رہ گئی تو کہا کیا صحت حدیث کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سب کے نزدیک ثابت ہو یا صرف ان لوگوں کے نزدیک ثابت ہو جو اس پر عمل کرتے ہوں؟ تو کہا صرف ان لوگوں کے لئے جو اس پر عمل کرتے ہوں۔ تب میں نے کہا یہ حدیث شیعوں کے یہاں ثابت نہیں ہے نہ متواتر اور نہ بطور احاد اس لئے ابو بکر کی خلافت ان کے نزدیک اصول سے نہیں ہے۔ اور نہ فروع سے ہے۔

مقبورے

جتنے وہابی شیوخ سے میری ملاقات ہوئی سب ہی کا عقیدہ تھا کہ مقبروں کا بنانا شرک و الحاد ہے اور قبر رسول کی زیارت کے لئے سفر بہت بڑا گناہ ہے۔ خود فیصل بن عبدالعزیز نے جب مکہ مکرمہ میں تقریر کی تھی تو یہی کہا تھا اور بہت تاکید سے کہا تھا کہ قبر رسول پر مسجد بنانا حرام ہے۔ یہ یہودیوں اور نصاریٰ کا طریقہ ہے چنانچہ ان کی تقریر کا ترجمہ یہ ہے۔ ”رسول خدا نے فرمایا: خدا یہود و نصاریٰ کو غارت کرے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا ڈالا میرے بعد میری قبر کو مسجد نہ بنانا آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ خدا نے کہا ہے: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا یہ نہیں کہا ہے کہ انبیاء سے دعا کرو نہ یہ کہا ہے کہ ملائکہ یا اولیاء یا صالحین سے دعا کرو۔“

ان سے پہلے ان کے بھائی ملک سعود ایران گئے تھے تو وہاں علماء نے ان سے مطالبہ کیا کہ ہم کو دوبارہ ائمہ بقیع کے مقبروں کی تعمیر کی اجازت دی جائے تو انھوں نے کہا: جو حکم خدا کے مطابق حکم نہ دے وہ کافر ہے۔ یعنی یہ بزرگ علماء کافر ہیں کیونکہ انھوں نے بغیر ما انزل اللہ کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر ہم قول امیر فیصل کو ان کے بھائی سعود کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ سعودی حاکم کو تمام چیزوں سے پہلے وہابی ہونا چاہیے اور وہابیت ہر چیز سے بالا ہے یہاں تک کہ شعب و پبلک سے بھی بلند ہے۔ اگر کوئی ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے تو بہت ہی واضح لفظوں میں یہ حقیقت سامنے آئے گی۔ ”کتاب فتح المجید شرح کتاب التوحید“ کے ص ۲۸۱ پر ہے۔ قبور کا بلند کرنا شرک کا ذریعہ دو سید ہے۔ اور ص ۲۸۳ و ۲۲ پر ہے: قبروں کا پختہ بنانا ان کے پاس نماز پڑھنی بتوں کی پرستش کے مشابہ ہے۔ (تطہیر الاعتقاد من اور ان الالحاد) کے ص ۲۸ پر ہے: یہ قبری لوگ قدم بہ قدم مشرکوں کے مسلک پر عمل کرتے ہیں اور ص ۲۲ پر ہے کہ قبر کو مشہد کہہ دینے اور مدفون کو ولی کہہ دینے سے یہ صنم و بت سے خارج نہیں ہو سکتے۔ اور ص ۲۳ پر ہے اگر تم یہ کہو کہ کیا قبور و اولیاء پر اعتقاد رکھنے والے بتوں پر عقیدہ رکھنے والوں کی طرح مشرک ہیں؟ تو میں کہوں گا ہاں ہاں یہ ان کے بالکل قدم بہ قدم ہیں بلکہ اعتقاد، انقیاد، استعباد میں ان سے کچھ آگے ہی ہیں لہذا ان سب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جب مقبرہ بنانا شرک ہے۔ اولیاء پر عقیدہ رکھنا شرک سے بڑا گناہ ہے تو کیا اس کے بعد امید کی جاسکتی ہے کہ وہابیوں کو قانع کیا جاسکتا ہے؟ تیسرے دن مدینہ کی اسلامی یونیورسٹی گیا تو عید کی وجہ سے وہ بند تھی۔ لبنان واپس آنے کے بعد خراسان کے کلیہ معقول و منقول کے عمید ڈاکٹر مجتہد زادہ نے بتایا کہ وہ تعطل کے بعد اس یونیورسٹی میں گئے تھے اور استاد محمد العبودی جو اس یونیورسٹی کے امین عام ہیں ان سے ملاقات کی تھی انھوں نے مجھے بتایا کہ یونیورسٹی کے پاس میری مولفہ چار کتابیں ہیں۔ لیکن طلاب پر اس کے مطالعہ کا قدغن ہے۔ اسی طرح مدینہ میں متوسطہ ابی بکر الصدیق میں ڈاکٹر صاحب کی ملاقات صالح بدر الحدیدی سے بھی

ہوئی تھی جو اس متوسط کے مدیر ہیں۔ مدیر نے ان سے کہا کہ انہوں نے میری کتابوں کو پڑھا ہے اور مجھ سے ملنا بھی چاہتے ہیں۔

میں اس بات کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شیعوں کی بعض کتابوں کو وہابی علماء کے پاس اور مکہ، مدینہ، ریاض کی لائبریریوں کے پاس، اور معاہدہ و کلیات کے اساتذہ کے پاس بھیجا جائے۔ میری یہ رائے اس بات کے باوجود ہے کہ مجھے یقین ہے وہابی اپنے مسلک سے نہیں ہٹیں گے یعنی وہ اپنے علاوہ سب کو کافر ہی سمجھیں گے چاہے وہ کلمہ توحید پڑھتا بھی ہو۔ اور نماز، روزہ، حج زکات کا پابند بھی ہو۔ ثواب و عقاب کا قائل بھی ہو اور نہ وہ اپنے اس عقیدہ کو چھوڑیں گے کہ مشرک کی دو قسمیں ہیں ۱۔ جو نہ کلمہ توحید پڑھتا ہے نہ نماز، روزہ، حج، زکات کا پابند ہے نہ ثواب و عقاب کا قائل ہے ۲۔ جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے نماز، روزہ، حج، زکات کا پابند ہے۔ ثواب و عقاب کا قائل ہے۔ بعد میں آنے والی فصلوں سے یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

مسلمان کافر

لغت میں اسلام کے معنی ”سر جھکانے، تسلیم خم کرنے“ کے ہیں۔ البتہ شریعت نے اس کو متعدد معانی میں استعمال کیا ہے۔ ۱۔ مسلم اخلاقی سلیبی جیسا کہ سرکار رسالت مآب نے فرمایا ہے: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں! ویسے تو غیر مسلموں میں بھی ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو صرف مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو اذیت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بلکہ ہم نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے کہ ہندوؤں کے بعض فرقے ان لوگوں پر بھی ظلم نہیں کرتے جنہوں نے ان پر ظلم کیا ہو۔ لیکن مسلمان کے لئے شرط ہے کہ کسی مسلمان کو اذیت نہ دے۔ بہر حال اخلاقی اعتبار سے مسلم کامل وہی ہے جو حقوق الہی کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے بھی حقوق ادا کرتا ہو۔ ۲۔ مسلم عامل ایجابی ہے ایک شخص نے رسول اسلام سے پوچھا کونسا ۳۔ اسلام جہ طرح انسان سے جرم نہ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اسی طرح مجرمین کے خلاف جنگ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور بلند آواز سے سلام کرنا۔ نیز یہ بھی فرمایا: جس میں تین باتیں اکٹھا ہو جائیں وہ جامع الایمان ہے۔ اپنی ذات سے انصاف کرنا، سلام میں پیش قدمی کرنا، اور محتاجوں پر مال صرف کرنا۔ کھانا کھلانے کا مطلب ایسا عمل کرنا ہے جو نفع بخش ہو۔ خصوصاً جو سبب فقر کا سبب ہو اور محتاجین سے ان کی غربت کو دور کرنے والا ہو اور مسلم و اسلام پر تو بقائے حیات کا دار و مدار ہے۔ اس حدیث کے بعض شرح کرنے والوں نے کہا ہے کہ رسولؐ نے صرف ان دو صفتوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ان کی شدید ضرورت تھی۔

۳۔ وہ مسلمان جس پر اسلام کے احکام جاری ہو سکیں مثلاً نکاح، میراث، مال و خون کی حفاظت، غسل، کفن، اس پر نماز جنازہ کا پڑھنا، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جانا، اور اس قسم کے دیگر احکام اس پر جاری ہو سکیں۔ یعنی ہم اس کے لئے ایسا دین تسلیم کریں کہ جو کچھ نفع مسلمانوں کو ہوگا اس میں یہ بھی شریک ہوگا اور جو نقصان ہوگا اس میں بھی شریک ہوگا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ کیونکہ اس کی جزا آخرت میں ملے گی۔ بلکہ اس کا جہنم میں جانا یا مہل فی النار ہونا اس پر اسلامی احکام کے جاری ہونے سے مانع نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت علیؑ نے اہل جبل سے قال کیا لیکن ان کے اموال کو تقسیم نہیں کیا نہ ان کی عورتوں کو قیدی بنایا۔ اسی طرح خوارج سے قال کیا مگر یہ فرمادیا کہ ان کو مسجدوں سے روکا نہ جائے اور نہ مال غنیمت سے محروم کیا جائے۔ اہل شام جو میدان صفین میں حضرت علیؑ کے قتل پر آمادہ تھے ان کے بارے میں فرمایا: ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے، شدید ترین دشمنوں کے بارے میں بھی آپ کا انصاف بہت بلند درجہ کا تھا۔ اس فصل میں ہم ایسے ہی مسلمانوں کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ اور جس کے بارے میں فقہار ”اسلام ظاہر“ سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور جس کی تجدید کتاب خدا اور سنت رسولؐ میں بڑی وضاحت سے کر دی گئی ہے۔

سورہ توبہ میں ارشاد ہے: اگر وہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کو آزاد کر دو۔ (سورہ توبہ آیت ۵) اور اسی سورہ کی گیارہویں آیت میں ارشاد ہے: اگر یہ لوگ

توبہ کر لیں، نماز و زکوٰۃ کے پابند ہو جائیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ابن عباس نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ اس نے اہل قبلہ کے خون کو حرام قرار دے دیا۔ سورہ نسا، آیت ۹۴ میں ہے: جو تم پر سلام کرے اس کو یہ مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو! اس آیت کی دلالت اس پر ہے کہ جو شخص معمولی سی بھی اسلامی علامت کا استعمال کرے مثلاً سلام کرے تو اس پر بھی تمام اسلام کے احکام جاری ہوں گے۔

بخاری میں ہے: ایک شخص اپنے مال غنیمت کے پاس تھا کہ مسلمان اس کے پاس پہنچ گئے اس نے مسلمانوں پر سلام کیا پھر بھی مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا مال لے لیا تب خدا نے اس آیت کو نازل کیا۔

صحیح مسلم و صحیح بخاری میں ہے: رسول خدا نے فرمایا: جب تک لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں اور نماز و زکوٰۃ کے پابند نہ ہوں، اس وقت تک مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہے اور جب ان سب چیزوں کے پابند ہو جائیں تو میری طرف سے ان کا خون محفوظ ہے۔ ان کے اموال محفوظ ہیں صرف اسلام کی وجہ سے! ویسے ان کا حساب خدا پر ہے۔

اس حدیث سے صریح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف ظاہری اسلام کافی ہے اور اسلامی احکام اس پر نافذ ہوں گے خصوصاً اس جملے نے کہ ”ان کا حساب خدا پر ہے“ مسئلہ کو بہت واضح کر دیا۔

ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے: اس حدیث سے یہ مطلب بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اہل بدعت جو توحید کا اقرار کرتے ہوں، شریعتوں کا التزام کرتے ہوں ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔ اور کافر اگر کفر سے توبہ کرے تو اس کی توبہ کو قبول کر لینا چاہیے کفر ظاہر و کفر باطن کی تفصیل کے بغیر۔

اس طرح بخاری میں رسولؐ سے یہ بھی مروی ہے کہ: حضورؐ نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ صرف خدا پر ایمان لانے کا مقصد کیا ہے؟ صحابہ نے کہا خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

تب رسول خدا نے فرمایا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، مال غنیمت سے خمس لگانا۔

بخاری و مسلم میں ہے اور ترمذی میں بھی ہے، ابن حنبل نے بھی فرمایا: رسول خدا کا ارشاد ہے: جو مرتے وقت لا الہ الا اللہ کا قائل ہو وہ جنت میں جائے گا۔ اسی طرح بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن حنبل نے کہا ہے رسول خدا نے فرمایا: جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اس کو جہنم پر حرام قرار دے دیا ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن حنبل نے کہا سرکار رسالتماہ نے فرمایا: جو ایسی حالت میں مرے کہ شرک باللہ نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا چاہے گناہان کبیرہ کا ارتکاب بھی کرتا ہو۔ اسی طرح ابن حنبل سے منقول ہے رسول خدا نے فرمایا: جو مرتے وقت لا الہ الا اللہ کہے اس کو بھلا (جنت کے علاوہ) کیا دیا جائے گا؟ اسی طرح بخاری، مسلم، ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ: ابن حنبل نے رسول خدا سے روایت کی ہے: جو لا الہ الا اللہ کہے اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہے۔

اب رہی یہ حدیث کہ۔ اسلام کی بنیاد پلچ چیزوں پر ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت، نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا۔ تو یہ بجد تو اتر ہے اور تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک مسلم ہے۔

جو شخص کتب سیر و تاریخ، کتب فقہ و تفسیر کا مطالعہ کرے گا وہ اس بات کو جان لے گا کہ مسلمانوں میں جب سے اختلافات ہوئے ہیں، اس وقت سے آج تک تمام مسلمانوں کے علماء و قولاً اور عملاً اس بات پر متفق ہیں کہ جو بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہو اس کے ساتھ شادی بیاہ، میراث، جان و مال کی حفاظت میں مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ چنانچہ علمائے اسلام، جنازہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: اہل قبلہ کے اوپر نماز جنازہ واجب ہے۔ میراث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں مسلمان اختلاف مذہب کے باوجود ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ باب حدود کے سلسلہ میں تے ہیں کسی پر بھی حد اس وقت تک جاری نہیں کی جائیگی جب تک وہ شہدے سے باہر نہ ہو۔ نیز تمام علمائے

اسلام فرماتے ہیں اگر کافر لا الہ الا اللہ کہے گا تو وہ بھی اسلام میں داخل ہو جائے گا اور مرتد اگر شرک سے توبہ کرے تو اس کو کلمہ شہادتین جاری کرنا ہوگا۔ ابن قدامہ کی مغنی ج ۱، ص ۱۲۷ اور ۱۳۱ نیز اس کے بعد والے صفحہ پر ہے: ایک شخص نے رسول خدا سے ایک مسلمان کے قتل کی اجازت چاہی تو آپ نے پوچھا کیا وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن اس کی یہ شہادت کچھ بھی نہیں ہے! آپ نے پھر پوچھا کیا وہ نماز پڑھتا ہے؟ کہا ہاں لیکن اس کی نماز کا کوئی فائدہ نہیں۔ تب رسول اللہ نے فرمایا: مجھ کو ایسے لوگوں کے قتل سے روکا گیا ہے۔ اس کے بعد صاحب مغنی فرماتے ہیں: اگر بتینہ وغیرہ سے اس کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے لیکن وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو اس کے خلاف جو گواہی دی گئی ہے وہ نہ مانی جائے گی بلکہ اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

کتاب مغنی حنبلی مذہب کی فقہ نہیں ہے اور وہابیوں کے نزدیک بہت معتمد علیہ ہے، اس میں تحریر ہے کہ اس کے علاوہ رسول خدا کے لئے ثابت ہے کہ کسی کو کافر قرار دینے میں بہت سختی سے کام لیتے تھے اور بہت احتیاط برتتے تھے۔ یہ جگہ ان مواقع میں سے ہے جہاں کمزور قوی پر غالب آجاتا ہے۔ لہذا اگر کافر ہونے کے ۹۹ اسباب پائے جائیں اور ایک وجہ عدم کفر کی ہو تو عدم کفر کا سبب غالب مانا جائے گا۔

لیکن قرآنی آیات اور صحاح ستہ وغیرہ میں احادیث پیغمبر کے ہونے کے باوجود اور اسلام کے پہلے دن سے آج تک اجماع کے باوجود، خدا کی طرف سے تاح کے باوجود ابن تیمیہ کے نزدیک شہادتین کا اقرار کافی نہیں ہے۔ اور نہ شہادتین کا علم مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی یہ سب کچھ نہیں ہے جب تک آدمی ابن تیمیہ کے عقیدہ کو تسلیم نہ کرے وہ کافر ہی رہے گا مسلمان نہیں ہو سکتا!!

چنانچہ ابن تیمیہ نے مشرکین کی دو قسمیں قرار دی ہیں: جو نہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو اور نہ روزہ رکھتا ہو نہ نماز پڑھتا ہو نہ حج کرتا ہو نہ زکوٰۃ دیتا ہو۔ نہ حساب و عقاب پر ایمان رکھتا ہو۔ ۲۔ دوسرا مشرک وہ ہے جو اقرار شہادتین کرتا ہو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا پابند ہو، حساب و عقاب

پر ایمان رکھتا ہو پھر بھی یہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اس لئے کہ وہ ابن تیمیہ کا عقیدہ نہیں رکھتا۔
 ان کے تشدد و سختی کا عالم یہ ہے کہ یہ صرف اسی سے راضی ہوتے ہیں جو ان کا ہم عقیدہ ہو۔
 میرا خیال ہے کہ جیسے قرآن نے (سورہ بقرہ - آیت ۱۲۰) میں کہا ہے: اے رسولؐ یہ یہود و نصاریٰ
 آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔ یہی حال ابن تیمیہ
 کا بھی ہے۔

ابن تیمیہ کے اقوال

دہابی مذہب کے بانی ابن تیمیہ اپنی کتاب ”الرسالۃ التدمیریۃ“ کے ص ۶۲ میں فرماتے
 ہیں: تمام وہ لوگ جو کتب کلامیتہ میں توحید کا اقرار کرتے ہیں ان کا پورا مقصد یہ ہے کہ توحید
 کی تین قسمیں قرار دیں چنانچہ وہ لوگ کہتے ہیں خدا واحد بالذات ہے اس کا کوئی قسیم نہیں ہے۔
 واحد بالصفات ہے اس کا کوئی شبہ نہیں ہے۔ واحد فی الافعال ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔
 اسی طرح کتاب - اقتضار الصراط المستقیم مخالفتہ اصحاب المجیم کے ص ۲۵۹ پر فرماتے
 ہیں: توحید کا نام رکھنے میں اہل نظر و کلام اور اہل ارادہ و عبادہ نے غلطی کی ہے یہاں تک
 کہ اپنے خیال میں اس کی حقیقت ہی بدل دی ہے۔ اور ص ۲۶۵ پر فرماتے ہیں پس مومنین و
 مشرکین دونوں برابر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام علمائے کلام مشرک ہیں۔ اسی طرح عابد و متعبد جتنے بھی ہیں ان کا
 یہ عقیدہ کہ خدا واحد بالذات و واحد بالافعال ہے ان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔
 خدا و رسولؐ تو فرماتے ہیں: مسلمان وہ لوگ ہیں جو کلمہ توحید کے قائل ہوں لیکن جناب

۱۔ یہ تقسیم اگر صحیح ہے تو یہ ان لوگوں کی بنا پر ہے جنہوں نے مشرکین کی دو قسمیں کی ہیں چنانچہ رسولؐ
 نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کو بغیر تاویل کا فرمائے وہ کافر ہے۔ (صحیح بخاری -)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں ہرگز نہیں یہ سب مشرک ہیں، خدا اور اس کا رسول چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے سب ہی حج کریں، نماز پڑھیں مگر ابن تیمیہ سب کو پرگندہ کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کا اتحاد نہیں چاہتے۔ وہ سب کو مشرک کہتے ہیں، چاہے سب کے سب توحید کا اقرار کرتے ہوں، ایک قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہوں، ایک گھر کا طواف کرتے ہوں!

علمائے کلام جو خدا کا شریک نہیں مانتے۔ محمدؐ کے بعد کسی رسول کے قائل نہیں ہیں علمائے کلام جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کے دفاع کے لئے وقف کر دی، اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا دفاع کیا، اہل بدعت سے برسرِ پیکار رہے، کتاب و سنت کی ہر طرح مرد کرتے رہے، یہ سب کے سب امام الوہابین ابن تیمیہ کے نزدیک صرف اس لئے کافر ہیں کہ خدا کو مشیل و شبیہ و شریک سے منزه مانتے ہیں۔

آئیے ذرا ابن تیمیہ کا کلام سنئے، جس میں انھوں نے تمکلیں کی رد کی ہے۔ چنانچہ وہ کتاب ”الرسالۃ التعمیرۃ“ کے ص ۶۲ پر فرماتے ہیں: بمشیل و شبیہ، شریک کی نفی سے علماء کلام کی مراد یہ ہے کہ خدا اپنے عرش پر بلند ہے، وہ لوگ اس کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اپنے مخلوق سے جدا ہے۔ اور ان سے بالکل الگ ہے۔ اسی طرح یہ علمائے کلام ایسے معانی مراد لیتے ہیں جن سے نفی الہی اور تعطیل پروردگار لازم آتا ہے۔ ابن تیمیہ کے کلام کا مقصد یہ ہے کہ واقع و نفس الامر میں خدا اپنی مخلوق سے ممتاز نہیں ہے، نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں بلکہ بس مخلوق جیسا ہے۔ لیکن تمکلیں خدا کو مخلوق سے ممتاز اور متباین مانتے ہیں اور یہ امتیاز و تباہن تعطیل خدا کو مستلزم ہے یعنی جڑ سے خدا کی نفی اور تعطیل لازم آتی ہے اور نفی و تعطیل وجود و شرک ہے لہذا تمکلیں مشرک ہیں۔

آپ نے موصوف کا انداز فکر اور ان کی منطق کو ملاحظہ فرمایا: موصوف نے کس طرح توحید کے پیٹ سے شرک اور اسلام کے بطن سے کفر اور ایمان سے الحاد پیدا کیا ہے علمائے بیان کہتے ہیں: کلام وہ ہے جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو بشرطیکہ دونوں کا امکان اور کلام

دونوں چیزوں کا تمکل ہو۔ لیکن جہاں جھوٹ کے علاوہ کوئی امکان نہ ہو۔ صدق کا تصور ناممکن ہو تو لغو و ہذیان ہے مثلاً الموجود معدوم۔ علم جہل ہے، ظلم عدل ہے، رات دن ہے، محبت بغض ہے، امانت خیانت ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح جناب ابن تیمیہ اپنی کتاب ”نقص المنطق“ کے ص ۴۶ پر فرماتے ہیں: یا یہ کہا جائے کہ ایسے لوگ یعنی تمکلیں چونکہ اہل علم میں سے ہوتے ہیں اس لئے یہ عبداللہ بن ابی سرح کے مشابہ ہیں کہ جو کاتبِ وحی تھا پھر مرتد ہو کر مشرکین سے مل گیا اور عام الفتح میں پیغمبر اسلام نے اس کا خون ہدف کر دیا۔ اور ص ۸۸ پر فرماتے ہیں: اسی طرح خلط ملط کرنے والے تمکلیں کبھی تو مسلمانوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ سب بدعتی ہیں۔ بدعتی سے مراد ابن تیمیہ کی وہ مسلمان ہیں جو ان کے ہم عقیدہ نہیں ہیں۔ اور کبھی یہ تمکلیں فلاسفہ و ستارہ پرستوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کفار و مشرکین کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ابوالحسن اور ان کے پیرو تمام مسلمان چاہے ان کی تعداد لاکھوں کے حساب سے ہو امام غزالی، نو بختی، محمد بن کرام، باقلانی، واصل بن عطاء، نظام، رازی و الایچی، جرجانی یہ سب اور ان کے تمام پیرو اور ان جیسے دیگر اقطاب مسلمین صرف اس لئے مشرک، بدعتی مرتد، ستارہ پرست ہیں کہ انھوں نے ابن تیمیہ کی کسی رائے کی اور قول کی مخالفت کی ہے۔

علم کلام اس معرفت عقلیہ کا نام ہے جس پر دین اور اسلامی عقائد کی بنیاد ہے۔ اب اگر یہ معرفت ہی کفر و شرک ہے، بدعت و گمراہی ہے تو پھر دین اسلام کیا ہے؟ اور جب اشعری و غزالی جیسے فحول علماء مشرک ہیں تو پھر مسلمان کون ہے؟

ابن تیمیہ نے صرف علماء کے تکفیر ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے کلام کی صریحی دلالت اس بات پر ہوتی ہے کہ جو بھی قبر رسول کی تعظیم کرے، اس کے پاس نماز پڑھے۔ اسکی زیارت کے لئے جائے وہ سب کے سب کافر ہیں۔

ظاہر ہے کہ تمام مسلمان قبر شریف کا احترام کرتے ہیں، وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ اسکی زیارت

کے لئے جاتے ہیں چنانچہ کتاب ”اقتضار الصراط المستقیم مخالفت اہل الجحیم“ کے ص ۴۵ پر فرماتے ہیں: شیطان نے بہت سے لوگوں کے برے اعمال کو مزین کر کے دکھایا ہے اور ان کو اپنے رب کے مخلص ہونے سے مشرک کی طرف موڑ دیا ہے۔ اور وہ لوگ سفر اور زیارت سے ایسی خوشنودی کے خواہش مند ہوتے ہیں جو خدا کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ لوگ خدا کے علاوہ دوسرے کی طرف راغب ہوتے ہیں چنانچہ وہ لوگ کسی نبی کی قبر یا مرد صالح کی قبر یا جسکو وہ صالح سمجھتے ہیں اس کی زیارت کے لئے مسافرت کرتے ہیں۔

پس ابن تیمیہ کے نزدیک قبر رسولؐ کی زیارت شیطان کا گمراہ کرنا اور مشرک ہے چاہے وہ اس زیارت سے خدا کی مرضی اور ثواب کا خواہش مند ہو۔

ص ۳۲۲ پر فرماتے ہیں: لات ایک بت ہے اس کی عبادت کا سبب ایک مرد صالح کی قبر کی تعظیم ہے۔ یعنی قبر رسولؐ کی تعظیم آئندہ قبر کو بت بنانے کا سبب ہو جائے گی جیسے لات و عزیٰ کے لئے ہو چکا ہے۔

ص ۳۲۴ پر فرماتے ہیں: اگر کوئی کسی نبی یا مرد صالح کی قبر کے پاس بقصد تبرک نماز پڑھے اور یہ نیت ہو کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے برکت حاصل ہوگی تو یہ خدا اور رسولؐ سے جنگ ہے اور اس کے دین کی مخالفت ہے اور ایک ایسے دین کا ایجاد کرنا ہے جس کی اجازت خدا نے نہیں دی ہے۔

پس قبر رسولؐ کے پاس نماز پڑھنی بقصد تبرک بدعت اور خدا اور رسولؐ سے جنگ ہے اور سب ہی جانتے ہیں کہ تمام مسلمان اس مقدس سرزمین پر ”جہاں حضورؐ کا جسم مقدس ہے“ نماز برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔

ص ۴۰۱ پر فرماتے ہیں: قبر رسولؐ کے سلسلہ میں بیان کی جانے والی احادیث ”مثلاً جو میری اور میرے باپ ابراہیمؑ کی زیارت ایک ہی سال میں کرنے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہوں یا جو میرے مرنے کے بعد میری زیارت کرے وہ ایسا ہے کہ گویا میری زندگی

میں زیارت کی۔ یا جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے اوپر ظلم کیا اور اسی طرح
 کی دیگر احادیث "سب جھوٹی ومن گھڑت ہیں"۔
 پس "قبر رسول کی تعظیم شرک تک پہنچانے والی ہے"۔ "قبر رسول کے پاس بقصد برکت
 نماز پڑھنی بدعت ہے"۔ "قبر رسول کی زیارت والی حدیثیں جھوٹی ومن گھڑت ہیں" تو کیا یہ ساری
 باتیں ابن تیمیہ نے مسلمانوں کی محبت میں فرمائی ہیں؟ یا ان کی یہ تحقیق دقیق ہے؟! یہ احتیاط و توسع
 ہے؟ اور کیا تمام اسلامی فرقوں کو کافر قرار دینا انسانی دعوت اور عمومی اخوت ہے؟! آخر کفر و
 فسق کے فتویٰ کی پیاس کیوں ہے؟ کیا فتنہ پردازی، کینہ پروری کے لئے ہے؟ جو انسان مصلح و
 مفکر ہوتا ہے وہ انسان کو نیک بنانے کی کوشش کرتا ہے اس کی سعی یہ ہوتی ہے کہ
 انسان کی تکلیفیں کم سے کم ہو جائیں مگر ابن تیمیہ صاحب کو تمام مسلمانوں کو کافر بنانے کا شوق چرایا
 ہے۔ ان کو مسلمانوں کو مشرک و زندیق بنانے میں لطف آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مضبوط
 دستھکم نظر یہی ہے کہ سب کو کافر و فاسق بنا دیا جائے۔ خدا معلوم اس تعصب و تشدد کے
 پیچھے ان کا کیا مقصد ہے؟ کیا وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح سے دنیا کے بہت سے لوگ
 ان کی عظمت و تقدس کے قائل ہو جائیں؟ خدا بہتر جانتا ہے۔

۱۰۔ ابو داؤد (یہ اصحاب صحاح میں سے ہیں) نے رسول سے روایت کی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اپنی

قبر کی زیارت اور اپنے اوپر سلام کے لئے فرمایا ہے۔

مسلمان اور اسلامی حکومت

ہر اس مسلمان کی جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے دلی تمنا ہے کہ زمین کے کسی بھی حصہ میں ایک طاقتور اسلامی حکومت قائم ہو جائے جو اپنے تمام مبادی، تعالیم و حالات میں اسلام اور صرف اسلام کی پابند ہو۔ اس کی سیاست، ثقافت، اقتصاد کسی بھی خارج یا داخلی طاقت سے متاثر نہ ہو محض اسلامی ہو۔

ہر مسلمان جو عربی ہو یا غیر عربی ایسی حکومت کا نہ صرف یہ کہ متمنی ہے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اگر اس کے بس میں ہو کہ جان و مال و عیال کی قربانی دیکر ایسی حکومت خلق کی جاسکتی ہے تو وہ اس کو بھی کر گزرے گا۔ کسی اقتصادی غرض و غایت یا فخر و مباحات کے لئے نہیں بلکہ صرف کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی نشر و اشاعت کے لئے۔

اعتراض: ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ ایسی حکومت بھدا اللہ موجود ہے یعنی سعودی حکومت جس کے جھنڈے پر عریض و طویل خطا میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ اور جس نے بانگ دہل اعلان کر دیا ہے کہ ہمارا دستور شریعت اسلامیہ ہے۔ حالانکہ مشرق سے لے کر مغرب تک کے مسلمان اس کے وجود سے تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔ بلکہ تمام مسلمان نہ بھی تسلیم کئے جائیں تو اکثر مسلمان بہر حال اس کے زوال کے خواہش مند ہیں۔ چنانچہ علامہ ابو زہرہ اپنی مشہور کتاب المذاہب الاسلامیہ میں فرماتے ہیں: اکثر مسلمان شدت

کے ساتھ وہابیت سے نفرت کرتے ہیں۔

جواب: میرا خیال ہے کہ سعودیہ کو اسلامی حکومت کہنے والا — اگر دنیا میں اس کا وجود ہے — دل ہی کا نہیں آنکھوں کا بھی اندھا ہے۔ کیونکہ اعتبار حمل کا کیا جاتا ہے۔ نعروں اور دعوؤں پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ دعویٰ تو کبھی حقیقت کو چھپانے کے لئے بھی کئے جاتے ہیں اور گمراہ کرنے کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ کلمہ توحید بہت ہی عظیم و قومی، زندہ چیز ہے لہذا اس کو اس کے موضوع میں استعمال کرنا چاہیے یا ایسی جگہ استعمال کرنا چاہیے جو اس سے ہر طرح ہم آہنگ ہو۔ جہاں، تقدم و ترقی ہو، عدل، حریت، مساوات ہو، محرمات سے اجتناب ہو، ایسی جگہ اس کا استعمال نہ ہو جہاں فقر و فاقہ کے ساتھ فسق و فجور ہو، اسراف و فضول خرچی ہو، بڑی لمبی چوڑی گاڑیاں ہوں، سونے، چاندی کی بھرا ہو۔

اگر سعودی حکومت کو دیکھیے تو سوائے ضعف، کمزوری، پسماندگی، انحطاط کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آئے گا۔ ہر تاج کو سب سے پہلے تو لوگوں میں غیر معمولی تفادیت ملے گا کہ کچھ لوگ تو دولت و ثروت کی چوٹی پر ہیں اور یہی لوگ جمہوریت کے دشمن، حریت و آزادی کے مخالف، مستضعفین کے عدو ہیں کیونکہ خیر و خیرات کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور یہی لوگ اجنبی راسمالت کے ہم سوگند ہیں۔ اس کے علاوہ سعودیہ میں جہالت عام ہے، امراض کا دور دورہ ہے۔ فقیری اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے حالانکہ اس وہابی حکومت کو قائم ہونے پچاس سال ہو رہے ہیں۔ پٹریوں کی دولت اس کے پاس ہے، سونا اور دیگر معدنیات سے مالا مال ہے۔ حجاج و غیر حجاج کے ذریعہ سے ہونے والی آمدنی کا ٹھکانہ نہیں ہے۔

اگر سعودی حکومت واقعی اسلامی تعلیمات پر عمل کرتی تو آج اس سرزمین پر نہ کوئی جاہل ہوتا، نہ مریض، نہ فقیر بلکہ اس کے برخلاف عدالت، حریت، رفاہیت کا دور دورہ ہوتا۔ تمدن و ترقی کا بے مثل نمونہ یہ حکومت ہوتی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جب بھی خداوند عالم نے اسلام کو مخلص فرمایا اور حاکم بنائے ہیں اور انہوں نے اسلامی تعلیمات کو اپنایا ہے تو انہوں نے تاریخ کا دھارا موڑ دیا ہے، دنیا کو ظلمت سے نور کی طرف مائل کر دیا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی برکت سے اسلام کو مثالی بنا دیا ہے اور اس کو بہترین دلیل قرار دیا ہے۔ کیونکہ دین ہی انسانیت کی خیر و سعادت کا مصدر اول ہے اور انسانیت کے درد کا مداوا ہے۔

اسلام چونکہ جمود و انحطاط کے خلاف، ظلم و جور کے خلاف، طمع و لالچ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والا ہے۔ اس لئے اگر زمین کے کسی بھی حصہ میں فساد و بد اخلاقی کا رواج ہو اس کے حکام کا خیال ہو کہ وہی لوگ جاہ و مرتبہ، دولت و سلطنت کے حقدار ہیں تو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ یہاں اسلام کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، چاہے وہاں کے مالدار، مغروں، جھنڈوں وغیرہ سے اسلام کا پروپیگنڈہ کرتے ہوں جیسے سعودیہ میں ہے کہ وہاں کروڑوں روپے حکام و ذمہ داروں کی جیب میں جاتے ہیں اور پبلک جہالت، مرض، فقری کے بوجھ تلے دبی جا رہی ہے۔

اگر واقعی حکومت کا مذہب اسلام ہوتا اور اس کا دستور اسلامی شریعت کے مطابق ہوتا تو سب سے پہلے اس دین کے احکام کی تطبیق حکومتی افراد پر کی جاتی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ سعودیوں کو مال و سلطنت کا فائدہ ہے تو یہ بھی صحیح ہے کہ اس نے مشرق سے لے کر مغرب تک کے مسلمانوں کا اعتماد کھو دیا ہے اور پوری دنیا میں اپنی ادنیٰ و ثقافتی زندگی کو برباد کر دیا ہے اور اس کا حتمی نتیجہ ایک نہ ایک دن نازیت کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

وہابی و خوارج

مسلمانوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور اوقات نماز کی پابندی کرنے والے خوارج تھے۔ یہاں تک کہ کثرت عبادت کی وجہ سے انکو ”سیاہ پیشانی والے“ کے نام سے

پہچانا جاتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ خارجی حضرات ناحق خون بہانے، اموال کی لوٹ مار، امن عامہ کے غارتگر کے عنوان سے بھی مشہور تھے۔ جناب عبادہ بن قرظ صحابی رسول اذان کی آواز سن کر مسجد کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پہنچے تو دیکھا سب کے سب خارجی ہیں۔ خارجیوں نے ان سے پوچھا اے دشمن خدا تم یہاں کیسے آئے؟ انھوں نے کہا: آپ میرے بھائی ہیں۔ خارجیوں نے کہا: تم شیطان کے بھائی ہو، ہم تم کو ضرور قتل کریں گے۔ تب جناب عبادہ قرظ نے کہا: کیا تم مجھ سے اس بات پر راضی نہیں ہو گے جس پر رسول خدا مجھ سے راضی ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا: اے دشمن خدا رسول خدا تجھ سے کس بات پر راضی ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا: میں کفر کی حالت میں آنحضرت کی خدمت میں پہنچا تو کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ تو حضرت نے مجھے چھوڑ دیا۔ لیکن ان خارجیوں نے اس کے باوجود ان کو قتل کر ڈالا۔

اسی طرح مشہور عالم واصل بن عطاء اور ان کے ساتھیوں کو ان خارجیوں نے لوٹا اور جب ان سب کو مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کرنا چاہا تو واصل نے کہا ہم تو مشرک ہیں اور خدا نے کہا: اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دو! لہذا آپ لوگ ہم کو پناہ دیں۔ چنانچہ خارجیوں نے واصل اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا لیکن اگر واصل یہ کہہ دیتے کہ ہم لوگ مسلمان ہیں تو یقینی طور سے قتل کر دینے جلتے۔ جیسے عبادہ صحابی رسول کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں خوارج اور وہابیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ وہابی بعض صحابہ کو کافر نہیں کہتے اور نہ ان کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں جبکہ خارجیوں کے نزدیک صحابہ کافر اور ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

بہر حال وہابی نقطہ نظر سے اسلام بہت تنگ ہے خصوصاً توحید کے سلسلہ میں کیونکہ یہ لوگ توحید کی ایسی تفسیر بیان کرتے ہیں جو ان کے علاوہ مسلمانوں کے کسی فرقہ پر منطبق ہی نہیں ہوتی۔

یہ حضرات توحید میں قبروں کا شمار کرنا، قبروں پر بنی ہوئی مسجدوں کو گرا دینا، یہاں تک کہ قبر رسولؐ کو ڈھکا دینا، قبروں کے قریب نماز پڑھنی، دعا کرنا، زیارت نبیؐ کو حرام جاننا، سگریٹ پینے کو حرام جاننا، نوٹو گرافی کی تصویروں کو حرام سمجھنا وغیرہ وغیرہ کو بھی توحید کا جز مانتے ہیں۔

ان کے نزدیک اسلام کے مفہوم میں یہ بھی ہے کہ قبر رسولؐ پر پردے لٹکانا اور کسی بھی مسلمان کا سیدنا محمدؐ یا بچے محمدؐ کہنا اسی طرح یا محمدؐ کہنا بدعت و گمراہی ہے۔

لیکن علم و معرفت کی نشر و تبلیغ کرنا، جہالت و فقیری کا خاتمہ کرنا، زمینوں کو آباد کرنا، مسضعفین کی اصلاح حال کرنا، خوشگوار زندگی کے لئے کوشش کرنا تاکہ فقر و فاقہ دور ہو سکے سب کے لئے اسباب راحت و آرام و وسائل عیش مہیا کرنا، عداوت و بغض سے پرہیز کرنا، انسانوں کا احترام کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب ثانوی چیزیں ہیں۔

یہ بات شک سے بالا ہے کہ اگر اسلام و باہمی ذہنیت و فکر کا حامل ہوتا تو کبھی بھی نہ ترقی کر سکتا۔ اور نہ مسلمانوں کا وہ شاندار ماضی ہوتا جس نے دشمنوں تک سے یہ کہلا لیا کہ جدید تہذیب تمدن کی بانی محمد بن عبد اللہ کی نبوت و رسالت ہے۔

آج ساری دنیا بیدار ہو چکی ہے اور یہ دور عصر ذرہ و نور کہلاتا ہے۔ اندھی تقلید ختم ہو گئی آج دنیا کی ہر فرد اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے کہ صرف سعودیہ ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں انسانوں کے خون و پسینہ کی کمائی کو ہڑپ کر لیا جاتا ہے اور جہاں کے حکام شقاوت، جہالت، انحطاط کے بنے ہوئے محلوں میں دادِ عیش دیتے ہیں۔

وہابیہ اور حشویہ

مسلمانوں میں ایک فرقہ ”حشویہ“ بھی ہے۔ اس کا مخصوص پروگرام ہے۔ یہ لوگ معتزلہ، اشاعرہ، شیعہ، مرجئیہ سب ہی کے مخالف ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ علم کا انحصار کتاب و سنت کے ظواہر کے حرفی نصوص میں ہے، چاہے وہ عقل کے خلاف ہو۔ اور عظمت و جلال و تکریم و کمال پروردگار کے خلاف ہو۔ چنانچہ یہ حضرات خدا کے ہاتھوں، پیروں، کانوں اور آنکھوں کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں خدا بٹھکتا ہے، چلتا ہے، ٹھہرتا ہے، ہنستا ہے روتا ہے، مصافحہ کرتا ہے، گلے ملتا ہے۔ ان حضرات کا عقیدہ ہے کہ علم و معرفت نقل و روایات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ لوگ بہت متعصب ہوتے ہیں جس چیز کو یہ حق کہیں وہ ہی حق ہے۔ جو ان کا مخالف ہے وہ کافر و زندیق ہے۔ جناب شیخ سلیمان ابن عبدالوہاب — جو محمد بن عبدالوہاب بانی فرقہ وہابیہ کے بھائی ہیں — اپنی کتاب الصواعق الاالیہ کے صفحہ ۲۷ طبع ۱۳۰۶ھ میں فرماتے ہیں: وہابیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں: خدا کی قسم خدا کے بندوں کی صرف یہ خطا ہے کہ نصوص صحیحہ جن لوگوں کے اسلام کے شاہد ہیں اور تمام مسلمانوں نے جنکے اسلام پر اجماع کیا ہے ان کے کافر ہونے پر تمہاری موافقت نہیں کرتے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ آیات و روایات کو ہمیشہ ان کے حرفی دلائلوں پر باقی رکھنا چاہیے چاہے وہ عقل و اصول دین کے مخالف ہوں ان لوگوں کی فردا کمل ہی وہابی حضرات ہیں۔ جناب شیخ محمد عبدہ اپنی کتاب ”الاسلام والنصرانیہ“ کے طبع ہشتم کے ص ۹ پر

فرماتے ہیں: یہ لوگ مقلدین سے زیادہ تنگ نظر اور تنگ دل ہیں۔۔۔۔۔ یہ لوگ صرف اسی چیز کو ماننا واجب سمجھتے ہیں جو لفظ سے مفہوم ہو رہا ہے چاہے وہ اصول دین کے خلاف ہی ہو۔ جناب رشید رضا صاحب نے اس کلام پر حاشیہ لکایا ہے اور کہا ہے کہ ”یہ لوگ“ سے مراد اہل حدیث ہیں اور وہ لوگ ہیں جنکو وہابی کہا جاتا ہے۔

آنے والی فصل میں قاری کو وہابی عقیدہ کی پوری تفصیل ان کی معتبر کتابوں سے معلوم ہوگی جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ لوگ صرف ظاہر پر جمود کرتے ہیں اور ان کے نزدیک تاویل کفر ہے کیونکہ (ان کے خیال خام میں) اس سے خدا و رسول کی تکذیب لازم آتی ہے۔

وہابیوں کا عقیدہ

میں عرض کر چکا کہ فرقہ وہابیہ کا عقیدہ عین فرقہ حشویہ کا عقیدہ ہے، یا کم از کم سب سے زیادہ مشابہ ان لوگوں کا عقیدہ حشویہ سے ہے جو حرفیت الفاظ سے تمسک کرتے ہیں چاہے ہزاروں عقلی دلیلیں اس کے مجاز ہونے پر یا تاویل پر قائم ہوں۔ یہ لوگ مفہوم اسلام کو مضیق کر دیتے ہیں اور مفہوم شرک میں بڑی فراخ دلی سے توسیع کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ توحید کا مفہوم صرف انھیں لوگوں پر صادق آتا ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

شرک و توحید

وہابیوں کے نظریہ کے مطابق سوائے ان کے تمام مسلمانوں نے توحید کی تفسیر میں غلطی کی ہے اور اس کا ایسا مطلب سمجھا ہے جو واقع پر منطبق نہیں ہوتا اور شرک سے خارج نہیں کرتا اور جو کچھ بھی سمجھا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر شعوری طور پر تمام مسلمان مشرک ہیں۔

وہابیوں کے نزدیک صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے اور اس پر عقیدہ رکھنے سے

اور صرف خدا کو رازق و خالق و لا شریک ماننے سے اور یہ عقیدہ رکھنے سے کہ صرف خدا ہی پر
 الامور ہے۔ تمام آسمانوں اور اس کے رہنے والے ساتوں طبقے زمین کے اور ان میں بسنے
 والے سب کے سب خدا کے بندے ہیں اور اس کے زیر تصرف ہیں اس کا عقیدہ رکھنے سے
 کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوتا اور نہ یہ چیزیں انسان کو موحد و مسلمان بناتی ہیں۔ اور جس طرح شہادتین
 آدمی کو مسلمان نہیں بناتیں، اسی طرح کثرت عبادت اور یہ ایمان رکھنا کہ محمد اپنے لئے نفع
 و ضرر کے مالک نہیں ہیں، اس سے بھی آدمی مسلمان نہیں ہو جاتا اور نہ انسان کا یہ کہنا کہ میں
 گنہگار ہوں۔۔۔ انبیاء کا خدا کے نزدیک جاہ و مرتبہ ہے اس لئے ہم ان کو وسیلہ قرار دیتے
 ہیں تاکہ خدا ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ یہ تمام چیزیں اور ان کے علاوہ دیگر امور کسی کو
 اس وقت تک موحد و مسلم نہیں بنا سکتے جب تک وہ چند چیزوں کو ترک نہ کرے۔ ان
 میں اہم چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ کسی نبی یا دلی کو خدا کے بارگاہ میں وسیلہ نہ بنائے اور اگر وسیلہ بنایا اور کہا
 اے خدا میں تیرے رسول محمد کو وسیلہ بناتا ہوں کہ ان کے طفیل میں تو مجھ پر رحم فرما تو وہ
 مشرک ہے (تظہیر الاعتقاد کا پہلا ایڈیشن ص ۳۶، نوحہ در سالہ عملیہ کے ص ۴۵ اور اس کے
 بعد طبع ۱۹۵۷)

۲۔ رسول خدا کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر نہ کرے، نہ ان کی قبر پر ہاتھ پھرائے، نہ
 ہاتھ رکھے، نہ وہاں پر نماز پڑھے، نہ دعا کرے، نہ قبر پر کوئی عمارت بنائے، نہ سجد بنائے، نہ
 ان کے لئے نذر کرے (تظہیر الاعتقاد ص ۳، ۴، نقص المنطق ص ۱۵، طبع ۱۹۵۱، فتح المجید ص ۲۳۹، طبع
 ۱۹۵۷، اقتضار الصراط المستقیم مخالفتہ اہل المجہم ص ۲۴۸، طبع ۱۹۵۰ اور اسی کتاب کے ص ۴۴ پر ہے)

۱۔ ملاحظہ ہو ۱۔ رسالہ توحید ۲۔ رسالہ ہذہ اربع قواعد ۳۔ رسالہ کشف الشبہات ۴۔ فتح

المجید ۵۔ تظہیر الاعتقاد اور ان کے علاوہ دیگر کتابیں۔

چاہے نمازی خدا ہی کے لئے نماز پڑھے اور اسی سے دعا کرے پھر بھی شرک ہے)۔
 ۳۔ رسول خدا سے شفاعت نہ طلب کرے کیونکہ اگرچہ خدا نے محمد کو اور دیگر انبیاء کو حق شفاعت عطا کیا ہے مگر اس کو مانگنے سے ممانعت کی ہے اور جو شخص محمد سے طلب شفاعت کرے اس نے بتوں سے شفاعت طلب کی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے الراسائل العملیہ السع ص ۱۱۴۔

آپ نے اس منطق کو ملاحظہ فرمایا کہ جو شخص رسول کی خدا سے مقرب ہونے کی وجہ سے تعظیم کرے وہ مشرک و کافر ہے اور جو رسول کو بتوں کی مانند قرار دے وہ مومن و موحد ہے حالانکہ رسول نے بتوں کو توڑا تھا۔

۴۔ کبھی رسول خدا کی قسم نہ کھائے نہ ان کو پکارے نہ ان کو سیدنا کہے مثلاً بحق محمد اور یا محمد اور سیدنا محمد کہنا بلکہ رسول یا کسی دوسری مخلوق کی قسم کھانا بہت بڑا شرک ہے جو خلود فی النار کا سبب ہے۔ محمد عبد الوہاب کے پوتے اپنی کتاب فتح المجید شرح کتاب التوحید کے ص ۴۱۴ طبقہ ۱۹۵۶ پر فرماتے ہیں: ابن سعود نے فرمایا کہ خدا کی جھوٹی قسم کھانا میرے نزدیک غیر خدا کی سچی قسم کھانے سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ خدا کی جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن غیر خدا کی قسم کھانا شرک ہے جو اکبر الکبائر ہے تو جب مشرک اصغر کا یہ حال ہے تو پھر شرک اکبر کا کیا عالم ہوگا جو خلود فی النار کا سبب ہے۔

۱۔ سامان کہہ سکتا ہے اے خدا محمد کو میرا شفیع بنا لیکن یہ نہیں کہہ سکتا اے محمد خدا

سے میری شفاعت فرمائیے (منشور عبد العزیز ۱۹۴۳ء)

۲۔ غیر خدا کی قسم کھانا جائز نہیں ہے لیکن پھر بھی کہتے ہیں: اگر انسان اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھالے تو سہی ہے اور زوجہ کو طلاق ہو جائے گی البتہ وہابی لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہی غیر عبادت میں فساد پر دلالت نہیں کرتی۔

سید امین صاحب اپنی کتاب کشف الاریاب کے دوسرے ایڈیشن کے صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں: خلاصۃ الکلام کے صفحہ ۲۳ پر ہے: محمد ابن عبد الوہاب رسول خدا کو طارش (بہرا) کہا کرتا تھا۔ اور اس کے بعض پیرو کہا کرتے تھے کہ میری چھڑی محمد سے بہتر ہے کیونکہ چھڑی سے سانپ کو مارا جاسکتا ہے اور محمد تو مر چکے ان سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کیا جاسکتا۔ وہ تو ایک بہرے آدمی تھے جو ختم ہو گئے۔

دیکھا آپ نے یہ وہ کلام ہے جس سے عرش الہی کانپ اٹھے۔ آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اگر چھڑی رسول خدا سے بہتر ہے تو پھر انکی اطاعت ان کی محبت ان پر ایمان لانا کیوں واجب ہے؟ پیچگانہ نمازوں میں ان پر درود و سلام کیوں واجب ہے؟ منبروں پر ماذنوں پر خدا کے نام کے ساتھ ان کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟ ہر علم و فن میں ان کے قول سے کیوں استدلال کیا جاتا ہے؟ بلکہ پھر خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہے لئومنوا باللہ ورسولہ و لغر وہ و لغر وہ الخ یعنی تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اس کے رسول کی مدد کرو اس کی تعظیم کرو، صبح و شام ان پر درود و سلام بھیجو؟ یا ارشاد ہے ان الذین یبايعونک انما یبايعون اللہ الخ اسے رسول جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ ہے جو شخص بیعت کو توڑے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا اور جو عہد الہی پر پابند و فارہے گا اس کو اجر عظیم ملے گا (س الفتح ۹، ۱۰) اسی طرح اس خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہے؟ خدا اور اس کے ملائکہ رسول پر درود بھیجتے ہیں اسے ایمان دالو تم بھی درود و سلام بھیجو (احزاب ۵۶)

۵۔ کوئی عمل دنیا کے لئے نہ کرے مثلاً مدح و ثنا کرنا فتح المجید ص ۳۴۲ و ما بعد

۶۔ فال کا قائل نہ ہو فتح المجید ص ۳۰۵ و ما بعد

”اس قسم کے امور کا توحید کے مفہوم سے بہت قریبی تعلق ہے اور جو ان امور کا ارتکاب کرے گا وہ مشرک ہے اس کا خون حلال ہے اس کا مال اس کی اولاد کا خون حلال ہے خواہ وہ

ان امور کا ارتکاب ان کی حرمت کو جانتے ہوئے کرے یا جہالتاً اور اشتباہاً کرے کیونکہ ان کا ارتکاب تکذیب رسول تک منجر ہوتا ہے چاہے کرنے والے نے منکر سمجھ کر نہ کیا ہو (الرسائل العلمیۃ التسع ص ۹)

آپ نے دیکھا کہ نبی کی زیارت نہ کرنا اور رسول سے شفاعت طلب نہ کرنا توحید کی شرط ہے لیکن نفسِ محترمہ کا قتل کرنا، زنا، سونے چاندی کا جمع کرنا ان کے نزدیک توحید و ایمان کے منافی نہیں ہے۔ بہر حال ہم نے جو ذکر کیا ہے اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہابی حضرات توحید و اسلام کو کیا سمجھتے ہیں اور یہ لوگ انسانیت کے کتنے دشمن ہیں۔ حد یہ ہے کہ یہ لوگ رسالتِ محمد کے بھی مخالف ہیں حالانکہ رسول کی رسالت بشریت کی طرف محبت و رحمت کی نظر رکھتی ہے ہر زمانہ اور ہر نسل کے لئے ہر قریب و بعید کے لئے اس میں وسعت ہے۔

دہابیت یا تلوار

دہابیوں کا واحد شعار اور پہلا اصول (یا دہابیت یا تلوار) ہے۔ جو دہابی عقیدہ قبول کرے وہ محفوظ اور جو نہ قبول کرے اس کا خون مباح، اس کے بچے قابل قتل، اس کا مال لوٹ لئے جانے کے قابل۔ ہر وہابی غیر وہابی کو کسی نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ کافر ہے، اس کا مال، اس کی جان مباح ہے۔

محمد بن عبد الوہاب کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب الصواعق والہیۃ طبع ۱۳۰۶ھ کے صفحہ ۲۷، ۲۹ پر رقمطراز ہیں دہابیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: تم لوگ تھوڑے سے کفر پر لوگوں کو کافر بنا دیتے ہو بلکہ جس بات کے لئے تم کو گمان ہوتا ہے کہ یہ کفر ہے اس پر لوگوں کو کافر قرار دے دیتے ہو بلکہ صریحی مسلمان کو تم لوگ کافر بنا دیتے ہو بلکہ جس کو تم کافر سمجھتے ہو اس کو کافر سمجھنے میں اگر کوئی توقف کرے تو تم اس کو بھی کافر قرار دے دیتے

وہا بیت کے سلسلہ میں جو کچھ بھی کہا گیا ہے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے آئیے
ان کی کتابوں کو دیکھیں اور جنکو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے اس کا مطالعہ کریں۔ وہابی
مذہب کے بانی محمد بن عبدالوہاب اپنے رسالہ "دکشف الثبہات" جو ان کے الرسائل العلمیہ
النفع کے ساتھ چھپا ہے کے ص ۱۲۳ طبع ۱۹۵۰ء پر کہتے ہیں: کلمہ توحید اور کثرت عبادت اور دعوائے
اسلام ان کو (یعنی مسلمانوں کو) اس لئے فائدہ نہیں پہنچا سکتے کہ ان سے شریعت کی مخالفت
ظاہر ہو چکی ہے۔ مسلمانوں سے اخوت و محبت و رحم کا برتاؤ اسی طرح کیا جاتا ہے! اے
شیخ! خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے اسلامی درگزر کی شاندار مثال قائم فرمائی ہے! ہم کو تو یہ خیال
ہونے لگا تھا کہ ماورسناک الارحمة للعالمین کی آیت آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی
ہے! استغفر اللہ

ص ۱۱۰ پر فرماتے ہیں: اگر یہ لوگ کہیں کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ ہم کو اہی دیتے ہیں کہ
خدا اے وحدہ لا شریک لہ کے علاوہ نہ کوئی خالق ہے نہ رازق ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان
پہنچا سکتا ہے اور اس کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد خدا کے رسول ہیں وہ اپنے کو نہ نفع پہنچا سکتے
ہیں نہ نقصان۔ لیکن صالحین کا خدا کے نزدیک جاہ و مرتبہ ہے اس لئے ہم ان کے ذریعہ سے
خدا سے طلب کرتے ہیں۔ تو تم ان لوگوں کو جواب دو کہ رسول خدا نے جن لوگوں سے قتال
فرمایا ہے وہ لوگ بھی ان تمام باتوں کا اقرار کرتے تھے۔ وہ اس کا اقرار کرتے تھے کہ ان کے
بت مدبر الامور نہیں ہیں، وہ تو صرف خدا کے نزدیک جاہ و مرتبہ رکھتے ہیں، اس لئے ہم ان سے
سوال کرتے ہیں۔

کیا سمجھے آپ؟ یعنی جو محمد سے شفاعت کرے وہ ایسا ہی ہے کہ بت سے شفاعت
طلب کرے! یہ ہے تحقیق دقیق اور اس کو کہتے ہیں ایمان عمیق! سبحان اللہ

موصوف ہی ص ۱۱۴ اور ۱۱۸ پر فرماتے ہیں! اگر یہ مسلمان کہیں کہ ہم شہادتین کے
قائل ہیں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔ بعثت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نماز روزہ کے پابند ہیں پھر

ہم کو بت پرستوں کی طرح کیوں قرار دیتے ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رسول خدا کی تصدیق کسی چیز میں کرے اور کسی چیز میں تکذیب کرے تو وہ کافر ہے، اسلام سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ انتہا ہے!

یہ محمد عبد الوہاب صاحب اس طرح جس کو چاہتے ہیں کفر میں داخل کر دیتے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں گویا کہ خدا نے بندوں کا ایمان و عقیدہ انھیں کے سپرد فرما دیا ہے۔ عقیدہ و ایمان کا تعلق لوگوں کے عقول و قلوب سے نہیں ہے!۔۔۔ اور موصوف نے یہ جو فرمایا ہے کہ ”اگر کوئی محمد کی تصدیق کسی چیز میں کرے اور کسی میں تکذیب کرے تو وہ کافر ہے“ تو اس عبارت کا مطلب میں نہیں سمجھا کیونکہ جو شخص محمد کی رسالت کی تصدیق کرے گا وہ ہر بات میں ان کی تصدیق کرے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ بعض میں تصدیق کرے اور بعض میں تکذیب۔ ان سے زیادہ تو اس حقیقت کو قریش کے مشرک سمجھتے تھے کیونکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب یہ لکھا گیا ”ہذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ“ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے مصالحت کی ہے تو مشرکین نے فوراً اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو خدا کا رسول ملتے ہوتے تو جنگ کیوں کرتے؟ اس بات کو کفار سمجھ گئے کہ اگر رسالت کی تصدیق کرتے تو سب ہی باتوں کی تصدیق کرتے مگر محمد عبد الوہاب صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ کیوں؟ اس لئے وہ خود ہی بعض باتوں پر ایمان لائے ہیں اور بعض باتوں کے کافر ہیں!

اسی طرح کتاب تطہیر الاعتقاد کے ص ۳۵، ۳۶ پر ہے: ان لوگوں سے توبہ کرانا واجب ہے اور توحید یعنی وہابیت — کی طرف ان کو پلٹانا واجب ہے۔ اب اگر کوئی تائب ہو کر رجوع کر لیتا ہے تو اس کا خون، اولاد، اموال سب محفوظ ہیں۔ اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو ان کے ساتھ وہ فعل مباح ہے جو رسول نے مشرکین کے ساتھ مباح رکھا تھا یعنی قتل۔

کتاب فتح المجید کے ص ۲۹۱ پر ہے: خوارج اور قدریہ میں سے جو لوگ توبہ نہ کریں

اور دشمنی پر کمر باندھے رہیں، ان کو قتل کر دینا چاہیے۔ ان وہابیوں کی باتیں بھی عجیب ہیں یہ لوگ خون بہانا اس طرح جائز سمجھتے ہیں جیسے شربت کا گھونٹنا اور فرماتے ہیں کہ جو بھی اصرار کرے خدا نے اس کا خون اس کا مال اس کی ذریت مباح کر دی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کیا اسی کو زید و تقویٰ کہتے ہیں؟ کیا یہی فہم و ادراک ہے؟ کیا اسی کا نام محبت و درگزر ہے یا عام انسانوں سے کینہ رکھنے اور خصوصاً مسلمانوں سے دشمنی کا یہ فطری نتیجہ ہے یا ان لوگوں کی حقیقت و طبیعت انسانوں سے الگ تھلگ ہے۔ اسی کتاب کے ص ۲۰، ۲۱ پر فرماتے ہیں: اگر کافر لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اس کا خون و مال محفوظ ہے جب تک اسکے برخلاف ثابت نہ ہو جائے۔ لیکن مسلمانوں کو لا الہ الا اللہ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا جیسے خوارج کو کثرت عبادت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ پس اس سے ثابت ہوگا کہ محض کلمہ توحید کا کہنا قائل کے مشرک ہونے سے نہیں روکتا کیونکہ وہ اس کے خلاف کا ارتکاب کرتا ہے۔ آپ نے یہ عجیب و غریب منطق ملاحظہ فرمائی کہ کلمہ توحید کافر کے لئے نفع بخش ہے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو جائے۔ لیکن مسلمان کے لئے کسی بھی طرح مفید نہیں ہے۔ ہاں مسلمان کے لئے یہ بات بہت مفید ہے کہ خدا کی شان میں جسارت کرے اور محمدؐ کی قبر کی توہین کرے۔ مسلمان کو فائدہ آل رسولؐ کی قبروں کے مسما کرنے سے، رسولؐ کو چھڑی اور بتوں سے تشبیہ دینے سے، خون کو مباح قرار دینے سے، عورتوں کو گرفتار کرنے سے، اموال کو لوٹنے سے، خوف کے پھیلانے سے، دین و ایمان کے نام سے زمین پر فساد برپا کرنے سے پہنچ سکتا ہے! خدا کا ارشاد ہے: اگر خدا لوگوں کے گناہوں پر مواخذہ شروع کر دیتا تو روئے زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہتا۔ لیکن وہابی حضرات فرماتے ہیں: ان کا خون مباح ہے ان کی ذریت کو غلام و کینز بنانا جائز ہے۔ ان کے اموال کا لوٹنا جائز ہے۔

اب اس کے بعد بھی کیا کسی دلیل کی ضرورت باقی ہے کہ وہابیوں کا بنیادی اصول اور ان کا شعار ”وہابیت یا قتل و غارت“ ہے۔ مردوں، عورتوں، بچوں کا قتل اور اموال کو لوٹنا ہے!

کیونست حضرات کہتے ہیں: جاہل محنت کش معاشرہ کے لئے دین آسمانی تعویذ ہے آدمی اس سے اپنی بدنیتی کی حفاظت کرتا ہے اور آسمانی وحی کا سہارا لے کر شر و فساد کرتا ہے کیونستوں کا یہ قول صرف وہابی عقیدہ پر منطبق ہوتا ہے۔

آزادی عقیدہ

وہابی عقیدہ ہر انسان کو خصوصاً مسلمانوں کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی رائے کو چھوڑ کر ان کی رائے کو اختیار کر لیں اور اپنی کوشش کو ان کی سمجھ کے حوالے کر دیں ورنہ ان کا خون مباح ہے اور اس کا مال حلال ہے اور اس کے اہل و عیال کا خون مباح ہے۔ اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کے سلسلہ میں قانون نمبر ۱۸ میں وضاحت کر دی ہے ”ہر انسان اپنے دین و عقیدہ میں آزاد ہے اور قولاً و عملاً اپنے دین و عقیدہ کا اظہار کر سکتا ہے“ اقوام متحدہ اس حق کا اقرار کرے یا انکار آزادی انسان کی انسانیت کا لازمہ ہے اور اس کا فطری حق ہے۔ کسی انسان کو آزادی سے محروم کر دینے کا مطلب اس کو اس کی زندگی اور وجود سے محروم کر دینا ہے۔ اسی لئے اسلام انسان کی آزادی کا حریص ہے اور اس نے کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ جو چیز کسی کے عقل و قلب میں نہ آئے اس پر اس کو کسی بھی طرح سے مجبور کیا جائے۔

اور اسی لئے آزادی فکر اور استقلال نظر کی دعوت دی ہے چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے: آسمان اور زمین کیا ہے اس کے بارے میں غور کرو... خود تمہارے اندر جو علامتیں ہیں ان کے بارے میں کیوں فکر نہیں کرتے... اے رسول ان سے کہہ دیجئے زمین میں میر کریں پھر دیکھیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا ہے... دین کے بارے میں کسی قسم کا جبر نہیں ہے... اے رسول تم کو لوگوں پر کو تو ال نہیں بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دسیوں آیات ہیں۔ سب سے زیادہ واضح اور صریح بات یہی ہے کہ اسلام کی بنیاد غورو

فکر پر ہے تقلیدی نہیں ہے۔ اسلام کی دعوت عقل و فطرت کی بنیاد پر ہے نیزہ و تلوار کے زور سے اسلام کی طرف دعوت نہیں دی گئی۔ لاکراہ فی الدین یہی حق ہے یہی انصاف ہے اور یہی عقل و وجدان کا تقاضا بھی ہے۔ جب تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ کوئی تم کو اپنے دین پر مجبور کرے تو تم کیسے کسی کو اپنے دین پر مجبور کر سکتے ہو؟

انتہا یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: اگر تمہارا رب چاہتا تو یہ لوگ یہ نہیں کر سکتے تھے لہذا ان کو ان کی افتراء کی حالت میں چھوڑ دو (سورۃ انعام آیت ۱۱۲) اگر ہم اس آیت کو لاکراہ فی الدین اور لست علیہم بمصیطر اور فائلو فی سبیل اللہ الذین یفانلونکم پر عطف کریں اور اسی قسم کی دیگر آیات کو بعض کو بعض سے ملائیں تو معلوم ہوگا کہ رسول خدا کے اس قول: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ کلمہ توحید نہ جاری کریں میں ان سے جنگ کرتا رہوں۔ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ سے جنگ کریں اور زمین میں فساد برپا کریں رسول ان سے جنگ پر مامور تھے۔ سورہ بقرہ کی ۱۹۳ دین اسی مطلب کی تائید کرتی ہے: ان سے جنگ کرو تا کہ فتنہ نہ ہو۔ بلکہ قرآن نے مسلمانوں کو اس کی اجازت دی ہے کہ جو ان سے دین میں جھگڑا نہ کرے اور ان کی جان و مال پر ظلم نہ کرے اس کے ساتھ احسان کریں اور اس کا احترام کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے: جو لوگ تم سے دین میں نہ جھگڑیں اور تم کو تمہارے گھروں سے نہ نکالیں خدا ان کے ساتھ انصاف کرنے اور ان پر احسان کرنے سے تم کو نہیں روکتا خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مشک

اگر کوئی شخص خدا کا شریک قرار دیتا ہو اور اس عنوان سے ہو کہ اگر اس سے لا الہ الا اللہ کہا جائے تو بھاگ کھڑا ہو اور مستکبر ہو تو اس کے مشرک ہونے میں کوئی کلام نہیں اور یہ بہت

ہی واضح سی بات ہوگی جیسا کہ سورہ الصافات کی آیت ۲۵ میں ہے: ان لوگوں سے جب لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو تکبر کرتے ہیں اور سورہ ص کی پانچویں آیت میں ہے کہ: کیا انھوں نے (رسولؐ) نے تمام خداؤں کو (ختم کر کے) ایک خدا نہیں بنا دیا یہ تو بہت تعجب کی بات ہے۔ ”مسلمان کافر“ کی بحث میں ہم نے بعض احادیث کا ذکر کیا ہے اس لئے اب ان کو نہیں دہرائیں گے۔

اب آپ ہی سوچئے کہ کفر و شرک کے اندر حرز و تعویذ، جھاڑ پھونک، گنڈا، تفال، قبروں کی زیارت اور ان کے پاس نماز پڑھنی، قبروں پر ہاتھ پھیرنا، قبروں پر مساجد و مقبرہ بنانا، غیر خدا کی قسم کھانا اور اس قسم کی دوسری چیزیں کہاں سے شامل ہو گئیں کہ ان کی بنا پر دہابیوں نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا!؟

چلئے اگر ہم ان چیزوں کو حرام بھی مان لیں تو یہ ان فرعی چیزوں میں سے ہیں جن کا نہ دور سے نہ قریب سے کوئی تعلق توحید سے ہے اور نہ ہی اصول سے ہے۔ اور ان چیزوں کے بجالانے سے نہ کفر لازم آتا ہے، نہ آدمی مرتد ہوتا ہے بلکہ ان کی وجہ سے کوئی حد بھی واجب نہیں ہوتی اور اگر ان چیزوں سے کفر لازم آتا ہے تو روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہے۔

اب ہم یہی سوالات دہابیوں سے کرتے ہیں: آپ لوگوں نے قبروں پر تعمیر، قبروں پر ہاتھ پھیرنا، قبروں کے ارد گرد پھیرنا، قبروں کے پاس نماز پڑھنا سب ہی کو شرک قرار دے دیا بلکہ اگر کسی نے جن لوگوں کو آپ نے کافر قرار دیا ہے ان کے کفر میں توقف کیا یا شک کیا تو آپ اس کو بھی کافر کہتے ہیں خواہ اس نے منکر کا ارتکاب عمداً نہ کیا ہو بلکہ احتیاطاً توقف کیا ہو۔۔۔۔ اور وجوب انہدام قبور کے سلسلہ میں آپ حضرات نے ایک قبر کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔ یہاں تک کہ قبر رسولؐ اعظم کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے تو پھر ذرا مجھے بتائیے کہ آپ حضرات نے بقیع میں ائمہ اطہار کی قبروں کو تو مہار کر دیا پیغمبرؐ اسلام کی قبر کو کیوں

نہیں سمار کیا؟ یہ اصلاح کے آدھے راستہ میں آپ لوگ کیوں ٹھہر گئے؟ محمد ابن عبدالوہاب کے پوتے فتح المجید کے ص ۲۴۲ پر فرماتے ہیں: قبورِ انبیاء پر لوگوں کا ٹھہرنا بہت بڑا گناہ ہے اور ان پر مسجدوں کا تعمیر کرنا اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ آپ کے اس فتویٰ کی بنا پر سب سے پہلے رسول خدا کی قبر مبارک کو منہدم کرنا واجب تھا کیونکہ رسول اصل ہیں اور اہلبیت تو ان کی فرع ہیں؟ پھر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ تم لوگ رسول خدا کی قبر کو چھونے سے منع کرتے ہو قبر مبارک کے ارد گرد پولیس کی دیوار کھڑی کر دیتے، ہو اور لوگوں کو قبر مبارک سے قریب ہونے سے روکتے ہو لیکن اس کے ارد گرد طواف کرنے کی آزادی دیتے ہو حالانکہ قبر مبارک کا چھونا اور اس کا طواف کرنا دونوں تمہارے نزدیک حرام ہیں بلکہ طواف تو زیادہ حرام ہے پھر یہ دونوں چیزوں کا حکم عملاً الگ الگ کیوں ہے؟ اس کے علاوہ موجودہ مسجد رسول اکرم، حضرت ابو بکر و عمر کے قبر پر بنی ہے یا کم از کم مسجد کا ایک جز ان حضرات کی قبر پر قائم ہے۔ کیونکہ ولید ابن عبدالملک نے رسول خدا کے زمانہ والی مسجد کو گرا کر آحضرت کی بیویوں کے مکانوں کو مسجد میں داخل کر لیا تھا اور انھیں مکانوں میں حضرت عائشہ کا مکان بھی ہے جس میں یہ تینوں قبریں تھیں۔ لہذا اس وقت کی مسجد کے اندر یہ تینوں قبریں آگئیں ہیں۔ اور موجودہ مسجد کا وہ حصہ جس میں یہ قبریں ہیں یہ اصلی مسجد رسول کا جز نہیں ہیں کیونکہ یہ اضافہ تو بعد میں کیا گیا ہے۔ اور آپ کے مذہب کی بنا پر اتنے چھٹے کا گرنا واجب ہے۔ پھر آپ لوگ اس وقت کی موجودہ مسجد میں پڑی مسجد کے اندر نماز جماعت کیوں پڑھتے ہیں؟ میری مراد یہ ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو وہابی پیش نماز کی اقتدار میں نماز پڑھتے ہیں وہ اس جگہ کھڑے ہو کر اقتدار کرتے ہیں اور آپ کے ائمہ نے حکم دیا ہے کہ اس مسجد میں نماز جائز نہیں ہے جو کسی قبر پر بنائی گئی ہو کیونکہ یہ بات شرک تک پہنچاتی ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب اقتضار الصراط المستقیم کے صفحہ ۲۰۴ پر کہا ہے: بلکہ واجب نماز اس مسجد میں جائز نہیں ہے جو قبروں کے

درمیان بنائی گئی ہو نہ کہ قبروں پر بنائی گئی ہو۔ کیونکہ وہ تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہے۔
 جیسا کہ محمد ابن عبدالوہاب کے پوتے نے اپنی کتاب فتح المجید کے صفحہ ۷۴۲ پر کہا ہے: اس
 مسجد کے اندر نماز جائز نہیں ہے جو قبروں کے درمیان بنائی گئی ہو۔ تو پھر آپ لوگوں
 نے کس طرح اپنے ماموین کی نماز جائز قرار دے دی جو مسجد یا جزیر مسجد کے اندر ہوتی
 ہے اور مسجد میں تینوں قبریں موجود ہیں؟ حالانکہ آپ کی بنا پر تو یہ شرک تک پہنچانے والی
 چیز ہے۔

اس جزیر میں۔ جس کے اندر تینوں قبریں ہیں۔ تم لوگ جو نماز پڑھتے ہو یا نماز
 پڑھنے پر راضی ہو بلکہ اس جزیر میں نماز پڑھنے والوں کے امام ہو یہ کیونکر جائز ہے؟ کیا اس
 کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کا شمار ان لوگوں میں ہے جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں
 اور تم لوگ جس کو منکر کہتے ہو اسی کا ارتکاب کرتے ہو اور دوسروں کو ایسا کرنے پر کافر گردانتے
 ہو۔

دہابیوں کی منطق کی بنا پر سب کچھ جائز ہے۔ اساطین امت کو کافر بنا دینا، نوابغ امت
 کے درمیان پھوٹ ڈالنا، وحدتِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنا، یہ سب جائز ہے۔

ایک اور سوال اے دہابیو! یہ استفہاماً سوال ہے اور اس لئے ہے کہ تم
 لوگ اپنی آزار کے اندر تقارن و توازن پیدا کرو اور وہ یہ ہے: کیا قبروں کی تعمیر اور ان پر
 سجدوں کا بنانا خدا کے نزدیک زیادہ گناہ ہے یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والوں کو کافر
 قرار دینا ان کی جان و مال کو مباح قرار دینا؟

سنو! مسلمان جو رسول مقبول کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کو خدا سے قربت کے لئے
 وسیلہ بناتے ہیں اور ان سے طلبِ شفاعت کرتے ہیں یہ اس اعتبار سے ہے کہ آنحضرتؐ
 کو مسلمان ذریعہ و وسیلہ سمجھتے ہیں غایت و مقصد نہیں سمجھتے ان کو راستہ خیال کرتے ہیں
 ہدف نہیں خیال کرتے۔ اس طرح 'اس خدا پر ایمان لانے میں جو مخلوق کہ پیدا کرنے والا اور

دوبارہ اپنی طرف پلٹانے والا ہے اور اس نبی پر ایمان لانے میں جو مقرب ہے شفیع و شفیع ہے تو اذن و تعادل پیدا ہو جاتا ہے۔

قبور ائمہ کے پاس شیعوں کی مناجات

اگر وہابیوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ شیعہ اپنے ائمہ کی قبروں کے پاس کون سی دعائیں پڑھتے ہیں تو ان کو پتہ چلے کہ یہ لوگ جو قبروں کی زیارت میں پڑھتے ہیں واقعی اور حقیقی توحید وہی ہے۔ اور اگر یہ لوگ ان آوازوں کو سن لیں اور ان کلمات کو یاد کر لیں جو حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کی قبروں کے پاس دہرائے جاتے ہیں تو ان کو یقین ہو جائے کہ حقیقی تزییہ من الشکر یہی ہے اور ایمان باللہ اسی کو کہتے ہیں۔ میں مشتے نمونہ از خردارے کے طور پر بعض کلمات کا ذکر کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

قبور ائمہ کے پاس صبح و شام اور دیگر مقامات پر بھی صحیفہ سجادیہ کی جو دعائیں شیعہ پڑھتے ہیں: خدایا جس نے اپنی حاجت برآری کا ارادہ تجھ سے کیا اس نے اپنی حاجت کو صحیح جگہ سے طلب کیا اور اپنے مطلوب کو درست طریقہ سے چاہا۔ اور جس نے اپنی حاجت تیرے علاوہ تیری مخلوق میں سے کسی سے طلب کیا یا کامیابی کو تیرے علاوہ کسی اور سے چاہا وہ محروم رہا اور تیرے عدم احسان کا مستحق ہو گیا۔

ایک دوسری دعا میں ہے: پروردگار جو تیرے علاوہ کسی اور سے طمع نہ رکھے وہ کبھی مایوس نہ ہوگا اور جو تیرے علاوہ کسی اور سے طلب استغنا نہ کرے وہ کبھی ذلیل نہ ہوگا۔

تیسری دعا کے جملے یہ ہیں: معبود اگر تو نے ہم سے منہ موڑ لیا یا اپنے عظیم فضل و کرم کو ہم سے رد کر دیا یا اپنے رزق سے ہم کو محروم کر دیا یا ہم سے اپنے اسباب کا رشتہ توڑ لیا تو ہمارے پاس کوئی راستہ اس کے علاوہ نہیں ہے کہ اپنی امیدوں کو تجھ ہی سے

والبتہ رکھیں، میں دوسروں کی بدد سے ان چیزوں کو حاصل نہیں کر سکتا جو تیرے پاس ہیں۔
 چوتھی دعا کے بعض فقرے یہ ہیں: کردگار تیرے غیر سے سوال کرنے والے (ہمیشہ)
 محروم رہے تیرے دربار کے علاوہ بھکاری گھائے میں رہے۔ تجھ سے ناوا بستہ رہنے
 والے برباد ہو گئے۔ تیرے فضل کے علاوہ چارہ و پانی کے متلاشی قحط زدہ ہی رہے۔
 پانچویں دعا کے بعض کٹرے: بزرگ و برتر، بلند و با برکت صرف تیری ذات ہے
 تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں! میں تیرے رسولوں کی تصدیق کرتا ہوں، تیری کتاب پر ایمان
 لایا ہوں، تیرے علاوہ ہر معبود کا منکر ہوں، تیرے علاوہ جو کسی اور کی عبادت کرتے ہیں میں
 ان سے براہت کرتا ہوں۔

اسی قسم کی غیر محدود عبارتیں ہیں جو خدا کو ہر شبیہ سے پاک و پاکیزہ قرار دیتی ہیں۔
 بھلا وہابیوں کی عبادت اور مسلمانوں کو کافر بنانے والوں کی توحید اس انقطاع الی اللہ، زہد،
 تنزید، پاک و پاکیزہ عبادت، کا مقابلہ کیا کر پائے گی؟ ایسی دعائیں وہی کر سکتا ہے جس کی عقل
 بے پناہ ہو، جس کا قلب صاف ہو، جس کے گوشت و پوست و خون میں توحید پرچ بس
 گئی ہو، کیا یہ پاک و پاکیزہ کلام اس نفس سے سرزد ہو سکتا ہے جس میں واحد احد کے علاوہ کسی
 اور کا بھی شائبہ موجود ہو؟ کیا کوئی ایسی عبادت ملے گی جس نے اس طرح علی اعلیٰ کو اپنا ہدف و
 مقصد بنایا ہو؟ کیا ایسی عبادت و ایسی مناجات کرنے والوں پر ”افضاء الصراط المستقیم“
 ص ۳۹۱ میں ابن تیمیہ کا یہ قول منطبق ہو سکتا ہے کہ رافضی حضرات سب سے زیادہ توحید سے
 دور ہیں! اور کیا محمد بن عبدالوہاب کا قول کتاب التوحید اور اس کی شرح فتح المجید کے
 ص ۲۴۲ پر: رافضیوں کی وجہ سے شرک پیدا ہوا ہے! شیعوں پر منطبق ہو سکتا ہے؟
 اور کیا شیعوں کے بارے میں صنعانی کی کتاب تطہیر الاعتقاد ص ۳۱ میں کہنا: یہ لوگ
 مردوں سے وہ چیزیں مانگتے ہیں جو صرف خدا سے مانگی جاسکتی ہیں! درست ہو سکتا
 ہے؟

شیعہ ائمہ بقیع کی زیارت اسی مناجات کو پڑھنے کے لئے کرتے ہیں جس کو امام زین العابدینؑ نے خدائے قدیر سے مناجات کے وقت اپنی زبان مبارک سے جاری فرمایا تھا۔ حضرت علیؑ کی زیارت اس لئے کرتے ہیں تاکہ ان کے قلوب مولد کے اس قول سے بھر جائیں: ان کے دلوں میں خالق کی عظمت ہے اسلئے خدا کے علاوہ ہر چیز ان کی نظروں میں چھوٹی و حقیر ہے! امام حسینؑ کی زیارت صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ انقطاع الی اللہ پیدا ہو اور مال و جاہ و حطام دنیا سے اعراض کر سکیں اور خدا کو امام حسینؑ کے جملہ سے مخاطب کر سکیں امام حسینؑ فرماتے ہیں: معبود جس نے تجھے کھو دیا اس کو کیا ملا؟ اور جس نے تجھ کو پایا بھلا اس نے کیا گم کیا۔

آپ ہی بتائیے اس سے وہ شرک کہاں لازم آتا ہے؟ جس کو یہ دہا بی حضرات فرمایا کرتے ہیں! ہرگز نہیں، رسولؐ و آل رسولؑ کی قبروں کی زیارت ہرگز ہرگز شرک نہیں ہے۔ شرک تو وہ ہے جس کو صنعانی نے اپنی کتاب تطہیر الاعتقاد کے آخر میں کہا ہے: سحر و جادو ایک قطعی و یقینی چیز ہے، افعال میں اس کا عظیم اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں ایک شخص تھا جو اپنے بیٹے کے ہر ہر عضو کو الگ الگ کر دیتا تھا۔ اور ہر عضو کو الگ الگ سمتوں میں پھینک دیتا تھا پھر ان اعضا کو اکٹھا کر کے اپنے بیٹے کو زندہ کر دیتا تھا۔ اسی طرح عراق میں ایک شخص تھا جو انسان کے جسم سے اس کا سر کاٹ کر الگ کر دیتا تھا اور پھر اس کو جوڑ کر آدمی کو زندہ کر دیتا تھا۔ اسی طرح قدیم زمانہ میں ایک عورت تھی جو گیہوں کو زمین میں ڈال دیتی تھی اور کہتی تھی اگ جا تو وہ اگ جاتا تھا پھر کہتی تھی سوکھ جا تو سوکھ جاتا تھا پھر کہتی تھی آٹا ہو جا تو وہ آٹا ہو جاتا تھا۔ پھر کہتی تھی روٹی ہو جا تو وہ روٹی ہو جاتا تھا۔ خلاصہ وہ جو بھی چاہتی تھی وہی ہو جاتا تھا۔

۱: جب میں نے مکہ مکرمہ میں وہابیوں کے قاضی القضاة سلیمان بن عبید سے ملاقات کر کے کہا کہ میں آپ کے عقائد کے بارے میں کتاب لکھنا چاہتا ہوں لہذا مجھے اپنے مذہب کی معتبر کتابوں کی نشاندہی فرمائیے تو انھوں نے جن کتابوں کو گنایا اس میں صنعانی کی تطہیر الاعتقاد بھی تھی لہذا یہ ان کے لئے حجت ہے۔ مولف

دہابیوں کا عقیدہ ہے کہ شعبدہ باز منافق جادو گر اگر کسی چیز کے لئے کہے کہ ہو جا تو وہ شے ہو جاتی ہے جیسے کہ خدا کسی شے کے لئے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ شے ہو جاتی ہے لیکن اس عقیدہ کے باوجود یہ حضرات مومن و موحد ہیں اور جو رسول و آل رسول کی قبروں کی زیارت کر کے خدا سے قربت چاہتے ہیں وہ مشرک ہیں۔

ایک بات یہ بھی ہے: واقعی توحید اور عبادت میں واقعی اخلاص وہیں پایا جاتا ہے جہاں عدالت اجتماعیہ پائی جاتی ہو۔ اور جہاں انسان اپنے انسان بھائی کی مدد کرتا ہو، جو دوسرے کے لئے پسند کرتا ہو وہی اپنے لئے پسند کرتا ہو لیکن جہاں خود تو عیش و عشرت میں ہو اور برادر مومن شقاوت و بد بختی میں گھرا ہو وہاں نہ توحید ہے نہ اسلام نہ ایمان بلکہ صرف ریا کاری ہے نفاق ہے فساد و ضلال ہے۔

دوسری بات سعودیوں نے آل رسول کی قبروں کو مسمار کر ڈالا لیکن اس کے باوجود وہ اکثر میدان میں پیچھے ہیں۔ آگے کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھ سکے۔ اس لئے ان کی پسماندگی کا سبب نہ تو تعمیر قبور میں پوشیدہ ہے اور نہ قبروں پر مساجد بنانے میں۔ بلکہ سارا مسئلہ ان کی جہالت و فساد میں مضمر ہے۔ ڈکٹیٹر شپ اور فضول خرچی میں پوشیدہ ہے۔ ان تنگ دہشتہ افکار میں مخفی ہے جو عقول کو پھل دینے کے لئے کبھی شگفتہ نہیں ہوتے۔

تیسری بات یہ ہے کہ: خوارج نے جن لوگوں کو کافر قرار دیا ہے اس سلسلہ میں انھوں نے غلو سے کام لیا اسی طرح جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت علیؑ نے ان کو زندہ جلا دیا، انھوں نے بھی غلو سے کام لیا تھا بالکل اسی طرح دہابیوں نے امت مسلمہ کو کافر قرار دے کر غلو کا کام کیا ہے۔ واضح سی بات ہے کہ غلو ایک لعنت اور طغیان ہے جو عقیدہ کو فاسد اور عقل کو گمراہ کرتا ہے بلکہ زندگی کو برباد کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا قیام نہ صرف رفع پر ہے نہ صرف دفع پر ہے بلکہ دونوں

میں تعاون و توازن پر قائم ہے۔ بالکل اسی طرح مسلمانوں کو کافر کہہ دینا فساد ہے کسی مسلمان کو خدا کہنا اس سے زیادہ فاسد ہے۔ تعاون و توازن صرف وسطا کی چیز ہے۔ چوتھی بات : وہابیوں نے قبور کے انہدام کو تو واجب قرار دیا ہے مگر ظالم و جابر بادشاہ و حاکم کے خلاف خروج کو حرام قرار دیا ہے بلکہ اس کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔

پانچویں بات : جو لوگ انسان کو دین سے اور رحمت الہی سے دور ہونے کا وثیقہ تحریر کرتے ہیں۔ جیسا کہ کنسیدہ والے کرتے ہیں۔ اور جو لوگ سب کو کافر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ جیسے وہابی۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ بلکہ ان دونوں میں سب سے برا کون ہے؟

شبهہ کی بنا پر حد روک دی جاتی ہے

کتاب و سنت، عقل و اجماع اور تمام آسمانی شریعتوں سے خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید یہ بات ثابت ہے کہ جہالت، خطا، نسیان، جبریہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی وجہ سے خون محفوظ ہو جاتا ہے جان بچ جاتی ہے۔ اور ان اسباب میں سے کسی ایک سبب سے اگر ان شریعت کی مخالفت کرے تو وہ نہ کافر ہوتا ہے نہ مرتد۔ چاہے وہ مخالفت تفریط و تقصیر کی وجہ سے ہو بشرطیکہ اس شے کا تعلق فروعات سے ہو۔ اگرچہ وہ ترک تحفظ اور بحث و احتراز نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار تو بہر حال ہوگا البتہ کافر و مرتد نہ ہوگا۔ بلکہ اگر وہ فرع حکم قطعی دلیل اور جامع اجماع کے ذریعہ سے بھی ثابت ہو اور دین و مذہب کی ہدایت و ضرورت سے بھی اس کا ثبوت ہو، تو تب بھی اس کی مخالفت سے کافر و مرتد نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے حق میں جہالت و التباس کا امکان ہو اور اس جیسے

آدمی کے لئے یہ بات ممکن ہو۔

اسی لئے علمائے اسلام ہمیشہ آپسی اختلاف رکھنے اور ایک دوسرے کو خطا کار بنانے کے باوجود کسی کو کافر نہیں کہتے تھے۔ بلکہ بعضوں نے تو مذاہب اربعہ کی مخالفت کی ہے لیکن اس کے باوجود کسی نے اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔

بلکہ بنا بر حدیث مشہور: مسلمانوں میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے ان میں سے ۷۲ دوزخی ہوں گے صرف ایک فرقہ ناجی و جنتی ہوگا " ہر فرقہ اپنے کو جنتی اور باقی ۷۲ کو جہنمی کہنے کے باوجود نہ کسی ایک فرقہ کو کوئی کافر کہتا ہے اور نہ اس فرقہ کا ایک قطرہ خون بہانا جائز جانتا ہے اور نہ اس کے مال کو حلال سمجھتا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے بشرطیکہ اس کے پاس انکار کرنے والی چیز کا حضور سرور کائنات سے صادر ہونا ثابت نہ ہو۔

اسی لئے امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی کا ارتداد اسی وقت ثابت کیا جاسکتا ہے جب اس آدمی کو اس شے کے حضور سرور کائنات سے صادر ہونے کا یقین ہو اور وہ پھر بھی غداً یا تعصّباً اس کا انکار کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی حرام چیز کو کسی شبہ کی بنا پر — چاہے وہ شبہ ضعیف ہو — مباح سمجھے، کیونکہ اس تک نص کتاب یا سنت نہیں پہنچی یا پہنچی مگر وہ مجمل تھی یا دوسرے سے معارض تھی یا خارج میں موضوع مشتبہ ہو گیا ہو یا اس کے سمجھنے میں کوتاہی ہوئی ہو تو اس کو جہالت کی بنا پر معذور سمجھا جائے گا۔ اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ جیسے کہ محض اپنے خطا کی وجہ سے معذور ہے اور مجبور اپنی مجبوری کی وجہ سے معذور ہے۔ بلکہ اگر اس نے بحث و اجتہاد کے بعد غلطی کی ہے تو اس کو اجر بھی ملے گا۔

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے قبروں پر مقبرہ یا مسجد کی تعمیر کو جائز سمجھا ہے یا قبروں کی زیارت اور قبروں کے پاس نماز کو جائز جانتا ہے ان کے نزدیک ان

باتوں کی حرمت نہیں ثابت ہو سکی۔ بلکہ جواز بلکہ رجحان ثابت ہے ایسی صورت میں ان لوگوں پر حکم کفر لگانا یہ خود عین کفر ہے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ: رسول خدا نے فرمایا: کوئی شخص کسی کو فاسق نہ کہے اور اس وقت تک کافر نہ کہے جب تک اس کا مرتد ہونا ثابت نہ ہو جائے ورنہ وہ مرتد ہے (یاد رکھو) جو شخص کسی مومن کو کافر کہے وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے اس کو قتل کر دیا۔

صفاتِ خدا

صفات الہی کے سلسلہ میں دہائیوں نے نصوص کتاب و سنت کے ظواہر پر مجہود اختیار کر رکھا ہے۔ یہ لوگ نہ تو ظواہر کی تفسیر کو جائز سمجھتے ہیں نہ تاویل کو صرف صورتِ حرفی پر قائم رہتے ہیں بلکہ تاویل کو کفر جانتے ہیں کیونکہ اس کو کذب علی اللہ والرسول جانتے ہیں۔ یہ حضرات خدا کے لئے ہاتھ، پیر، ہتھیلی، انگلیاں، نفس، چہرہ، آنکھ، سماعت، بیٹھنا، ٹھہرنا، ہنسنا، کلام کرنا، آسمان پر موجود ہونا اور اس کے علاوہ دیگر وہ صفات جنکی نسبت خدا نے اپنی طرف یا اس کے رسول نے اس کی طرف دی ہے بغیر کسی کمی یا زیادتی، یا مخالف ظاہر کی تاویل کے بغیر خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں اور اس پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہاتھوں کے لئے اس آیت سے بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں) اور آنکھوں کے لئے وَأَصْنَعُ الْفُلُكَ بِأَعْيُنِنَا (ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بناؤ) سے جلوس کے لئے ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ (پھر خدا عرش پر بیٹھ گیا) سے آسمان پر موجود ہونے کے لئے وَأَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ (کیا تم اس خدا پر ایمان لئے جو آسمان میں ہے) سے چہرہ کے لئے فَتَمَّ وَجْهَهُ اللَّهُ (ادھر ہی خدا کا چہرہ ہے) سے سماعت و بصارت پر هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (خدا سنے والا اور دیکھنے والا ہے) سے اس کی

روایت پر اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے) سے اور سیر و محجیٰ پر
 وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (تمہارا رب اور ملک صف در صف آئے) سے نفس
 پر تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ (میرے نفس میں جو کچھ ہے تو اس کو جانتا
 ہے لیکن تیرے نفس میں جو ہے میں اس کو نہیں جانتا) سے، منسنے پر کتاب الایمان کے
 ص ۲۳ پر ابن تیمیہ کے اس قول سے کہ: خدا ان دو شخصوں پر ہنستا ہے جو ایک دوسرے
 کو قتل کرنے کے درپے ہوں، اور اسی طرح اس قول سے کہ جب آخری شخص جنت میں
 داخل ہوگا تو خدا ہنسنے گا اس پر وہ شخص کہے گا کیا تو رب العالمین ہو کر مجھ سے مسخرہ پن کرتا
 ہے! استدلال کیا ہے۔

ان لوگوں نے ابن تیمیہ کی اس روایت سے جو رسالہ واسطیہ میں ہے —
 رسالہ واسطیہ الرسائل البتغ میں موجود ہے کہ — جہنم میں برابر لوگ ڈالے جاتے رہیں گے
 اور وہ ہل من مزید کہتا رہے گا یہاں تک کہ رب العزۃ اس میں اپنا پیر ڈال دے گا تو
 جہنم کے بعض حصے دوسرے بعض میں سمٹ جائیں گے اور جہنم کہے گا بس بس —
 خدا کے پیر پر استدلال کیا ہے اور یہ روایت رسالہ واسطیہ کے ص ۱۳۶ پر موجود ہے —
 انگلیوں کے وجود پر محمد بن عبدالوہاب کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو
 انھوں نے اپنی ”کتاب توحید“ کے آخر میں لکھا ہے روایت یہ ہے: خداوند عالم نے
 آسمانوں کو اپنی انگلیوں میں سے ایک انگلی پر قرار دیا ہے اور زمین کو ایک انگلی پر۔۔۔۔
 درختوں کو ایک انگلی پر، خاک کو ایک انگلی پر، تمام خلق کو ایک انگلی پر، اس کے بعد خدا
 نے افتخار فرمایا اور کہا میں بادشاہ ہوں، میں خدا ہوں، جابر و ظالم کہاں ہیں؟ تکبر کرنے
 والے کہاں ہیں؟ پس خداوند عالم نے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اپنے ہاتھ میں
 اٹھا رکھا ہے۔ اور یہ سب دست خدا میں ایسے ہیں جیسے ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں لٹائی
 کا دانہ! خدا کے اس قول والارض جمیعاً فی قبضۃ یوم القیامۃ کا مطلب یہی ہے۔

قابل توجہ امور

اول: عرب کا مشہور طریقہ ہے کہ لفظوں کو معنی حقیقی کے بہ نسبت معنی مجازی میں زیادہ استعمال کرتے ہیں اور خطابات و محاورات میں قرآن و سنت بھی طریقہ کلام عرب کے تابع ہیں۔ خود قرآن نے کہا ہے: ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم صاحب عقل بنو۔ اور اگر ہم قرآن کے تمام الفاظ کو ان کے ظاہری معنی پر باقی رکھیں تو خدا کے اس قول: **وَاسْئَلِ الْفَرِیْہَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْہَا وَالْعِیْرَ** اس دیہات سے پوچھو جس میں ہم تھے اور قافلہ سے پوچھو اور اس قول **وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا فَبَلَّکَ مِنْ رُسُلِنَا**؟ (اپنے سے پہلے والے رسولوں سے پوچھ لو) کا کیا مطلب ہوگا؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حیوانوں، پتھروں اور مردوں سے پوچھیں اور جو رسول ہمارے رسول سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے رسول اسلام کیسے پوچھیں؟ مجبوراً ماننا ہوگا کہ ان آیتوں کی تفسیر مجازی معنی کے اعتبار سے ہوگی جس پر نہ لفظی صورت دلالت کرتی ہے اور نہ یہاں دلالت مطابقی پائی جاتی ہے تو جب یہاں معنی مجازی کے اعتبار سے تفسیر کی جاسکتی ہے تو دیگر مقامات پر کیوں نہیں کی جاسکتی؟ دونوں میں فرق دعویٰ بلا دلیل ہے اور قرآن و سنت میں تو اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

دوم: وہابی حضرات جس چیز سے بھاگے ہیں اس سے زیادہ بری چیز میں پھنسے ہیں۔ یہ تاویل سے فرار کر کے اسراف و تعسف کے گڑھے میں گر پڑے ہیں۔ قول بالرائے سے بھاگے تو قول بالجهل میں پھنس گئے اور علی الثب باتیں کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کیونکہ ان لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ خدا کا ہاتھ، ہتھیلی، آنکھ، کان، الخ ہمارے اعضاء و جوارح کی طرح سے نہیں ہیں کیونکہ اگر ایسا کہہ دیتے تو تشبیہ لازم آتی۔ لیکن واضح ہے کہ ہاتھ کا اطلاق جسم کے مشہور حصہ پر ہوتا ہے اور وہ مادہ سے جدا نہیں ہو سکتا یہی صورت آنکھ کاں وغیرہ کی ہے۔

اب یہاں پر چند صورتیں ہیں۔ ۱۔ اگر ان لفظوں کو ان کے ظاہر معانی میں استعمال کیا جائے تو خدا کا دیگر اجسام کی طرح ایک جسم ہونا لازم آئے گا اور یہ حضرات اس بات کو نہیں مانتے۔ ۲۔ اور اگر ان کو ان معانی سے موڑ کر ان ہاتھوں، آنکھوں الخ کے لئے استعمال کیا جائے تو تاویل لازم آئے گی جس سے یہ حضرات بھاگتے ہیں۔ ۳۔ اور اگر ان کو ایک ایسے معانی پر حمل کریں جو سامع اور مخاطب دونوں کے نزدیک مجہول ہوں جیسے یہ مان لیں کہ اس کے ہاتھ ہے مگر ہاتھوں کی طرح نہیں اس کے آنکھ ہے لیکن ہماری آنکھوں کی طرح نہیں ہے جیسا کہ یہ حضرات کہتے ہیں تو تعسف لازم آئے گا۔ اور یہ تاویل سے بدتر ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اگر لفظ کو اس کے ظاہری معنی پر باقی رکھا جائے تو تجسیم ماننا پڑے گا اور اگر معنی مجہول پر حمل کیا جائے تو تعسف لازم آئے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ الفاظ کی ایسی معقول تاویل کی جائے جو عظمت و جلال پروردگار سے مناسب ہو اور اس کے ساتھ صورت لفظیہ بھی اس کی متحمل ہو سکے اور ذوق سلیم پر بار بھی نہ ہو۔ جیسے یہ کے معنی قدرت کے لئے جائیں کیونکہ قدرت کا اظہار ہاتھوں ہی سے ہوتا ہے اور آنکھ کان سے علم مراد لیا جائے اس لئے کہ انھیں دونوں سے حصول علم ہوتا ہے۔ وجہ سے مراد ظہور لیا جائے کیونکہ یہی اس کے ظاہر معنی ہیں اور استوار کو بمعنی استیلا مانا جائے اور رویت باری سے مراد دل کی آنکھوں سے دیکھنا لیا جائے نہ کہ ان آنکھوں سے دیکھنا مراد لیا جائے۔ کیونکہ معرفت تو دونوں طرح سے ہو سکتی ہے اسی طرح دیگر الفاظ کے مناسب معنی مراد لئے جائیں جیسا کہ مفسرین اور علمائے معانی و بیان نے بیان کئے ہیں۔

مجھے یہاں پر وہ قصہ یاد آتا ہے کہ بعض مستشرقین نے هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لِهِنَّ میں لباس کا ترجمہ پتلون سے کیا ہے۔ بہر حال جو بھی ہو اگر ہم عدم جواز تاویل